تذکرہ حضرت میاں

عطااللہ ساگرواری

تاریخ موضع اروپ

(ضلع گوجراں والا)

مؤلف و مرتب

میاں غلام فرید وارثی

"حصہ اول"

Scanned with CamScanner

حضرت سید عبد السلام
عرف میاں بالکا رحمتہ
اللہ علیہ کی جانب سے
کتب وارثیہ کی یہ
بہترین کاوش کی گئی جو
کہ ایک سفید پوش
گزرے ہیں اپنے وقت کے
کامل ترین عالم با عمل
ولی فقیر جو داخل
سلسلہ حضرت عبداللہ
شاہ شہید رحمتہ اللہ
علیہ سے ہیں انکی استانہ
صدر کراچی میں ان کا
مزار ہے
یہ کام وارث پاک غلام
نواز عظمہ اللہ ذکرہ کے
حکم پر کیا گیا اس کام کو
کوئی وارثی اپنی جانب
منسوب کرکے توہین
حکم مرشد کا ارتکاب نا
کرے اگر کوئی بھی
شخص یہ کہے کے اس
نے پی ڈی ایف بنائی تو
مان لیجیے گا کہ یہ
جھوٹ بول ہے غلام کا
کام غلامی کرنا ہے یعنی
مرشد کے حکم کی
تعمیل کرنا ہے تا کہ
تعریف اور واہ واہی وصول
کرنا
برائے مہربانی سب
وارثیوں پر حکم مرشد کی
اتباع لازم ہے جھوٹ
بولنے اور واہ واہی سے پر
ہیز کریں شکریہ

Scanned with CamScanner

تاریخ موضع اروپ

(ضلع گوجراں والا)

مع

تذکرہ حضرت میاں

عطا اللہ ساگر وارثیؒ

مؤلف و مرتب

میاں غلام فرید وارثی

اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں
قانونی مشیر میاں وسیم حیدر ایڈووکیٹ

وارثی، غلام فرید (پ: ۱۵ جولائی ۱۹۷۷ء)
سمن آباد، لاہور۔
تذکرہ ساگر وارثی
تاریخ اروپ / مشائخ اروپ

سرورق: سید اویس علی سہروردی
طبع اول: فروری 2021ء
قیمت:
دست یابی:
رمضان بک ڈپو، اروپ گوجرانوالہ
الوارث منزل، مکان نمبر 37-S-49، پاک اسٹریٹ اسلام آباد کالونی، سمن آباد۔ لاہور
۳۵۔ رائل پارک۔ لاہور

بسعی واہتمام: میاں غلام فرید وارثی
پروف خوانی: صاحبزادہ مقصود احمد صابری، سید اویس علی سہروردی

ناشر
انجمن تحریک وارثیہ لاہور

Scanned with CamScanner

فہرست مطالب

عنوان	صفحہ نمبر
انتساب	
حمد (حضرت شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ)	12
نعت (محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء)	13
منقبت سیّدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ (فقیر بیدم شاہ وارثی)	14
منقبت سیّد عبد القادر جیلانی رض (ابو الفرح سیّد محمد فاضل الدین قادری)	15
منقبت حاجی و حافظ سیّد وارث علی شاہ اعظم ذکرہ (فقیر بیدم شاہ وارثی)	16
دیباچہ (میاں غلام فرید وارثی)	17
فہرست مولفات	21
تنویر وارثیہ (فقیر تنویر شاہ وارثی)	22
تقریظ (صاحبزادہ سیّد ثاقب محی الدین قادری الگیلانی)	23
مشفق دیرینہ (ڈاکٹر انجم رحمانی)	25
تقریظ (میاں محمد قیصر صادق قادری فاضلی چشتی صابری)	28
تقریظ (ڈاکٹر طاہر حمید تنولی)	29
بہ یاد ساگر وارثی (فقیر مراد شاہ وارثی)	31
میاں عطاء اللہ ساگر وارثی مرحوم یادیں اور تاثرات (سیّد جمیل رضوی)	34
محسن اردو میاں ساگر وارثی (پروفیسر محمد اسلم اعوان)	39

Scanned with CamScanner

تقریظ (دلدادہ چراغ چشت صاحبزادہ مقصود احمد صابری) 41

تقریظ (میاں علی رضا قادری) 46

باب اوّل

تاریخ گوجراں والا 47

گوجرانوالہ کے مشہور دیہات 49

سرائے کچی 49

سرائے گوجراں 49

سرائے کمبوہاں 49

کھٹہ 49

کیفیت آبادی شہر گوجراں والا 50

گوجراں والا سکھوں کے عہد میں 51

گوجراں والا انگریز عہد میں 54

گوجراں والا پاکستان بننے کے بعد 55

گوجراں والا کچہری 56

تحصیل گوجراں والا کا نقشہ 57

باب دوم

تاریخ اروپ 58

وجہ تسمیہ اروپ 58

موضع اروپ کا محل وقوع 59

موضع اروپ کا جغرافیہ 60

اروپ کا کل رقبہ اور حدود 61

یونین کونسل موضع اروپ 62

Scanned with CamScanner

نقشہ موضع اروپ 63
یونین کونسل اروپ کا نقشہ 64
نقل واجب العرض موضع اروپ 65
موضع اروپ میں ووٹرز کی تعداد 72
موضع اروپ میں بلدیاتی نظام 73
گوجراں والا سے موضع اروپ کا تاریخی موازنہ 73
گوجراں والا ڈسٹرکٹ کی کل آبادی 73
گوجراں والا ٹاؤن ناظم 2011ء کی تفصیل 74
قدیم شاہراہ کابل 74
نقشہ جرنیلی سڑک گوجراں والا 76
موضع اروپ بہ حیثیت قدیم قصبہ 77
ٹبہ موضع اروپ 77
موضع اروپ کے قدیم محلے 78
موضع اروپ کے قدیم محلے، گلیاں اور شخصیات (محمد اسلم اعوان) 79
ایک بھارتی کے نام سے پاکستانی سڑک 93
نظام آب پاشی 93
موضع اروپ کی آب وہوا 94
موضع اروپ کی فصلیں 94
اروپ میں زمین کی اقسام 98
نقشہ مٹی کی تقسیم اور فصلوں کے علاقے 99
چھنب موضع اروپ 100

Scanned with CamScanner

نقشہ چھنب اروپ 100

موضع اروپ کی ثقافت 101

موضع اروپ کی سماجی حالت 104

موضع اروپ کی آبادی 107

موضع اروپ سے دوسرے شہروں کا فاصلہ 109

موضع اروپ سے دوسرے دہات کا فاصلہ 109

موضع اروپ میں مقیم اقوام 110

نقشہ دیوار اروپ 111

موضع اروپ میں بولی جانے والی زبان 118

موضع اروپ کے میلے اور تہوار 119

موضع اروپ میں نظام الصلوٰۃ کمیٹی کا قیام 120

موضع اروپ کے تاریخی مقامات ....

مڑیاں (شمشان گھاٹ) 121

قدیم قبرستان 122

دایرہ / چوپال 122

گردوارہ 123

ماتارانی 123

بھابی کا چوبارہ 123

طلسمی عمارت اور گہرا کنواں 124

پانچ کنوئیں / کھوہ 125

مبہ موضع اروپ 125

Scanned with CamScanner

محلہ بھنڈراں اور چیماں دیوار	125
اروپ میں بجلی کی فراہمی	125
موضع اروپ کے ذرائع مواصلات	126
موضع اروپ عہد بہ عہد	127
عہد قدیم	127
خاندان جے پال	131
خاندان غزنوی کا دور	131
پہلا عہد مغلیہ	132
عہد سوری	132
عہد سکھ شاہی	133
عہد راجا روپڑ چند	133
عہد انگریز	133
موضع اروپ بعد از قیام پاکستان	138
موجودہ عہد کا اروپ اور تعمیر و ترقی 2018ء تک	139
موضع اروپ کی اہمیت	141

باب سوم

اکابرین موضع اروپ:	142
وابستگان شعبہ تعلیم و تدریس:	146
موضع اروپ کے علماء اکرام:	160
موضع اروپ کے ڈاکٹر، طبیب اور معالج:	167
موضع اروپ کے ہسپتال:	169

Scanned with CamScanner

موضع اروپ کے وکلاء: 169

موضع اروپ کے ادیب: 175

موضع اروپ کے شعراء: 178

موضع اروپ کے نعت خواں: 186

موضع اروپ کے ذاکر اور قوال: 189

موضع اروپ کے صحافی: 191

موضع اروپ کے ارباب سیاست: 192

موضع اروپ کے دیگر شعبہ زندگی سے وابستہ افراد: 196

موضع اروپ کے سماجی، رفاہی ادارے اوران سے وابستہ شخصیات: 201

موضع اروپ کی مساجد: 206

موضع اروپ کے چرچ: 208

موضع اروپ یونین کونسل میں واقع اسکول/ مدرسے: 209

موضع اروپ میں کھیلوں کی سرگرمیاں: 215

موضع اروپ کی صنعت وحرفت: 218

موضع اروپ پر لکھی جانے والی کتب: 220

باب چہارم

موضع اروپ کے مشائخ: 224

باب پنجم

تذکرہ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی رحمتہ اللہ علیہ 265

ولادت 266

اسم بامسمٰہ 266

Scanned with CamScanner

خاندانی حالات	266
مولوی دولت علی چشتی صابری (استاد محترم)	269
ابتدائی زندگی	270
مسلم کش فسادات	272
اہل خاندان کی گاؤں سے ہجرت	273
تعلیم اور ملازمت کا سفر	277
شادی خانہ آبادی	277
احوال ملازمت	277
اسٹیٹ بنک میں ملازمت	278
سلسلہ طریقت	279
شجرہ عالیہ قادریہ رزاقیہ وارثیہ	284
شجرہ عالیہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ	285
عادات وخصائل	286
شخصیت	288
وضع داری	289
عجز وانکساری	291
فرایض کی ادائیگی	292
والدین سے عقیدت	293
صاحب نظر	296
مشاہیر واکابرین جن سے آپ کی ملاقات رہی:	297

Scanned with CamScanner

مزارات اور اعراس میں شمولیت	323
سوئے حجاز	325
محافلِ سماع میں شرکت	326
سالانہ محفل کا اہتمام	327
داتا علی ہجویری پر سالانہ محفل	329
دیگر محافل کا انعقاد	329
آخری ایام	330
وصال	331
نماز جنازہ اور تدفین	333
تصانیف و تالیفات	334
مسودات	350
کتب کا عطیہ	352
بہ حیثیت شاعر	353
دست یاب کلام	354
مکاتیب اکابرین بہ نام ساگر وارثی:	364
تعزیتی پیغامات:	373
عکسی خطوط بہ نام ساگر وارثی:	404
شعراء کا خراج تحسین بہ نام ساگر وارثی:	429
مصنف کے بارے میں	438
تعلیقات	440

Scanned with CamScanner

اشاریہ	476
کتابیات	503
انٹرویو	508
ویب سائٹز	509
ملحقات	510

اشاریہ

خط کشید الفاظ...تعلیقات میں بمطابق صفحہ نمبر دیکھیں

نوٹ

کتاب ھذا کا موضع بہت وسیع ہونے کی بہ دولت تحقیقی معلومات حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔اس کاوش میں بہت سالوں کا عرصہ محیط ہے۔کئی شخصیات دیکھتے ہی دیکھتے جہانِ فانی سے رخصت ہوگئیں۔اس تحقیقی کام میں کسی بھی شخص، خاندان یا ادارے کے بارہ میں جو بھی کوایف دست یاب ہوئے، اس کو منظر عام پر لایا گیا۔اگر پھر بھی کوئی معلومات نامکمل یا اغلاط پر مشتمل ہوں تو ہمیں اس کے بارے میں ضرور آگاہ کریں۔ تاکہ اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ان معلومات کو اور بہتر طریقے سے پیش کیا جاسکے۔

جزاک اللہ

Scanned with CamScanner

حمد

(حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ)

مالک الملک لا شریک لہٗ
وحدہٗ لا الہ اللہٗ

عاشقاں جان و دل نثار کنند
بر درِ لا الہ اللہٗ

مصطفی یافت در شبِ معراج
خلعتِ لا الہ اللہٗ

شمسؔ تبریز گر خدا طلبی
خوش بہ خواں لا الہ اللہ'

Scanned with CamScanner

سلام بہ حضور رسولِ کریم ﷺ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

صبا بہ سوئے مدینہ رو کن، ازیں دعا گو سلام برخواں
بہ گردِ شاہِ رُسل بہ گرد بہ صد تضرع پیام برخواں
(اے صبا مدینہ کا رخ کر اور اس عاجز کا سلام انکی بارگاہ میں پیش کرنا)
(رسولوں کے بادشاہ کے گرد پھیرا لگا کر عاجزی سے عرض گزارنا)

بہ بابِ رحمت گہہ گزر کن، بہ بابِ جبریل، گہہ جبین سا
سلام ربی علیٰ نبیاً گہہ بہ باب السلام برخواں
(کبھی بابِ رحمت سے گزرنا تو کبھی باب جبریل پہ جبیں سائی کرنا)
(کبھی بابِ سلام پہ جا کر نبی محتشم پر سلام بھیجنا)

بہ سوزِ من صورتِ مثالی، نماز بہ گزار اندر آں جا
بہ لحنِ خوش سورۂ محمد، تمام اندر قیام برخواں
(وہاں اندر جا کر میری مثالی صورت بنا کر نماز ادا کرنا قیام میں)
(خوبصورت لحن کے ساتھ مکمل سورہ محمد تلاوت کرنا)

بہ لحنِ داؤد ہم نوا شو ، بہ نالۂ درد آشنا شو
بہ بزمِ پیغمبر ایں غزل را ، ز عبدِ عاجز نظامؔ برخواں
(لحن داؤد سے ہمنوا ہو کر اور اپنے اندر سوز و گداز پیدا کر کے)
(حضور کی مجلس میں اس عبد عاجز نظامؔ کی عرض پیش کرنا)

Scanned with CamScanner

منقبت

حضرت سیّدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ

(کلام: فقیر بیدم شاہ وارثیؒ)

روحِ روانِ مصطفوی جانِ اولیاء مولا علی بہار گلستانِ اولیاء
مشکل کشا و قوتِ بازوئے مصطفیٰ خیبر کشا و شیر نیستانِ اولیاء
بابِ علوم حیدر و صفدر امامِ دیں شاہ و امیر و قیصر و خاقانِ اولیاء
داتا سخی کریم ید اللہ بوالحسن پُر ہے کرم سے آپ کے دامانِ اولیاء
کحل البصر ہے خاکِ قدم بوتراب کی نقشِ قدم ہے قبلہ ایمانِ اولیاء
دیباچہ کتابِ ولایت ہیں مرتضیٰ اور غوث پاک مطلعِ دیوانِ اولیاء
بیدم سنائے جا یونہی نغمے بہار کے
خاموش ہو نہ بلبلِ بستانِ اولیاء

Scanned with CamScanner

منقبت

غوثِ صمدانی ابو محمد شیخ سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(کلام حضرت ابو الفرح سیّد محمد فاضل الدین قادری فاضلی ؒ۔ بٹالہ شریف)

از شراب غوثِ اعظم گلشن و گلزار مست
شاخ مست و برگ مست و میوہ مست و بار مست

رو سوئے بغداد تا بنی در و دیوار مست
شہر مست و خانہ مست و کوچہ و بازار مست

در لباس شاہ جیلانی بہ بنی مستی تمام
جامہ مست و خرقہ مست و جبہ و دستار مست

بزم وجد قطب ربانی تماشہ کرد نیست
عود مست و چنگ مست و نغمہ و تار مست

مرحبا محبوب سبحانی از سر تا پائے اوست
زلف مست و خال مست و طرۂ طرار مست

از نسیم بوئے عنبر سائے شاہ دستگیر
عطر مست و مشک مست و نافہ تا تار مست

یافتہ تلقین از و تسبیح و تحلیل خدا
بلبلاں در باغ مست و کبک در کوہسار مست

ایں غزل گفتی تو فاضل دین بمدح پیر خویش
حرف مست و لوح مست و کلک و گوہر بار مست

منقبت

حضرت حاجی وحافظ سیّد وارث علی شاہ اعظم ذکرہ

(کلام: فقیر بیدم شاہ وارثیؒ)

ابن حسین و آلِ نبی وارث علیؒ چشم و چراغ مرتضوی وارثِ علیؒ
اے ہاشمی و مطلبی وارثِ علیؒ اے جانشینِ مصطفوی وارث علیؒ
جانِ بتولؓ و روح نبی دلبر حسینؓ سروِ ریاضِ پنجتنی وارث علیؒ
حل کر دے مشکلیں مری حلالِ مشکلات ہم شکل و ہم شبیہ علی وارثِ علیؒ
سو جاں سے جانِ بیدم خستہ ترے نثار
اے روح و راحتِ قلبی وارثِ علیؒ

دیباچہ

موضع ''اروپ'' پنجاب کے ضلع گوجراں والا کا ایک قدیم گاؤں ہے جو اب ایک قصبے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد میرے آباؤ اجداد ہجرت کر کے یہیں آباد ہوئے، ان کا اصل تعلق غیر منقسم ہندوستان میں مشرقی پنجاب کے گاؤں ''ہر دوتھلہ'' تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور سے تھا۔ یہاں آباد ہونے کی کچھ وجوہات تھیں جو آیندہ صفحات میں درج کی گئی ہیں۔ یہیں میرے والد گرامی میاں عطاء اللہ معروف بہ ساگر وارثی کی پرورش ہوئی اور سمن آباد، لاہور میں وصال 7 فروری سن 2000ء کے بعد موضع اروپ میں آخری آرام گاہ بنی۔

قبلہ ساگر وارثی اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بنک کار اور قلم کار بھی تھے، آپ اور مظفر وارثی ایک ہی بنک (اسٹیٹ بنک) میں ملازم تھے اور دونوں وہیں سے ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ نے اپنی حیات میں کئی کتب تالیف اور شایع کیں جن کا ذکر آپ آگے اپنی جگہ پر ملاحظہ فرمائیں گے۔ آپ نے وصال سے پہلے اپنے کتاب خانہ کی اکثر کتب پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں ہدیہ کر دی تھیں جو باقی رہ گئیں اُن کی چھان پھٹک کے دوران اُن کے کئی کتابت شدہ مسودات میرے سامنے آئے اور وہ یہ ہیں:

1. [انوار الوارثین] (تذکرہ مشائخ جالندھر) [دیکھیے ص، 352]
2. [آثار الوارثین] (خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ اور بابا رحمت علی چشتی صابری میرے دادا محترم کے حالات) [دیکھیے ص، 352]
3. [ضیاء الوارثین] (شعرائے وارثیہ حصہ دوم) [دیکھیے ص، 351]
4. [مفید الوارثین] (سلسلہ وارثیہ میں جمہوریت، یکجہتی اور رواداری) [دیکھیے ص، 350]

ان مکمل مسودات کو شایع کرنے کی غرض سے مشورہ کے لیے ان کے دیرینہ دوست اور کرم

Scanned with CamScanner

فرما سید اویس علی سہروردی [دیکھیے ص، 312] کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے تمام کتابت شدہ اوراق کو بہ تفصیل ملاحظہ فرمایا اور رائے دی کہ انہیں دوبارہ کمپوز کروائیں اور تتمہ میں مزید معلومات شامل کر کے شائع کریں اور اس کے ساتھ آپ کا تذکرہ بھی شامل کریں۔

یہ ایک بڑی صائب رائے تھی چناں چہ مَیں نے انہی کی رہ نمائی میں آپ کے تذکرہ اور تتمہ کے لیے معلومات اکٹھا کرنی شروع کیں، کوئی تیرہ، چودہ سالوں بعد جب انہیں ترتیب دینا شروع کیا تو آپ کے تذکرہ کے ضمن میں اس گاؤں ''موضع اروپ'' سے متعلق کافی مواد اکٹھا ہو گیا۔ چنانچہ سہروردی صاحب کے مشورہ سے اسے والد گرامی کے تذکرہ کا حصّہ بناتے ہوئے شامل کتاب کر دیا ہے تاکہ یہ تاریخی اور عصری معلومات آیندہ آنے والی نسلوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں۔

تذکرہ حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی مع تاریخ موضع ''اروپ'' ضلع گوجراں والا مرتب کرتے ہوئے مَیں نے بڑی محنت کی ہے کیوں کہ کسی بھی غیر معروف اور مخصوص علاقے کی معلومات کتب تاریخ میں سے ڈھونڈنا ایسے ہی ہے جیسے کسی تالاب میں سے بہ غیر جال کے مچھلی پکڑنا۔ بہرحال جتنی معلومات اکٹھی ہوئیں انہیں ان ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ موضع اروپ عہد بہ عہد

۲۔ مشائخ اروپ

۳۔ اکابرین اروپ

۴۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد

۵۔ سوانح میاں عطاء اللہ ساگر وارثیؒ

۶۔ تاریخی عمارات، شاملات وغیرہ

۷۔ اشاریہ

۸۔ تعلیقات

۹۔ کتابیات

Scanned with CamScanner

۱۰۔تصاویر اور نقشہ جات

تمام معلومات، چاہے وہ موضع اروپ سے متعلق تھیں یا وہاں کی شخصیات سے متعلق، تمام مختصر تعارف کے ساتھ درج کر دی ہیں تا کہ پنجاب کی علاقائی تاریخ سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے آسانی ہو۔ کچھ ایسی باتیں جو سینہ گزٹ (زبانی تاریخ) کے ذریعے سے مجھ تک پہنچیں وہ بھی حوالے کے ساتھ شامل کر دی ہیں۔

2007ء میں تحصیلوں کو ٹاؤن کا درجہ دیا گیا مگر ابھی تک نقشہ جات اپ ڈیٹ نہیں کیے جا سکے۔ اروپ ٹاؤن کے ایک نقشے تک رسائی حاصل ہوئی۔ جسے مَیں نے شامل کتاب کر دیا ہے۔ مَیں نے خود سے موضع اروپ کو سمجھنے کے لیے بھی ایک نقشہ ترتیب دیا تھا، جس کے لیے گوگل میپ (Google Map) اور علاقے کے گلی محلوں میں جا کر استفادہ کیا وہ بھی شامل اشاعت ہے۔

آخر میں ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں جنہیں مَیں بار بار ٹیلی فونک رابطوں سے تنگ کرتا رہا۔ ان میں میرے چچا زاد بھائی جناب شہباز اکمل صابری کا اہم کردار ہے جنہوں نے اپنے قیمتی وقت کا حصہ تاریخِ اروپ کی ریسرچ میں صرف کیا، آج کل حضور خواجہ محمد دیوان چشتی صابری ؒ اور تصوف کی اصطلاحات پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔

جناب پروفیسر محمد اشرف صاحب کا شکر گزار ہوں جو بہت ہی خلیق ہستی ہیں انہوں نے قدم قدم پر مجھے قیمتی مشوروں سے نوازا اور اپنی صحت کا خیال رکھے بغیر میرے لیے کوشاں رہے۔ ان کی رہنمائی میرے بہت کام آئی۔

پروفیسر محمد اسلم اعوان صاحب کا بھی شکر گزار ہوں جن سے بار بار رابطہ کیا گیا مگر ان کے ماتھے پر کبھی شکن دیکھنے میں نہ آئی انہوں نے میرا بھرپور ساتھ دیا۔ موضع اروپ کے گلی محلے اور شخصیات کی حتی الامکان معلومات فراہم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا، جو قارئین کو یقیناً پسند آئے گی۔

جناب پیر خاقان چشتی صابری صاحب کا بھی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے اپنے جدِ اعلیٰ

Scanned with CamScanner

اور خاندان کے دیگر بزرگوں کے حالات میں رہ نمائی فرمائی۔ محمد رمضان (رمضان بک ڈپو) کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے میری تحقیق میں ساتھ دیا۔

ظہور احمد صابری (م: 13 جولائی 2018ء، بہ روز جمعہ) میرے تایا زاد بھائی کا نہایت عقیدت سے شکر یہ، صد افسوس کہ وہ کتاب کی رونمائی سے پہلے ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

محمد انجم وارثی (میرے پیر بھائی) کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے انگریزی مقالات کو اردو میں ترجمہ کر کے اپنی محبت اور دل چسپی کا ثبوت دیا۔

سیّد اویس علی سہروردی میرے لیے نعمت مترکہ سے کم نہیں انہوں نے انگلی پکڑ کر اس کتاب کے مندرجات کی تحقیق، ترتیب اور اشاعت کے تمام مراحل سے نہ صرف مجھے گزارا بل کہ استاوانہ شفقت سے نوازتے ہوئے مجھے سکھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، انہوں نے میرے والد گرامی سے دوستی کا نہ صرف حق ادا کیا بل کہ پدرانہ شفقت سے بھی نوازا جو میرے لیے سرمایہ حیات ہے۔

صاحب زادہ مقصود احمد صابری اور خلیفہ میاں محمد قیصر صادق قادری چشتی صابری صاحب کی دعاؤں کا بھی میں بہت شکر گزار ہوں، رب کریم انہیں تا دیر سلامت رکھے۔

جناب ڈاکٹر طاہر حمید تنولی صاحب اور طاہر منظور قادری صاحب کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اپنی شفقت سے نوازا۔ آخر میں محمد اشفاق صابری کا بھی شکر یہ ادا کرنا چاہوں گا جن کی بدولت کتاب ھذا کا اعشاریہ لکھنے میں مدد ملی۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

خاکپائے وارثِ ارشِ علی علیہ الرحمہ

میاں غلام فرید وارثی موبائل: 0300-4674707

سمن آباد لاہور

Scanned with CamScanner

فہرست مولفات

حضرت میاں عطااللہ ساگر وارثی

1- **خیرالوارثین :** 1975ء میں شایع ہوئی، یہ حضرت حاجی سیّد وارث علی شاہؒ، فقیر بیدم شاہ وارثیؒ اور فقیر حیرت شاہ وارثیؒ کے زندگی کے احوال بارے میں ایک مستند کوشش ہے۔

2- **مشائخ ہوشیار پور:** 1988ء میں شایع ہوئی ،اس میں ضلع ہوشیار پور کی تاریخ اور وہاں کے مشائخ کا تذکرہ ہے۔

3- **تذکرۂ شعرائے وراثیہ :** 1992ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی جس میں وارثی شعراء کے احوال اوران کے نمونہ ہائے کلام شامل ہیں۔

4- **محبوب الوارثین:** 1995ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی جو فقیر محبت شاہ وارثیؒ اور فقیر قاضی اکمل شاہ وارثیؒ کے حالات پر مشتمل ہے۔

غیر مطبوعہ

1۔ انوارالوارثین معروف بہ مشائخ جالندھر

2۔ ضیاءالوارثین معروف بہ شعرائے وارثیہ (حصہ دوم)

3۔ آثارالوارثین (حالات خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ ۔ بابا جی رحمت علی چشتی صابریؒ)

4۔ مفیدالوارثین (سلسلہ وارثیہ میں جمہوریت، یکجہتی اور رواداری)

Scanned with CamScanner

تنویرِ وارثیہ

محترم المقام میاں عطاء اللہ ساگر وارثی علیہ الرحمہ سلسلہ وارثیہ کے قدیم فقراء کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ میاں حیرت شاہ وارثیؒ، میاں انوار شاہ وارثیؒ، میاں منور شاہ وارثیؒ، میاں عنبر شاہ وارثیؒ، میاں عزت شاہ وارثیؒ کے قرب میں رہے۔ دیوہ شریف بھی متعدد بار قافلہ لے کر گئے۔ تعلیمات وارثیہ سے خوب خوب واقف تھے، پرانے فقراء کی طرزِ زندگی پر چلنے والے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی فکر بھی رکھتے تھے۔ تقریباً 1979ء میں میں نے انہیں دیکھا اور بہت قریب سے دیکھا۔ وارثی فقراء اور شعراء کا تذکرہ لکھا، مشائخ ہوشیار پور لکھی۔ وہ جو کچھ لکھ گئے بہت اعلیٰ لکھ گئے۔

ان کا نام ہمیشہ سلسلہ وارثیہ کی زینت رہے گا۔

دعا ہے ان کی اولاد کو اللہ پاک حق کے راستہ پر گامزن رکھے۔

دعا گو

فقیر تنویر شاہ وارثی

سنگھوئی جہلم

26 ت 2018.

Scanned with CamScanner

تقریظ

صاحبزادہ سیّد ثاقب محی الدین قادری الگیلانی
(سجادہ نشیں دربارِ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف، لاہور)

سلسلہ وارثیہ اپنی تعلیمات اور اسلوب تربیت کے لحاظ سے سلاسلِ تصوف میں ایک امتیازی مقام کا حامل ہے۔ یہاں معیار، اہلیت اور اخلاص کی برتری اس طرح قائم کی گئی ہے کہ اس سلسلہ کے تسلسل کے لیے عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں دینے کی روایت کی نفی کی گئی ہے۔ یہاں نسلی اور موروثی خلافت و جانشینی کے ذریعے مسندِ ولایت پر آنے والے نااہل اور نام نہاد صوفیوں اور پیروں کے ذریعے پیدا ہونے والی خرابیوں کے خطرے کا قطع قمع کیا گیا ہے۔ حضرت سیّد وارث علی شاہؒ کا ارشاد مبارک ہے کہ

''ہمارا کوئی جانشین نہیں، ہماری منزل عشق ہے اور عشق میں خلافت اور جانشینی نہیں، ہمارے ہاں جو کوئی ہو چمار ہو یا خاکروب جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے''۔

یہ واحد ارشاد مبارک ہے کہ جسے آپ نے باقاعدہ طور پر تحریر کرا کے محفوظ فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ سلسلہ وارثیہ وہ واحد سلسلہ تصوف ہے کہ جس میں خلافت و جانشینی نہیں فقط محبت و اخلاص کی اہلیت کے پیشِ نظر احرام بہ طور لباس پہنا دیا جاتا ہے جو مرنے کے بعد قبر میں بھی ساتھ ہی جاتا ہے۔ فقیر نہ کسی کا خلیفہ و جانشین ہے اور نہ کوئی فقیر کا خلیفہ و جانشین ہوتا ہے۔ چونکہ کوئی فقیر بھی بذاتِ خود شیخ یا پیر نہیں ہوتا لہٰذا وہ کسی کو اپنا بیعت یا مرید بھی نہیں کر سکتا بلکہ سلسلہ وارثیہ میں بیعت ہونے والا ہر شخص بلا واسطہ سرکار وارث پاکؒ کا بیعت ہوتا ہے۔ فقیر کا کام فقط آنے والے کو سرکار وارث پاکؒ کی بارگاہ میں پیش کر دینا ہے۔ یہ اویسی طریقہ بیعت و ارادت ہے۔

میاں غلام فرید وارثی سلسلہ وارثیہ کی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے شبانہ روز مصروف عمل ہیں۔ آپ کے والد گرامی میاں عطاء اللہ ساگر وارثی سلسلہ وارثیہ کے نامور علمی اور روحانی نمائندہ تھے۔ وہ نہ صرف سلسلہ وارثیہ کی تعلیمات اور روایات کے مبلغ تھے بلکہ وہ موضع اروپ کی پہچان بھی تھے۔ وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ اور انجمن تھے۔ انہوں نے سرکاری ملازمت کی ذمہ داریاں نبھانے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی علمی اور فکری کارنامے بھی انجام دیئے۔ انہوں نے ایسی علمی تصانیف چھوڑیں جو علم طور پر علمی اور فکری اداروں کا

کارنامہ ہوتی ہیں۔

یہ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی کی تربیت اور صحبت کا اثر ہے کہ ان کے لختِ جگر میاں غلام فرید وارثی کی صورت میں یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔ بچپن سے ہی غلام فرید وارثی اپنے والدِ گرامی کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے اور وہ حقیقی معنوں میں ان کے روحانی خزانوں کے امین ہیں۔ ماشاء اللہ سلسلہ وارثیہ کے حوالے سے جتنا ریکارڈ ان کی لائبریری میں موجود ہے شاید ہی کسی کے پاس ہو۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ آپ موجودہ دور کے محقق ہیں۔ جو سلسلہ وارثیہ پر بھی بڑی ریسرچ کر رہے ہیں۔ اللہ پاک جملہ خواجگان بالخصوص سلسلہ وارثیہ کے بزرگوں کی نعمتوں سے انہیں ہمیشہ مالا مال رکھے اور یہ مخلصانہ انداز میں اپنے مشن کو جاری وساری رکھیں۔ آمین

میاں غلام فرید وارثی نے حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی کی سوانحی تفصیلات کو بیان کرتے ہوئے ان کی شخصیت کے اس پہلو کو نمایاں کیا ہے کہ طریقت اکابرِ مشائخ کے طریقے پر کاربند ہونا اور استقامت کے ساتھ ان کی روایت کو لے کر چلنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی آج تصوف کے نام نہاد علمبرداروں کی اس روش سے بہت نالاں تھے کہ وہ بغیر کسی مجاہدے کے اس مقام پر پہنچنا چاہتے ہیں جس کو حاصل کرنے کے لیے اکابرین کی عمریں گزر گئیں۔ وہ بغیر محنت اور صحبت کے یہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں کسی بات کا علم نہیں، اس دور میں صرف پیر ہی نظر آرہے ہیں۔ جب کہ فقیر کوئی نہیں۔ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی نے اپنی مجالس اور گفتگوؤں میں اس فتنے کو بیان کیا کہ ''لوگ خود بیعت ہوتے ہی دوسرے دن احرام پہن کر لوگوں کو اپنا مرید بنانا شروع کر دیں گے تو تصوف کی تعلیمات پر عمل قصہ پارینہ بن جائے گا اور پھر اگر پیر ایسا کرے گا تو مرید بھی وہی کچھ کرے گا۔ ہماری بقا اس میں ہے کہ فیض کے لیے محض عقیدت کا دعویٰ ہی نہ کریں بلکہ اس کے ساتھ حسنِ عمل بھی اختیار کریں''۔

میاں غلام فرید وارثی کی یہ تصنیف سلسلہ وارثیہ کے علمی سرمائے میں غیر معمولی اضافے اور سلسلہ وارثیہ کی تعلیمات کے فروغ کا باعث ہوگی۔ انشاء اللہ

13 اکتوبر 2020ء بمطابق ۲۴ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ

Scanned with CamScanner

مشفقِ دیرینہ

ڈاکٹر انجم رحمانی
(سابقہ ڈائریکٹر لاہور میوزیم)

میں نے لاہور عجائب گھر میں تینتیس (33) سال کے طویل عرصہ تک ملازمت کی۔ اس دوران مقامی و دیگر ممالک کے لاتعداد محققین اور طلباء اپنے تحقیقی مسائل کے سلسلہ میں مجھ سے رجوع کرتے رہے، جن کی میں نے اپنی بساط کے مطابق رہ نمائی کرنے کی کوشش کی۔ ان میں سے بعض حضرات نے نہایت فراغ دلی سے اپنی مطبوعات میں میرے ایسے تعاون کا بہ خوبی ذکر کیا۔ یہ بات بھی میرے مشاہدے میں آئی کہ غیر ملکی محققین عموماً بڑی بڑی گرانٹ کے ساتھ تحقیقات کے لئے یہاں آتے تھے۔ مگر مقامی محققین میں بعض درویش ہوئے جو ہمیشہ اپنے ذاتی وسائل سے تحقیقی کام کو نہ صرف پایا تکمیل تک پہنچاتے بل کہ اس کی اشاعت کا بندوبست بھی کرتے۔ ان درویش محققین میں سے عطاء اللہ ساگر وارثی، محمد دین کلیم اور میاں اخلاق احمد کے نام بڑے نمایاں ہیں۔ تینوں کے تحقیقی کام اور خدمات کا اقرار نہ کرنا تحقیقی دنیا میں انتہائی زیادتی ہوگی۔

ساگر وارثی صاحب اگرچہ اسٹیٹ بنک آف پاکستان، لاہور میں آفیسر تھے لیکن جیسے ہی ان کو فرصت کا وقت ملتا وہ کوئی نہ کوئی مسئلہ لے کر میرے پاس آتے اور بعض اوقات لاہور میوزیم کی لائبریری میں پورا دن گزار دیتے۔ وہ ہر مسئلہ کو نہایت سنجیدگی سے لیتے جب تک اس کے جملہ مآخذ کا احاطہ نہ کر لیتے مطمئن نہ ہوتے۔ ان کے کئی مضامین اور کتب میرے سامنے شایع ہوئے ہیں جو انہوں نے محض کارِ خیر سمجھ کر ذاتی مصادر سے چھپوا کر فی سبیل اللہ تقسیم کیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ساگر وارثی سلسلہ وارثیہ کے صوفی فقیر حیرت شاہ وارثیؒ کے دستِ راست پر بیعت تھے جو مزاجاً ایک صوفی فقیر تھے اور کراچی میں مقیم تھے۔ موصوف اپنی ملازمت کے زمانے ہی میں اس

Scanned with CamScanner

سلسلہ سے منسلک ہوئے تھے۔ دراصل ان کا تعلق ضلع گوجرانوالہ کے گاؤں موضع اروپ سے تھا جہاں سے ان کا اپنے پیشوا سے پہلا رابطہ ہوا جو آگے چل کر مسلسل قایم رہا۔ ان کا یہ تعلق ان کے مرشد کی وفات 1963ء کے ساتھ منقطع ہوا۔ ساگر وارثی صاحب نے اپنے سلسلہ کی تعلیمات اور شخصیات کو نمایاں کرنے کے لئے اپنی تحقیقی کاوشوں کا موضوع تصوّف اور تاریخ بنایا۔ پھر اس میدان میں طویل عرصہ تک تحقیقی کاوشوں میں مصروف رہے۔ چناں چہ اس سلسلے میں ان کی درج ذیل چار کتب نمایاں ہیں:۔

1-ان کی پہلی کتاب [خیر الوارثین] 1975ء میں شایع ہوئی، جو حضرت حاجی سیّد وارث علی شاہؒ، فقیر بیدم شاہ وارثیؒ اور فقیر حیرت شاہ وارثیؒ کے زندگی کے احوال بارے میں ایک مستند کوشش ہے۔

2-ان کی دوسری کتاب [مشائخ ہوشیار پور] 1988ء میں شایع ہوئی، جس میں ضلع ہوشیار پور کی تاریخ اور وہاں کے مشائخ کا تذکرہ ہے۔

3-ان کی تیسری کتاب [تذکرۂ شعرائے وراثیہ] 1992ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی جس میں وارثی شعراء کے احوال اور ان کے نمونہ ہائے کلام شامل ہیں۔

4-ان کی چوتھی کتاب [محبوب الوارثین] 1995ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی جو فقیر محبت شاہ وارثیؒ اور فقیر قاضی اکمل شاہ وارثیؒ کے حالات پر مشتمل ہے۔

ساگر وارثیؒ صاحب کی مذکورہ بالا کتابیں مستند مآخذ پر مبنی ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ غیر مستند روایات اور معلومات کو اپنی کتاب میں ہمہ گر شامل کیا۔ انہوں نے عامیانہ، بے سند روایات کو کبھی اپنی کتاب کا حصہ نہ بنایا۔

ملازمت سے ریٹائر منٹ کے بعد وہ لاہور میوزیم لائبریری کے باقاعدہ ریڈر بن گئے اور ہر روز کئی کئی گھنٹے لائبریری میں گزارتے بعض اوقات میرے دفتر میں آ کر بیٹھ جاتے اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیال کرتے۔ انتہائی سنجیدہ، ملن سار انسان تھے۔ بے جا تکرار اور گفت گو سے احتیاط برتتے۔ ابھی ان کے کئی مسودے تیاری کے مراحل میں تھے کہ عارضہ قلب سے جہانِ فانی سے 7 فروری 2000ء کو رخصت ہوئے۔ ان کو ان کی وصیت کے مطابق ان کے آبائی گاؤں

Scanned with CamScanner

موضع اروپ (ضلع گوجراں والہ) محلہ چیمیاں قبرستان میں اپنے والدین کے قدموں میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

موجودہ کتاب [تاریخ موضع اروپ] ضلع گوجرانوالہ ان کے فرزند ارجمند عزیزم غلام فرید وارثی کی کم وبیش تیرہ سالہ تحقیقی کاوش کا نتیجہ ہے۔ موصوف نے اس کتاب کو اپنے والد گرامی مرحوم عطاء اللہ ساگر وارثی کے احوال پر ہی مکمل نہیں کیا بل کہ آبائی علاقے کی تحقیق کو بڑی تگ و دو سے یک جا کر کے ایک کتابی شکل میں شایع کیا۔ باری تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے۔

یکم اگست 2018ء

Scanned with CamScanner

تقریظ

میاں محمد قیصر صادق قادری فاضلی چشتی صابری

(خلیفہ آستانہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف)

میاں غلام فرید وارثی کی تصنیف تذکرہ حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی مع تاریخ موضع اروپ ہماری علمی دنیا میں ایک ایسی نادر تاریخی اور سوانحی دستاویز ہے جس سے نہ صرف اروپ کے تاریخی خطہ سے متعلق بنیادی معلومات ضبط تحریر میں لاکر محفوظ کردی گئی ہیں بلکہ سلسلہ وارثیہ کی ایک اہم علمی اور روحانی شخصیت کے احوال اور علمی کارناموں کو بھی آنے والوں کے لیے محفوظ کردیا گیا ہے۔

میاں عطاء اللہ ساگر وارثی سلسلہ وارثیہ کے نامور علمی اور روحانی نمائندہ تھے۔ وہ نہ صرف سلسلہ وارثیہ کی تعلیمات اور روایات کے مبلغ تھے بلکہ وہ موضع اروپ کی پہچان بھی بنے۔ وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ اور انجمن تھے۔ ان کی زندگی اسٹیٹ بنک کے ملازم ہونے کے باوجود علمی اور فکری کارناموں کو انجام دیتے ہوئے گزری۔ انہوں نے ایسی علمی تصانیف چھوڑیں جو عام طور پر علمی اور فکری اداروں کا کارنامہ ہوتی ہیں۔ آپ نے اپنے وصال سے پہلے اپنے کتب خانہ کی اکثر کتب پنجاب یونیورسٹی کو ہدیہ کردیں جو ان کے علمی ایثار کا مظہر تھا۔ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی تصوف کے ساتھ محض علمی یا رسمی طور پر ہی وابستہ نہیں تھے بلکہ سلسلہ وارثیہ کے انوار فیوضات کے امین تھے۔ شخصیت میں طریقت اور ادب کا ذوق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

یہ انہی کی صحبت فیض کا اثر ہے کہ ان کے لخت جگر میاں غلام فرید وارثی کی صورت میں آج بھی جاری و ساری ہے۔ بچپن سے ہی غلام فرید اپنے والد گرامی کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے اور اصل معنوں میں ان کے روحانی خزانوں کے امین ہیں۔ ماشاء اللہ سلسلہ وارثیہ کے حوالہ سے جتنا ریکارڈ ان کی لائبریری میں موجود ہے، شاید ہی کسی کے پاس ہو۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ آپ موجودہ دور کے محقق ہیں، جو سلسلہ وارثیہ پر بھی بڑی ریسرچ کررہے ہیں۔ اللہ پاک جملہ خواجگان بالخصوص سلسلہ وارثیہ کے بزرگوں کی نعمتوں سے انہیں ہمیشہ مالا مال رکھے اور یہ مخلصانہ انداز میں اپنے مشن کو جاری و ساری رکھیں۔ آمین

Scanned with CamScanner

تقریظ

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی
(ڈپٹی ڈائریکٹر آف اقبال اکیڈمی پاکستان)

کسی بھی علاقے کی پہچان اس علاقے کی وہ شخصیات ہوتی ہیں، جنہوں نے اپنے دور اور خطے کو اپنے شخصی کارناموں اور تعلیمات سے متاثر کیا ہوتا ہے۔ عظیم شخصیت کے تذکرے کے بغیر کسی بھی خطے کا تذکرہ اور تاریخ نامکمل رہتی ہے۔ میاں غلام فرید وارثی کی کتاب تاریخ موضع اروپ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس کتاب میں موضع اروپ کی تاریخی اور جغرافیائی تفصیلات کے ساتھ ساتھ ان عظیم شخصیات کا تذکرہ بھی شامل ہے جو اس علاقے میں پیدا ہوئیں اور جنہوں نے معاشرے کو بہتر بنانے کے لیے غیر معمولی علمی روحانی سماجی اور اصلاحی کاوشیں انجام دیں۔ ان میں سرفہرست حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی کا تذکرہ ہے۔ جو اس کتاب کا آخری باب ہے۔

میاں غلام فرید وارثی میاں عطاء اللہ ساگر وارثی کے قابل فخر فرزند ہیں۔ جو انہوں نے اس کتاب میں میاں عطاء اللہ ساگر وارثی سے متعلق بہت سی ایسی تفصیلات فراہم کر دی ہیں جو ان کے بغیر کسی کتاب میں شامل کیا جانا ممکن نہ تھا۔ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی کی ابتدائی زندگی، تعلیمی و تربیتی زمانہ قیام پاکستان کے دور کے حالات، آپ کے روحانی ذوق اور مجاہدوں کا تذکرہ، ان کے علمی کارنامے ان سب کی تفصیلات ہمیں اس کتاب میں ملتی ہیں۔

اس کتاب کا امتیاز یہ ہے کہ میاں غلام فرید وارثی نے حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی کے احوال حیات کو مدون کرتے ہوئے صرف ان کے علمی اور روحانی پہلو پر ہی توجہ نہیں دی بلکہ ان تاریخی احوال اور تفصیلات کو بھی اس کتاب کا حصہ بنا دیا ہے جو ہماری قومی زندگی سے متعلق ہیں۔ خصوصاً تقسیم ہند کے دوران پیش آنے والے ایسے واقعات۔ انہی میں ایک کا تذکرہ کرتے ہوئے، عطاء اللہ ساگر وارثی ہی کی زبانی مصنف لکھتے ہیں کہ جیسے ہی ہندوستان سے مسلمانوں کا یہ قافلہ پاکستان کی سرحد پر پہنچا تو نماز فجر کا وقت تھا۔ ایک طرف ہندوستان کا ترنگا دوسری طرف پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا۔ قافلہ والوں نے سرزمین پاک میں داخل ہو کر نماز فجر پڑھی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا

اور ایک آدھ گھنٹہ آرام کرنے کے بعد پھر چل پڑا مگر تھکن کی وجہ سے جسم چور چور ہو رہے تھے اور مزید چلنے کی ہمت نہیں تھی۔ بغیر خوراک کے سفر کرتے رہے۔ ایک گاؤں کے نزدیک پہنچے، ادھر سڑک پر تین چار فوجی ٹرک گزر رہے تھے۔ انہوں نے قافلہ والوں کے نزدیک لاکر پوچھا کیا آپ کو راشن چاہیے۔ قافلہ والوں کے ہاں کہنے پر پانچ سیر دال اور دس سیر آٹا دے کر چلے گئے۔ والدہ نے کھانا تیار کیا اور سب نے مل کر پیٹ بھر کر کھایا۔ تھکے ماندے قافلے نے تھوڑا آرام کیا اور پھر چل پڑا۔ اب دل میں خوف وہراس نہیں تھا کیوں کہ ہم آزاد ملک میں پہنچ چکے تھے۔ یہ اور اس طرح کے دیگر واقعات ہمیں یہ یاد دلاتے ہیں کہ یہ پاک سرزمین کس مشکل اور کن مشکلات کے ساتھ حاصل کی گئی اور آج ہمیں کس طرح اس وطن عزیز کی خدمت کو اپنا وطیرہ بنانا چاہیے۔

حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی کی شخصیت کا ایک اہم پہلو جو اس کتاب کو پڑھنے کے بعد سامنے آتا ہے وہ اکابر شیخ کے طریقے پر کاربند ہوتا اور استقامت کے ساتھ ان کی روایت کو تھام کر چلنا ہے۔ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی کا ایک فرمان اس کتاب میں نقل کیا گیا ہے۔ اب لوگوں کا مزاج ایسا بن گیا ہے کہ لوگ بعد میں آکر اس مقام پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ جس کو حاصل کرنے کے لیے عمریں گزر گئیں۔ وہ اسے بغیر محنت اور صحبت کے یہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں کسی بات کا علم نہیں اس دور میں صرف پیر ہی نظر آرہے ہیں۔ جبکہ فقیر کوئی نہیں۔ اس کی وجہ سے یہ لوگ اگر خود بیعت ہوتے ہیں تو دوسرے دن احرام پہن کر لوگوں کو پنا مرید بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر پیر ایسا کرے گا تو مرید بھی وہی کچھ کرے گا۔ فیض کے لیے محض عقیدت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے ساتھ حسن عمل بھی ضروری ہے۔

میاں غلام فرید وارثی نے یہ کتاب لکھ کر اپنے والد گرامی کے علمی اور روحانی مشن کا حقیقی وارث ہونے اور ان کی تعلیمات کو آگے بڑھانے کا حق ادا کیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ان کے ذریعے ہمیں سلسلہ وارثیہ کے مزید احوال تذکروں اور تعلیمات سے آگاہی نصیب ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

Scanned with CamScanner

بہ یادِ ساگر وارثی

فقیر مراد شاہ وارثی

(آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف تحصیل گوجر خان)

لوگ اس عالم فانی میں آتے ہیں تھوڑا سا عرصہ قیام کرتے ہیں اور پھر اگلے جہان سدھار جاتے ہیں۔ اکثریت بہت جلد بھلا دی جاتی ہے۔ لیکن کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جو کسی نہ کسی میدان میں، کسی نہ کسی حوالے سے قلوب و اذہان میں اپنی جگہ بنا لیتی ہیں۔ عظیم مفکرین کارلائل اور ایمرسن کے بہ قول تاریخ انہیں عظیم شخصیات کی سوانح حیات سے عبارت ہے۔ بل کہ گوئٹے تو تاریخ میں فقط شخصیتوں کی اہمیت کا قائل تھا۔ اس کے بہ قول پیغمبروں، مذہبی رہ نماؤں، شاعروں، خطیبوں اور فنکاروں میں زندگی کی لہر دوڑتی ہے۔ باقی تاریخ سوائے حماقتوں کے اور کچھ بھی نہیں۔

ایسی ہی عظیم شخصیات میں سے ایک علمی، ادبی، روحانی شخصیت جناب میاں عطاء اللہ ساگر وارثی بھی ہیں۔ آپ 9 مارچ 1994ء سہ پہر ہمارے ہاں (سنگھوئی، جہلم) پہلی مرتبہ تشریف لائے۔ یہ میری میاں صاحب سے پہلی ملاقات تھی۔ اس سے قبل آپ کا نام سنا کرتے تھے۔ کئی کتابوں میں آپ کی تصاویر بھی دیکھیں۔ لیکن ابھی تک ملاقات کا موقع نہ ملا تھا۔

خیال تھا کہ عام شعراء اور ادباء کی طرح میاں صاحب بھی روایتی لباس میں ملبوس کوئی بھاری بھرکم شخصیت ہوں گے۔ گفت گو پُر تکلف اور ثقیل اردو، عربی، فارسی، انگلش الفاظ سے مزین ہوگی۔ رعب و دبدبہ سے بھرپور کوئی دبنگ قسم کے انسان ہوں گے۔ لیکن جب ملاقات ہوئی اور آمد و رفت کا سلسلہ چل نکلا تو پتہ چلا کہ موصوف تو سادگی کا پیکر ہیں۔ سادہ لباس، سادہ گفت گو، سادہ کھانا پینا، سادہ رہن سہن۔ ہر طرف سادگی ہی سادگی۔ لیکن ذوق انتہائی اعلیٰ اور نفیس۔ انتہا کے ادب دوست۔ حلقۂ احباب بے حد عمدہ۔ تحقیق کے شائق۔ حقائق کے متلاشی۔

صاف ظاہر ہے کہ ان تمام اجزا کا اثر ان کی ذات اور تصانیف میں بھی لامحالہ ظاہر ہونا تھا۔ سراپا عجز و نیاز۔ پیکرِ صدق وصفا۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے مزاج کی سادگی اور سچائی کا

Scanned with CamScanner

اثر ان کی تحریروں میں سلاست اور روانی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ان کے ذوق وشوق کی نفاست نے ان کے کلام کو نفیس بنا دیا۔ کتاب دوستی مطالعہ میں وسعت لائی۔ تحقیق کا شوق بے شمار پوشیدہ خزانے دریافت کرنے اور سربستہ راز منظر عام پہ لانے کا باعث بنا۔ اور ادیبوں، شاعروں اور فقیروں کی محافل ومجالس نے ان کی شخصیت کو ہمہ جہت اور مزید پرکشش بنا دیا۔

اگر چہ میاں صاحب پیشہ کے اعتبار سے ایک بنک کار تھے لیکن یہ شعبہ ان کی ذات و صفات پہ ہرگز اثر انداز نہ ہو سکا۔ بل کہ ہمیشہ ان کا علمی، ادبی اور تحقیقی ذوق ان کی شخصیت پہ حاوی رہا۔ اور فقراء سے تعلق کی نسبت سے فقر کا رنگ ان پہ غالب رہا۔ فقراء کی خدمت، فقراء کے تذکرے، فقراء کی محافل ومجالس بس ساری زندگی یہی ان کا اوڑھنا بچھونا رہا۔

آپ کی گراں قدر تصانیف [خیر الوارثین]، [مشائخ ہوشیار پور]، [تذکرہ شعرائے وارثیہ]، [محبوب الوارثین]، [ضیاء الوارثین]، [آثار الوارثین] اور [انوار الوارثین] میں سے کوئی کتاب اٹھا کے دیکھ لیں۔ بنیادی موضوع بل کہ تمام تر کلام کا محور ومرکز ہمیشہ تصوف وطریقت ہی رہا۔

آپ کو شہیدِ محبت واقفِ اسرار ورموزِ طریقت حضور قبلہ میاں فقیر حیرت شاہ وارثیؒ کے دست اقدس سے سرکار حضور عالم پناہ وارث پاک کی غلامی کی سند حاصل ہوئی اور میاں صاحب لسانِ طریقت خسروِ بارگاہِ وارث عالم نواز حضور قبلہ فقیر بیدم شاہ وارثیؒ کے دست گرفتہ تھے۔ لہٰذا ان ہستیوں کی نسبت سے طریقت اور ادب کا ذوق گویا آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ جس کا عکس ہم کو آپ کی تحریروں، آپ کی گفت گو اور محافل ومجالس میں آپ کی وجدانی کیفیت اور محویت کی صورت میں بہ خوبی نظر آتا ہے۔

ہمیں خوشی اس بات پہ ہے کہ میاں صاحب کے وصال کے بعد ان کے ادبی اور روحانی ورثہ کو ان کی اولاد نے بڑے احسن انداز سے محفوظ رکھا۔ بل کہ اس میں اضافہ کی بھرپور کوشش کی۔ حاجی میاں خالد وارثی، میاں شہزاد ساگر وارثی اور میاں غلام فرید وارثی تینوں صاحب زادگان طریقت اور ادب کا اعلیٰ ذوق اور حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں۔ فقراء اور درویشوں کی خدمت بھی کرتے ہیں اور بڑی دل جمعی سے اپنے بزرگوں کی روایات کو نبھا رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

برادرم غلام فرید وارثی کے ہم راہ مجھے عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ متعدد تقریبات میں اکٹھے شرکت کا موقع ملا۔ ان کو سفر حضر میں دیکھا۔ ان کے مضامین پڑھنے کو ملے۔ ان کے تمام احوال و آثار کو دیکھ کر یہ خدا یہی محسوس ہوا کہ میاں صاحب کہیں گئے نہیں غلام فرید وارثی کی صورت میں ادھر ہمارے اردگرد ہی موجود ہیں۔ ان کا مشن جاری ہے۔ اسی طرح پیار محبت بانٹ رہے ہیں۔

میری دلی دعا ہے مولا کریم حضور سرورِ کائنات ﷺ، پنجتن پاکؑ، سرکار وارث عالم نوازؒ کے صدقے میاں صاحب کو اپنے قرب سے نوازے۔ حضور نبی کریم کی شفاعت عطا فرمائے اور روز محشر وارث ارث علی کی اقتدا میں اُٹھنا نصیب ہو۔ صاحب زادگان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ سلسلہ وارثیہ کے لئے اُن کی کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے۔ اور ہمیشہ کارِ خیر کی توفیق عطا فرمائے۔

؎ خدا آباد رکھے اس چمن کو
میرے وارثؒ کی ہے یہ اِک نشانی
پھلے پھولے ترقی ہو شب و روز
میاں ساگرؒ کی بستی یہ سہانی

بتاریخ ۲۵ جولائی ۲۰۱۶ء

میاں عطاء اللہ ساگر وارثی مرحوم
یادیں اور تاثرات

(سید جمیل احمد رضوی، سابق چیف لائبریرین پنجاب یونی ورسٹی، لاہور)

مَیں جب ماضی کے آئینے میں جھانکتا ہوں تو میری لوحِ ذہن پر نقش ہے کہ 1970ء کے عشرے کے آخر میں یا 1980ء کے عشرے کے شروع میں ایک صاحب پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں آیا کرتے تھے۔ ان کا سراپا اس طرح کا تھا۔ نکلتا ہوا قد، کھلی پیشانی، موٹی آنکھیں جن پر چشمہ لگا ہوا تھا اور شلوار قمیض میں ملبوس ہوتے تھے۔ اس وقت لائبریری علامہ اقبال کیمپس (اولڈ کیمپس) والی پرانی عمارت میں کام کر رہی تھی۔ راقم السطور اس زمانے میں اس کے اوری اینٹل سیکشن (Oriental Section) کا انچارج تھا۔ چند روز کے بعد مجھے ایک رفیق کار نے بتایا کہ ان صاحب کا نام میاں عطاء اللہ ساگر وارثی ہے اور یہ اسٹیٹ بنک آف پاکستان میں بہ طور آفیسر کام کرتے ہیں۔ تحقیق کرنا ان کا شوق ہے اور صاحبِ تصانیف بھی ہیں۔

آہستہ آہستہ میرا بھی ان سے تعارف ہو گیا۔ ایک روز سلسلہ وارثیہ کے حوالے سے بات شروع ہوئی تو مَیں نے کہا کہ ہمارے ایک جاننے والے ہیں۔ وہ بھی وارثی ہیں۔ ان کا نام چوہدری غلام رسول افضل وارثی ہے۔ ان کی رہائش گاہ تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں ہے۔ وہ نعت گو شاعر بھی ہیں۔ مَیں نے یہ بھی بتایا کہ میرے بڑے بھائی سید سعید احمد شاہ بھی وہیں رہتے ہیں۔ دونوں محکمہ صحت تاندلیانوالہ میں ملازم تھے۔ میری باتیں سن کر ساگر صاحب نے کہا کہ چودھری غلام رسول افضل وارثی تو میرے پیر بھائی ہیں۔ مَیں ان کے ہاں جاتا رہتا ہوں۔ مَیں آپ کے بھائی سعید احمد شاہ کو بھی جانتا ہوں۔ مَیں ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا ہوں اور ان کے ساتھ حقہ بھی پیتا ہوں۔

اس طرح میاں ساگر وارثی سے تعارف قربت میں تبدیل ہو گیا۔ مَیں نے ان کی شخصیت کو قریب سے دیکھا وہ نہایت شریف النفس اور کم گو انسان تھے۔ سادگی کا پیکر تھے۔ بائی سائیکل

Scanned with CamScanner

پر اسٹیٹ بنک سے لائبریری آتے تھے۔ اپنے کام سے کام رکھتے، کتابوں سے استفادہ کرنے کے لیے مسلسل لائبریری آیا کرتے تھے۔ ان کا حلقہء تعارف کافی وسیع تھا۔ مَیں حکیم موسیٰ امرتسریؒ (17۔نومبر 1999ء) کے مطب میں ان سے ملنے کے لیے جایا کرتا۔ ایک روز مَیں حکیم صاحب کے مطب میں حاضر ہوا۔ وہاں ذکر ہوا کہ میاں ساگر صاحب حج کر کے آئے ہیں۔ غالباً حکیم صاحبؒ نے ان سے ملنے کی بات بھی کی۔ میاں صاحب حکیم صاحبؒ سے علمی اور تحقیقی کاموں میں مشورہ بھی کرتے۔ عزیزم میاں غلام فرید وارثی سلمہ نے مجھے بتایا کہ والد صاحب نے [انوارالوارثین] معروف بہ مشائخ جالندھر پر کام حکیم صاحبؒ کے مشورہ سے شروع کیا تھا۔ یہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ اوران کے ذخیرہ کتب مخزونہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

1987ء میں پنجاب یونی ورسٹی لائبریری کی نئی عمارت قائداعظم کیمپس (نیوکیمپس) میں تعمیر ہوگئی۔ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی بھی اپنی تحقیق کے سلسلے میں بائی سائیکل پر لائبریری میں آیا کرتے تھے۔ ان کی رہائش گاہ اسلام آباد کالونی، سمن آباد لاہور، میں تھی۔ ایک روز مَیں دفتری اوقات کے بعد پرویز اسلم قاضی صاحب مرحوم (ڈپٹی چیف لائبریرین) کے ساتھ ان کی گاڑی میں آرہا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ ساگر وارثی صاحب سائیکل سے اتر کر موڑ بھیکے وال کے چوک کو کراس کررہے تھے۔ مَیں نے قاضی صاحب کی توجہ بھی اسی جانب کرائی۔ یہ طرزِ عمل ان کے علمی کاموں کے ساتھ گہرے تعلق کو ظاہر کرتا۔

میاں ساگر وارثی نے عمر بھر نہ صرف علم کے ساتھ رابطہ رکھا بل کہ انھوں نے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ صورت میں قلمی آثار بھی چھوڑے ہیں۔ اُن کی تفصیل ان کے فرزند ارجمند میاں غلام فرید وارثی نے دی ہے۔ ان کا متعلقہ اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”(میاں ساگر وارثی) نے اپنی ملازمت کے دوران مختلف کتابیں بھی لکھی ہیں، جن میں [خیرالوارثین]، [مشائخ ہوشیار پور]، [تذکرہ شعرائے وارثیہ] اور [محبوب الوارثین] تو چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ مگر دوسری کتابوں کے ابھی قلمی نسخے موجود ہیں۔ [ضیاء الوارثین] (شعرائے وارثیہ، حصہ دوم)، [آثارالوارثین] (حالات حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ اور بابا رحمت علی چشتی صابریؒ)، [مفید

Scanned with CamScanner

الوارثین] (سلسلہ عالیہ وارثیہ میں جمہوریت ، یکجہتی اور رواداری)اور [انوارالوارثین](معروف بہ مشائخ جالندھر) جب کبھی موقع ملا (تو) انہیں بھی ضرور چھپوایا جائے گا۔

یہاں پر ذاتی حوالے سے ایک واقعہ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔اس سے ان کا حکیم صاحبؒ سے تعلق خاطر اور شرافت کا اظہار ہوتا ہے۔

ایک واقعہ کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جو غلام رسول افضل وارثی اور ان کے پیر بھائی میاں عطاء اللہ ساگر وارثی سے متعلق ہے۔میر ایک مضمون افضل وارثی کی نعت گوئی کے بارے میں 2017ء میں سہ ماہی صدائے لائبریرین میں شائع ہوا تھا۔اس کا متعلقہ اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

''راقم السطور غالباً نومبر 2000ء میں تاندلیانوالہ گیا تھا۔ وہاں اپنے بھائی (سعید احمد شاہ صاحب) کے ہاں ٹھہرا۔ واپسی کے روز مَیں افضل وارثی صاحب سے ملنے اور مزاج پرسی کے لیے ان کے ہاں گیا۔ڈرائنگ روم میں لیٹے ہوئے تھے۔ سخت بیماری کی حالت میں تھے۔مَیں تھوڑی دیر ان کے پاس ٹھہرا۔ بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے۔مَیں نے اجازت لیتے ہوئے ان سے کہا کہ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی (م:7 فروری 2000ء)درویش انسان تھے۔یہ سن کر وارثی صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔جذباتی انداز میں کہا کہ واقعی وہ درویش تھے''۔

اب پھر ان کی علم دوستی اور کتاب دوستی کے حوالے سے تحریر کیا جاتا ہے۔

ساگر وارثی صاحب نے اپنی ذاتی لائبریری بھی بنائی ہوئی تھی۔مَیں مارچ 1995ء سے 19 اکتوبر 2001ء تک چیف لائبریری کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتا رہا۔اس دوران ساگر صاحب ایک روز میرے دفتر میں آئے اور کہا کہ مَیں اپنی ذاتی لائبریری پنجاب یونی ورسٹی لائبریری کو بہ طور عطیہ دینا چاہتا ہوں۔یہ بھی کہا کہ اس کو الگ ذاتی ذخیرہ کی حیثیت سے رکھا جائے۔مَیں نے کہا کہ اس کے لیے ضروری دفتری کارروائی مکمل کرنے کے بعد ایسا ممکن ہوگا۔ پھر آپ یہ بھی چاہیں گے کہ اس کی فہرست بھی پہلے تیار کی جائے۔انہوں نے کہا کہ اس کی فہرست

Scanned with CamScanner

میں نے پہلے ہی بنائی ہوئی ہے۔ اور یہ ٹائپ کی ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ فہرست مجھے دکھائی بھی۔ میں ان کے اس کام سے بہت متاثر ہوا۔ جب دفتری کارروائی مکمل ہوگئی تو ساگر صاحب سے وقت مقرر کیا گیا تاکہ ان کی لائبریری کو دیکھ بھی لیا جائے اور اس کو یونی ورسٹی لائبریری میں منتقل کرنے کے لیے پہلے ضروری اقدامات بھی اٹھا لیے جائیں۔ اس حوالے سے ان سے وقت مقرر ہو گیا۔ میرے ساتھ سٹاف کے دو ممبرز مقررہ وقت پر ان کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ ان کی ذاتی لائبریری غالباً ڈرائنگ روم میں الماریوں میں رکھی ہوئی تھی۔ منتقلی کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ اس فہرست کے مطابق کتابوں کے پیکٹ باندھ لیے جائیں گے۔ جب یہ کام مکمل ہو جائے گا تو پھر آپ کا ذخیرہ یونی ورسٹی لائبریری میں منتقل ہو جائے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ انجام کار ان کا ذخیرہ لائبریری میں شفٹ ہو گیا اور ذخیرہ ''الواث کلیکشن'' کے عنوان سے لائبریری میں محفوظ ہے۔ قارئین اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہ ساگر وارثی مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ کا کام کرتا ہے۔

ساگر صاحب نے اپنی حیات میں ذاتی لائبریری کے بارے میں بہت اہم فیصلہ کیا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی صاحبِ علم اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے تو اس کے غیر علمی ورثا کتابیں ضایع کر دیتے ہیں۔ ردی میں بیچ دیتے ہیں یا کتابیں دست بردِ زمانہ سے ضایع ہوجاتی ہیں۔ ساگر صاحب کے سامنے حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ کی مثال تھی جنہوں اپنا عظیم ذخیرہ کتب 1989ء میں پنجاب یونی ورسٹی لائبریری کو بہ طور عطیہ دے دیا تھا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ ساگر صاحب حکیم صاحب کے اس عمل سے ضرور متاثر ہوئے ہوں گے۔

میاں عطاء اللہ ساگر وارثی کے ذخیرہ کی فہرست لائبریری سٹاف کے ایک ممبر سید بدر الحق (لائبریرین) نے سائنسی انداز میں مرتب کی ہے۔ یہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ بدر صاحب نے اس فہرست کے متعلق مجھے فون پر بتایا کہ یہ مصنف کے اعتبار سے الفبائی ہے۔ ہر اندرج میں کتابیاتی تفصیل دی گئی ہے اور کتاب کا نمبر بھی دیا گیا ہے۔ اس فہرست کے آخر میں دو اشاریے بنائے گئے ہیں۔ اشاریہ مصنف اور اشاریہ عنوان کتاب۔ اس اشاریے کی مدد کتاب کا نمبر آسانی سے تلاش کیا ہے۔ اور کتاب کو وقت ضائع کیے بہ غیر الماری سے نکالا جا سکتا ہے۔ اس طرح اس

Scanned with CamScanner

ذخیرے کی کتاب کی تلاش میں قارئین کو کوئی دقت نہیں ہوتی۔

میاں غلام فرید وارثی (مؤلف کتاب) نے کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ موضع اروپ ضلع گوجراں والا کی تاریخ سے متعلق ہے یعنی انھوں نے اس موضع کو تاریخ کی روشنی میں دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ تاریخی تحقیق کا انحصار متعلقہ مآخذ و مصادر پر ہوتا ہے۔ اس لیے تاریخی تحقیق کے لیے عزم ضخیم اور بلند ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتاب کی دوسرا حصہ میاں عطاء اللہ ساگر وارثی مرحوم کے بارے میں ہے۔ مَیں عزیز محترم غلام فرید وارثی کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے والد محترم کے فرزند ارجمند ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ عزیز محترم کو اپنے والد مرحوم کی علمی روایات پر چلنے کی توفیق ارزانی کرے تاکہ وہ ساگر صاحب کے غیر مطبوعہ مسودات کو شایع کرنے کا اہتمام کر سکیں۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

سیّد جمیل احمد رضوی

11۔ بی، نیو شالیمار ٹاؤن، ملتان روڈ، لاہور

0322-4844060

تاریخ 30 جولائی 2018ء

Scanned with CamScanner

محسن اروپ میاں ساگروارثیؒ

از قلم: پروفیسر محمد اسلم اعوان
(سابق صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ، اسلامیہ کالج، گوجراں والا)

برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے محسن جدید تعلیم اور مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے بانی سر سیّد احمد خان (پیدائش 1817ء۔وفات 1898ء) نے آج سے تقریباً پونے دوسو سال قبل شہر دہلی کی قدیم عمارتوں اور قدیم خاندانوں پر [آثارالصنادید] کے عنوان سے ایک کتاب اردو میں لکھی تھی۔ یہاں برصغیر پاک و ہند میں کم مگر یورپ وغیرہ میں اس کتاب کو بہت پذیرائی ملی۔ انگریزی اور دیگر یورپی زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے ہوئے۔ سر سیّد احمد خاں کو اس کتاب پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی۔

آمدم برسرِ مطلب!

عزیزم غلام فرید وارثی نے جب مجھے بتایا کہ وہ موضع اروپ کی تاریخ، تصوف، شخصیات اور صوفیاء کے موضوع پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں تو فطری طور پر مجھے بہت مسرت ہوئی کہ وہ اپنے والدِ گرامی میاں عطاء اللہ ساگروارثی مرحوم (متوفی۔7 فروری 2000ء) کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے والد مرحوم کی روایت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

میاں عطاء اللہ ساگروارثی نے آج سے ستائیس سال قبل (فروری 1991ء) میں [مشائخ ہوشیار پور] کے عنوان سے ایک گراں قدر علمی و تحقیقی کتاب لکھی تھی۔ اس کے بارے میں ''چند باتیں'' کے عنوان سے مشہور مورخ، تذکرہ نگار ایڈیٹر سہ ماہی [المعارف] اور ادارہ ثقافت اسلامیہ ،لاہور کے رکن محمد اسحٰق بھٹی مرحوم (م 22، دسمبر 2015ء) نے تحریر کیا تھا۔

اس کتاب میں حضرت خواجہ محمد دیوان رحمتہ اللہ علیہ تھلوی کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ راقم السطور ہذا کے والدِ گرامی معراج الدین اعوان مرحوم (وفات 26 فروری 2007ء) خواجہ صاحب کے ان چند خاص مریدوں میں سے تھے جو آخری دم تک اپنے مرشدِ گرامی کی تربیت اور ہدایت

Scanned with CamScanner

پر عمل کرتے ہو۔ بہ صوم وصلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ تہجد بھی قایم رکھے ہوئے تھے۔ حسن اتفاق سے میرے والد مرحوم اور میاں عطاء اللہ ساگر کا تعلق نہ صرف ایک گاؤں موضع ہردو تھلہ شریف تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیارپور، بھارت سے ہے بل کہ انتہائی قریبی ہم سائے ہونے کے سبب ہمارے مکانوں کی چھتیں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ یعنی عزیزم غلام فرید وارثی اور میرے آباؤ اجداد کا تعلق تقریباً گذشتہ دو صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔

عزیزم نے جب مجھ سے اس بارے میں کچھ لکھنے کی فرمایش کی تو مَیں انکار نہ کر سکا بل کہ مجھے مسرت ہوئی کہ وہ میرے بڑوں کی روایت کو زندہ کر رہے ہیں۔ عزیزم کا کہنا تھا کہ مَیں اروپ کے سیاسی، سماجی، عمرانی، معاشی حالات پر ضرور لکھوں تو مَیں شوق کے باوجود سوچ میں پڑ گیا کہ سیاسی شخصیات پر لکھنا، تلوار کی دھار پر چلنے کے برابر ہے۔ لیکن پھر بھی مَیں نے حامی بھر لی اور ساتھ ہی خیال آیا کہ جس طرح مذکورہ بالا کتاب [آثارلصنادید] میں سرسیّد احمد خاں کے لکھے ہوئے محلے، گلیاں ختم ہوگئیں۔ ان کی جگہ پر وہاں نئی عمارتیں، نئی آبادیاں تعمیر ہوئیں۔ ہمارے قدیم قصبہ اروپ کا ماحول بھی تیزی سے بدلتا جا رہا ہے۔ نئی نئی آبادیاں تعمیر ہو رہی ہیں۔ اس کے مقیم نقل مکانی کرتے ہوئے، نئے مقامات نئے شہروں اور جدید آبادیوں میں نئے نئے محلے آباد کر رہے ہیں۔ لہذا اروپ کی قدیم گلیوں اور ان میں آباد خاندانوں، شخصیات، دوست احباب اور افراد کا مختصر تذکرہ اور یادداشت لکھ کر محفوظ کر لیا جائے، کیوں کہ ممکن ہے کہ چند سال بعد اس موضوع سے دل چسپی رکھنے والے بھی معدوم ہو جائیں۔ بہ قول

؎ آں قدح بشکست و آں نماند

یعنی میخانہ شہر کی رونق یوں اُجڑ گئی ہے کہ وہاں پیالے صراحیاں ٹوٹی پڑی ہیں اور ساقی ے خانہ کی رونق بڑھانے والے افراد کا وجود تک باقی نہیں رہا۔ شہر کو بسانے والے یا تو دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں یا ان کے بعد آنے والے نئے شہروں، دیگر مقامات پر منتقل ہو گئے۔

27 ستمبر 2015ء

Scanned with CamScanner

تقریظ

صاحب زادہ مقصود احمد صابری

(مرتب انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام)

رسول رحمت ﷺ کی حدیث شریف ہے کہ نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی ان لوگوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جو نیکی کی طرف رہنما بن کر اس کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں۔ ایسے ہی بدی کے رہنما بھی بعد میں آنے والوں کی معصیت میں برابر کے شریک سمجھے جاتے ہیں۔

میرے دل بر جانی اور برادر عزیز جناب صاحب زادہ میاں غلام فرید وارثی زیدہ شرفہ، نے بھی اپنے عظیم والد گرامی جناب حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہوئے اپنے آبائی گاؤں اروپ شریف کے نام سے تحقیقی کام کر کے ایک عظیم اور نیک کارنامہ انجام دیا ہے۔

عزیزی میاں غلام فرید وارثی زیدہ مجدہٗ کی ولادت مورخہ 15 جولائی 1977ء کو بہ مقام الوارث منزل سمن آباد لاہور حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی علیہ الرحمۃ جو اپنے وقت کے عظیم صوفی بزرگ اور ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ اور اپنے عہد کے صوفیہ و مشائخ میں اہمیت کے حامل بزرگ تھے کے علمی و روحانی گھرانے میں ہوئی۔

حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی صاحب علیہ الرحمۃ عظیم صوفی بزرگ حضرت بابا جی رحمت علی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین تھے وہ مرید تھے حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کے جن کا مزار پرانوار ہردو تھلہ شریف، ہوشیار پور، بھارت میں مرجع خلایق ہے۔

اس طرح میاں غلام فرید وارثی صاحب زیدہ شرفہٗ تین، چار پشتوں سے اولیائے کرام کی اولاد اور ان کے مشن کے روحانی وارث ثابت ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دن و رات خدمت صوفیہؒ میں مصروف نظر آتے ہیں، علمائے کرام مشائخ عظام کے ایک بہت بڑے حلقہ سے ان کا

Scanned with CamScanner

تعلق انتہائی درجے کا مضبوط ہے۔ کسی نہ کسی بہانے سے وہ اپنے بزرگوں اہل علم وعرفان سے رابطہ میں رہتے ہیں۔

یہ ان کے والدین کی دعاؤں اور بزرگوں کی دعاؤں کا ہی ثمر ہے کہ انہوں نے اپنی بھرپور جوانی اور عالم شباب میں اپنے بزرگوں کے علاقہ اروپ شریف تحصیل وضلع گوجراں والا کے متعلقہ ایک خوب صورت تصنیف لطیف "سوانح حیات میاں عطاء اللہ ساگر وارثی مع تاریخ اروپ"، قلم بند کردی۔ جناب میاں غلام فرید وارثی صاحب نے اگرچہ زیادہ تر کام مشائخ کے حوالے سے کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے موضع اروپ شریف کی حلقہ بندی اور وہاں پر بسنے والی اقوام، وہاں کے رسم ورواج اور اطوار پر گہری نظر رکھ کر اجاگر کیا۔ الغرض ہر ہر چیز پر دیانت داری سے کام لیتے ہوئے اس کو جانچ پرکھ کر لکھا تاکہ کوئی سقم باقی نہ رہ جائے۔ اس سے میری مراد ہرگز یہ نہیں کہ یہ کام ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے۔ پوری دنیا میں لکھی جانے والی کسی بھی موضوع پر کوئی بھی کتاب مکمل اور حرف آخر نہیں ہوتی، کوئی نہ کوئی خامی یا کمی باقی رہ ہی جاتی ہے اور اس کمی کو آئندہ آنے والے وقتوں میں کوئی دوسرا شخص پورا کرتا ہے۔ اسی طرح جناب مخدومی میاں غلام فرید وارثی صاحب نے ایک قصبے اور موضع جس کے بارے آج سے پہلے کسی نے سوچا بھی نہ تھا اس پر کام کی بنیاد رکھ کر اس دھرتی کا سپوت ہونے کا حق ادا کردیا، اب آگے آنے والے وقتوں میں جو کوئی بھی موضع اروپ شریف کی تاریخ اور تذکرہ لکھے گا میاں غلام فرید وارثی صاحب کی یہ کتاب سنگ میل ثابت ہوگی اور ہر لکھاری اس سے استفادہ کرکے اپنے کام کو مکمل کر سکے گا۔

اس کام پر میاں صاحب کو جس قدر خراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے۔ آج کے نفسا نفسی کے دور میں کس کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ اتنی چھان بین کر کے اتنا بڑا اور مضبوط کام کرے، آج کے دور میں جب کہ کسی کو ایک خط میں اپنے ذاتی چند معاملات ومسایل لکھنے کا وقت نہیں ہفتوں نہیں مہینے اور برس گذر جاتے ہیں جواب لکھنے کا وقت نہیں، بل کہ اس مادہ پرستی کے دور میں کسی کے پاس ٹیلی فون کا جواب دینے کا وقت نہیں جب کہ ہر شخص کے پاس موبائل فون کی سہولت موجود ہے۔ ان تمام حقایق کی روشنی میں ماننا پڑے گا کہ وہ لوگ بہت عظیم ہیں جو اقوام وبلاد وعلاقہ اور پھر خاص کر بزرگان دین کے تذکرے جمع کر کے لکھیں۔ لکھنا دل گردے کا کام ہے پھر

Scanned with CamScanner

دوسرے مرحلہ میں کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور تیسرا سب سے اہم مرحلہ 60-70 ہزار یا لاکھوں روپے خرچ کر کے کتاب کو چھپوائے اور اسے عوام الناس تک پہنچائے۔ یہ تمام کام ''جوئے شیر لانے کے مترادف ہے''۔

جناب محترم میاں غلام فرید وارثی صاحب نے اس کتاب میں ''تاریخ اروپ شریف'' وجہ تسمیہ اروپ، موضع اروپ میں مقیم اقوام، مثلاً رندھاوا، چیمہ، بھنڈر، ان کے بزرگوں کی تاریخ کہ وہ کہاں کہاں سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے اور اب ان کا حدود اربعہ کیا ہے، ان کی سیاسی و سماجی اور مذہبی حیثیت کس قدر مضبوط ہے اور ان میں سے کس کس کا کون سے بزرگان دین سے تعلق و رابطہ واسطہ قایم ہے۔

اس کے ساتھ ہی میاں صاحب نے ''اروپ شریف'' میں دین اسلام کی تبلیغ و ترویج و اشاعت کرنے والے بزرگان دین مثلاً ''حضرت باوا شاہ پنن ولی قادری، حضرت بابا گودر شاہ ولی معروف بہ بابا گھوڑیاں والا، بابا دولت علی سرکار، بابا جھال بیری، مسافر پیر، حضرت لکھ داتا، حضرت بابا رحمت علی چشتی صابری، حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابری، حضرت خواجہ علی محمد چشتی صابری، ملک دیدار علی معروف بہ بڑے بادشاہ سلامت، حضرت خواجہ میاں عمر دین قادری چشتی صابری، ملک خورشید علی معروف بہ چھوٹے بادشاہ سلامت، پیر ریاض فرید معروف بہ رانجھن پیر، جیسے نیک نام بزرگان دین کے زہد و تقویٰ، پرہیز گاری، ان کے کشف و کرامات، عبادات و ریاضات، اور ان کی دینی و ملی خدمات کا تذکرہ کیا ہے وہاں میاں غلام فرید وارثی زایدہ شرفہ کے عظیم والد گرامی اور سلسلہ عالیہ وارثیہ کے معروف صوفی بزرگ جناب حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی رحمتہ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات زندگی رقم کر کے بہت سے چھپے ہوئے ابواب سے پردہ اٹھانے کی ہمت و جسارت کی ہے، جس پر انہیں داد و تحسین دیئے بہ غیر نہیں رہ سکتا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کام انہیں کے حصے میں آیا، ہمیں اس بات اور حقیقت کا بھی اعتراف کرنا ہوگا کہ اپنے والد کے حالات کے بارے میں جو کچھ اس کی اولاد اور پھر اولاد و لادہ ہی نہیں بل کہ اولاد استفادہ بھی ہو۔ اس سے بہتر اور زیادہ کون جان سکتا ہے۔

میرے مخدومی جناب میاں غلام فرید وارثی دام اقبالہ نے اپنے عظیم والد گرامی کے ساتھ جو وقت گزارا، اس کے ایک ایک لمحے سے بہ خوبی آشنا ہیں اور پھر ہوتے بھی کیوں کہ والد کی زندگی

میں گھر میں آنے والے درویشوں، وارثی فقیروں اور اہل علم و دانش کی خدمت و خاطر اور ان کا قرب و رفاقت میاں غلام فرید صاحب کا مقدر رہا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے اسفار بھی والد گرامی کی ہم راہی میں طے کیئے اور اپنے عظیم والد گرامی کے نام لے کر بہت سے احباب کی جانب تشریف لے جاتے رہے۔

ے این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشندہ خدائے پاک را

دور حاضر میں بزرگوں کی اولاد ان تمام معاملات سے مستثنیٰ اور اپنے بزرگوں کی سوانح عمری سے بے خبر چلی آ رہی ہے۔ اور ''من پدرم سلطان بود'' کا راگ الاپتی نظر آتی ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کے اس ورثے یعنی مال دولت اور جائیداد حتیٰ کہ گدی کے وارث تو بن کر بڑے طمطراق سے زندگی گزارتے نظر آتے ہیں مگر ان کے روحانی اور علمی وارث بہت کم نظر آتے ہیں۔

میرے مخدوم و محترم میاں غلام فرید وارثی صاحب اپنے والد گرامی کے علمی و روحانی مشن کے حقیقی وارث کے طور پر ثابت ہوئے میاں صاحب کے والد گرامی نے اپنے آبائی علاقہ ہوشیار پور بھارت کے بزرگوں پر [تذکرہ مشائخ ہوشیار پور] رقم فرمائی اور میاں غلام فرید نے قیام پاکستان کے بعد کے اپنے آبائی علاقہ اروپ شریف پر ''تاریخ اروپ شریف'' لکھ کر اپنے کام کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اللہ کریم ان کے قلم میں عمل میں لافانی برکتیں پیدا فرمائے آمین۔ اور اپنے عظیم والد گرامی کے اس روحانی مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ غالباً سلسلہ وارثیہ کے بزرگوں پر بھی کافی کام مکمل کر چکے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کا جناب میاں غلام فرید وارثی صاحب سے تقریباً عرصہ دس برس سے قلبی تعلق چلا آ رہا ہے۔ ہر سال حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس پر آپ سے نہ صرف ملاقاتیں ہوتی ہیں بل کہ ان کے رفقاء اور بہت سے بزرگوں سے بھی آپ ہی کی معرفت شناسائی ہوئی ہے۔ جو میری اس فانی زندگی کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ ان بزرگوں میں فقیر ڈاکٹر تنویر وارث وارثی آستانہ عالیہ چھپر شریف گوجرخان، جناب راشد عزیز وارثی معروف بہ فقیر مراد شاہ وارثی سنگھوئی شریف جہلم، جناب صوفی الیاس احمد صابری مرحوم، صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی، حضرت قبلہ صوفی میاں خلیل احمد صابری مانک پوری مدظلہ العالیٰ اور جناب ڈاکٹر

Scanned with CamScanner

پروفیسر شوکت صاحب لاہور کے علاوہ بھی بہت سے قیمتی اور نایاب ہیروں کی مانند بہت سے اہل علم واہل عرفان سے ملاقات اس بات کی غماز ہے کہ میاں غلام فرید وارثی صاحب کا حلقہ احباب کوئی معمولی لوگوں پر مشتمل نہیں بل کہ ایک مضبوط علمی و روحانی حلقہ ہے اور یہ بات بھی درست ہے کہ بندہ اپنے دوستوں اور سوسائٹی سے پہچانا جاتا ہے کہ مصداق ان کی شناخت یہی اہل عمل و عرفان شخصیات ہیں اور یہ ماحول آپ کو ورثے میں ملا ہے۔

فقیر راقم الحروف جب بھی لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار کی حاضری کے لیے پہنچا تو مَیں نے میاں غلام فرید وارثی کو پہلے سے موجود پایا، یہ فقیر صابری اپنے حلقہ احباب اور دوستوں میں تحدیث نعمت کے طور پر اکثر کہا کرتا ہے کہ لاہور میں میاں غلام فرید وارثی صاحب میرے پروٹوکول آفیسر ہیں مَیں ان کی مرضی کے بہ غیر لاہور میں کچھ نہیں کر سکتا۔

آپ نے کامرس کی تعلیم پنجاب یونی ورسٹی سے حاصل کی اسی مناسبت سے جناب وارثی صاحب ایک پرائیویٹ ادارے میں بہ طور ٹیکس کنسلٹنٹ ملازمت کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود تصوف وطریقت کے فروغ واشاعت کے لیے دن ورات عمل پیہم اور یقین کامل اور پختہ اعتقاد سے مصروف نظر آتے ہیں۔ آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف تحصیل گوجر خان سے انتہا درجہ کی عقیدت کی بنا پر حضرت فقیر عزت شاہ وارثی نور اللہ مرقدہ اور ان کے دونوں بھتیجوں فقیر ڈاکٹر تنویر وارث وارثی اور فقیر مراد شاہ وارثی سے دلی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔ خداوند کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مالک ومولیٰ حضرت صاحب زادہ میاں غلام فرید وارثی صاحب اور ان کے دیگر برادران کو مستقبل میں بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضور عالم پناہ سرکار وارث پاک کے فیضان کی دولت سے مالامال فرمائے۔

آمین بجاسید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دلدادۂ چراغ چشت

صاحب زادہ مقصود احمد صابری

آستانہ عالیہ گلستان غریب نواز، موہڑہ چھپر، غوث اعظم روڈ، راولپنڈی

Scanned with CamScanner

میاں علی رضا قادری
(دربار عالیہ قادریہ میاں محمد عبداللہ قادریؒ ٹوپیاں والی سرکار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ وسوانح نگاری ایک مستقل فن کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر زمانے میں اس کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔ اسی سے تمدن، رواج اور عقائد کا ارتقائی سلسلہ بنی نوح انسان کے پیش نظر رہا ہے۔ پہلے پہل انفرادی سطح پر اس کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ پھر حکمرانوں نے تاریخ نویسی پر خصوصی توجہ دی اور روز بروز کے اہم واقعات کو نقل کرنے کا پورا اہتمام کیا۔

ہمارے محترم دوست جناب غلام فرید وارثی صاحب کے والد گرامی جناب میاں عطاء اللہ ساگر وارثی صاحب بھی تاریخ وسوانح نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ جن کی چند مطبوعہ کتابوں میں خیر الوارثین، تذکرہ مشائخ ہوشیار پور، تذکرہ شعرائے وارثیہ، تذکرہ مشائخ جالندھر اور محبوب الوارثین ہیں۔ جو سب کی سب اپنے مقام پر ایک منفرد حیثیت کی مالک ہیں۔ غلام فرید وارثی صاحب اپنے والد کی ہی بازگشت معلوم پڑتے ہیں۔

جنہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد "تاریخ اروپ" مرتب کی ہے۔ اس منفرد کام پر وہ یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس قابلِ قدر کام کی تکمیل کے پیچھے ان کی محنت اور لیاقت کے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوں سے محبت اور سلسلہ وارثیہ سے بے پناہ عقیدت جو کہ ان کو ورثہ میں ملی ہے، کا بھی اہم کردار ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اس کام کو ان کی شناخت اور نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین! یا رب العالمین

واپڈا ٹاؤن، گوجراں والا

5 نومبر 2019ء

باب اوّل

گوجراں والا

گوجراں والا جرنیلی سڑک (جی ٹی روڈ) کے کنارے دارالحکومت پنجاب، لاہور سے 42 میل شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔ 2017ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کا پانچواں بڑا شہر ہے۔ ضلع کے گزٹیئر کے مطابق مغلیہ دور سے بہت پہلے خان نامی ایک جاٹ نے اس تاریخی شہر کی بنیاد رکھی۔ جس بنا پر اس شہر کا نام ابتداء میں خان پور تھا۔ لیکن بعد ازاں گوجر، خانہ بدوش لوگ امرت سر سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہوئے۔ یہاں ان لوگوں نے قرب وجوار میں گیارہ گاؤں آباد کیے۔ [Gujranwala Distric, Part-A, Edward H.Lincoln,1936,P-1]

کیوں کہ یہ لوگ مال مویشی پال کر گذر اوقات کرتے تھے۔ اس لیے مال مویشیوں کی کثرت کی بناء پر اس جگہ کو گوجراں والا یعنی ''گجروں کی رہائش گاہ'' کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ڈاکٹر وحید قریشی اپنی کتاب [اورینٹل سٹڈیز] میں تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ قوم گوجر (گوالے) نہیں بل کہ گوجر (جاٹ) تھے۔ تاریخی شواہد سے بھی یہ بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جہاں گوجراں والا شہر آباد ہے۔ وہاں ایک چوہدری گوجر کا کنواں تھا۔ جس کے مواشی کی ایک وسیع چراگاہ تھی۔ اس وجہ سے اس کنوئیں کا نام گوجراں والا ہوگیا۔'' [تاریخ گوجراں والا، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، ص،34]

ممتاز برطانوی مورخ مسٹر ڈبلیو ہنٹر اپنی کتاب [تاریخ ہند] میں گوجراں والا کے حوالے سے لکھا ہے:

''گوجراں والا شہر زمانہ قدیم کے ایک خوش حال دور میں تعمیر ہوا۔ اس ضلع کے ابتدائی خوش حالی کے زمانے اور اس زمانے سے طویل مدت بعد نمودار ہونے والے تاریخی خدوخال میں کوئی مطابقت نہیں۔ کیوں کہ اوّل الذکر اور موخر الذکر کے

ادارے کے طویل مدت عرصے کے متعلق ہمارے پاس کوئی تاریخی مواد بھی موجود نہیں۔ بہ ظاہر یہ بات دور از حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانے میں جب کہ لاہور ابھی آباد بھی نہیں ہوا تھا ضلع گوجراں والا ہی کو پنجاب کا دارالحکومت ہونے کا شرف حاصل رہا۔ ہمیں بدھ مت کے پیروکار چینی سیاح کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ 630ق م میں اس نے اسی علاقے میں ایک شہر کو دیکھا تھا جو ''سیکیا بادینی'' کے نام سے مشہور تھا اور جو پانچ دریاؤں کے سارے ملک کا ایک دارالحکومت تھا۔'' [Gujranwala Distict, Gaetteer,1893-94,p.16۔ ادبی مجلہ مہک، ص،23]

بدھ مت حکومت اپنے دور کی سب سے بڑی حکومت تھی۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ بدھ مت حکومت کے دور میں گوجراں والا پنجاب کا دارالحکومت تھا تو اس سے بجا طور پر گوجراں والا کی تاریخی قدامت عظمت پارینہ اور بے پناہ شان و شوکت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تاریخ سے قطعی اندازہ نہیں ہوتا کہ گوجراں والا کتنا عرصہ پنجاب کا دارالحکومت رہا۔ جب تک بدھ مت حکومت مضبوط رہی شمال مغربی دروں سے حملہ آوروں کی یلغار بند رہی اس کے بعد منگولیا، ترکستان، افغانستان اور ایران وغیرہ سے جنگجو قبائل پنجاب پر حملہ آور ہو کر اسے تباہ و برباد کرتے رہے بعض اوقات سفاک حملہ آور ملک کی آبادی کو بالکل تہہ تیغ کر دیتے تھے اور میلوں تک کہیں انسانی آبادی کا نام و نشان تک نہ ملتا تھا۔ صدیوں تک صورت حال یہ رہی کہ کبھی پنجاب آباد ہے اور کبھی برباد۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص،24]

ایک روایت کے مطابق بدھ مت کے زمانے ریلوے لائن (کنہیا باغ) کے قریب ایک ٹیلے کا وجود ہے یہ ٹیلہ پرانی آبادی کا نشان ہے۔ اسی روایت کے مطابق اسے لیکھم پور کہتے تھے۔ لیکھم پور کا اصل ٹبہ یہی ہے موجودہ جگہ جہاں گوجراں والا آباد ہے اس زمانہ میں بالکل ویران تھی۔ لیکھم پور میں کوئی قوم رہتی تھی جسے کھوکھروں نے لوٹا تھا۔ اس لیے اسے لیکھم پور کھوکھراں بھی کہتے تھے۔ کھوکھر یہاں ڈھائی ہزار سال کے قریب آباد رہے۔ انہی کھوکھروں کی یادگار آج کا علاقہ کھوکھر کی ہے۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص،24]

Scanned with CamScanner

احمد شاہ ابدالی کے دور میں یہ شہر وسیع وعریض رقبے پر مشتمل نہیں تھا بل کہ چار چھوٹے چھوٹے دیہات میں منقسم تھا۔ ان دیہات کی تفصیل درج ذیل ہے۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص، 28]

گوجراں والا کے مشہور دیہات:

سرائے کچی: تمام مغل شہزادے آگرہ سے کشمیر جاتے ہوئے شاہراہ اعظم پر سے گزرتے تھے۔ چوں کہ ان دنوں یہ سڑک سرائے کچی سے ہوکر گزرتی تھی اس لئے وہ بھی سرائے کچی سے ہوکر گزرتے تھے۔ اس علاقے کی حیثیت محض ایک معمولی گاؤں کی تھی۔ یہ گاؤں شاہراہ اعظم کے کنارے واقع تھا۔ بیش تر مکان کچے تھے۔ سرائے مسافروں کے ستانے اور قیام کرنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک باؤلی اور ایک قدیم قبرستان بھی تھا۔ غالباً یہی قبرستان وسیع ہوکر آج چمن شاہ کے قبرستان سے موسوم ہے۔ اس راستے سے مغل شہنشاہ گزرتے رہے ہیں۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص، 28]

سرائے گوجراں: یہ حصہ موجودہ اندرون کھیالی میں اونچی جگہ پر واقع تھا۔ موجودہ کھیالی دروازہ کے اندر ایک ٹبہ تھا۔ یہاں کسی دور میں ایک سرائے ہوا کرتی تھی۔ اس سرائے کے ساتھ ایک کنواں بھی تھا اور اس کنویں کے چاروں طرف ایک وسیع سبزہ زار ہوا کرتا تھا۔ سرائے کا نام سرائے گوجراں تھا۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص، 28]

سرائے کمبوہاں: چڑت سنگھ نے 1758ء میں اس سرائے کے مقام پر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص، 28]

ٹھٹھہ: یہ گاؤں ریلوے لائن اور جی ٹی روڈ کے درمیان واقع تھا۔ جہاں آج کل مندر ہے۔ سرائے کچی، سرائے کمبوہاں، ٹھٹھہ اور سرائے گوجراں کا فاصلہ درمیانی دو دو میل کے قریب تھا۔ چڑت سنگھ کے بیٹے مہاں سنگھ نے شہر کو سنوارنے اور نکھارنے میں کافی دل چسپی لی۔ اس نے شہر میں ایک وسیع وعریض حویلی بنوائی۔ شہر کے گرد ایک فصیل تعمیر کرائی اور اس میں دروازے لگائے۔ یہ فصیل اہلِ شہر کی حفاظت کے لیے تھی۔ رات کے وقت اس کے دروازے بند کر دیے

جاتے تھے۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص، 29]

کیفیت آبادی شہر گوجراں والا:

کسی سند تحریری سے مدت آبادی اس کی صحیح معلوم نہیں ہوتی عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ تخمیناً تین سو برس گزرے ہیں کہ اس کو مسمی خان جٹ معروف بہ ساہنسی نے بہ صورت گاؤں آباد کر کے نام اس کا خان پور ساہنسی رکھا تھا۔ چناں چہ ثبوت اس نام کا اکثر قبالجات محررہ زمان سابق سے ظاہر ہے۔ اوس کے بعد کسی سبب سے قوم جٹ معروف بہ گوجر سے کئی شخص آ کر دخیل ملکیت ہوگئی، انھوں نے ایسا غلبہ پایا کہ یہ قصبہ باسم گوجراں والا موسوم ہوا۔ قوم ساہنسی بھی اکثر لوگ زمین داری کرتے رہے، مگر کم زور تھے۔ جب سلطنت دہلی کی ضعیف ہوگئی اور ملک پنجاب لاوارث متصور ہوکر رہزنی کا میدان بن گیا اور اس وقت زمیداران کوٹ باز خان نے تاخت وتاراج کا ہاتھ اس نواح میں دراز کیا۔

اس واسطے زمین داران موضع کھیالی جو قصبہ ہذا سے بہ فاصلہ دوکوس بہ جانب جنوب آباد ہے۔ چڑت سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا کو جو بہ نواح موضع راجہ ساہنسی متعلقہ ضلع امرت سر بہ جمعیت سولہ سوار ایک قزاق زبردست تھا۔ بہ حمایت خود اپنی موضع میں لائے اور اس کی پناہ میں چندے دست اندازی سے محفوظ رہے۔ لیکن تھوڑے عرصہ میں ہی تکالیف اس کی متعلقان سے بہ جان تنگ ہوئے۔ اس نے ان کا گھرانہ واجبی سمجھ کر 1798ء میں اس قصبہ میں آ کر مقام کیا اور کچی سرائے واقعہ قصبہ ہذا کو اوکھاڑ کر گاؤں سے بہ جانب شمال کوٹ سے باہر ایک حویلی پختہ بہت وسیع تیار کرائی اور حصار شہر تیار کرا کے اس میں اکثر لوگوں کو آباد کیا۔ جس کو اب اندرون شہر کہا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے مہاں سنگھ اس کا دلا ور لڑکا جانشین ہوکر۔ اس کی راہ ورسم پر چلنے لگا، اس نے اس گاؤں کو ایسا آباد کیا کہ قصبہ خوش نما ہوگیا۔ اپنے باپ کی حویلی کے پاس واسطے گھر کے منڈی پختہ بنوائی۔ اور قصبہ سیّد نگر کو ویران کر کے وہاں کے باشندوں کو اس جگہ لا کر بسایا۔ اب تک ایک حصہ اس قصبہ کا ان کے نام سے منسوب اور مشہور ہے۔ جس کو باہرلہ شہر بھی کہتے ہیں اور زمیداران گوجر اگر چہ اس وقت مغلوب ہوکر یہ قصبہ چھوڑ گئے تھے۔ لیکن اس کے نام میں کچھ تغیر تبدیل کا اثر نہ ہوا۔ پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی عمل داری میں پھر قصبہ آباد ہوا۔ پہلے سندھو کھتری نے موضع ہذا لہ

سندھواں ضلع سیالکوٹ سے آ کر ایک کڑہ بسایا۔ پھر سردار ویساں سنگھ نے بھی ایک کڑہ بنوایا اور سردار ہری سنگھ نلوہ نے بھی ایک کڑہ بنوایا اور سردار ہری سنگھ نلوہ جو جاگیردار تھا۔ اس نے اس عمارت عمدہ سے رونق دی۔ ایک کڑہ بھی بنوایا اور ایک حویلی بنوائی جو خوبی عمارت سے اب تک لایق پسند کرنے کے لیے۔" [تاریخ گوجراں والا، منشی گوپال داس، ص، 17]

گوجراں والا سکھوں کے عہد میں:

گوجراں والا جسے گردش لیل و نہار نے بار بار برباد بھی کیا اور آباد بھی۔ اہل علم و دانش کی تمدن آفرینی کی یہ دولت اسے "شیراز پاکستان" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ سرزمین تاریخی گزرگاہ رہی ہے۔ جہاں سے غزنوی جلال کے نمائندہ لشکر بھی گزرے ہیں۔

[ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر] میں منشی گوپال داس اور عطا محمد کی کتاب [تاریخ گوجراں والا] کے حوالہ سے درج ہے:

"کسی مستند تاریخ سے آبادی اس کی صحیح معلوم نہیں ہوئی۔ روایت ہے کہ پانچ سو برس گزرے جب اس کو مسمی خان جاٹ عرف "ساہنسی" نے بہ صورت گاؤں آباد کر کے اس کا نام خان پور ساہنسی رکھا۔ بہت عرصہ پہلے اس شہر کی بنیاد خان جان ساہنسی نے رکھی تو اس وقت یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ خان ساہنسی کے نام پر ہی یہ قصبہ مدت تک خان پور ساہنسی کہلاتا رہا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ نواحی دہات کے گوجروں (جو کہ جاٹوں کا ایک قبیلہ تھا) اور خان جان ساہنسی کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی۔ خان ساہنسی نے اپنی ریاست کو وسعت دینے کے لئے اردگرد کے گوجروں، جاٹوں کے دہات کو برباد کر دیا۔ گوجر سرداروں نے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے لیے جتھہ بندی کی اور مختلف گروہوں اور جتھوں میں تقسیم ہو کر خان جان کا مقابلہ شروع کر دیا۔ خان جان ساہنسی کی فوج اور گوجر گروہوں میں جگہ جگہ تصادم ہونے لگے۔ گوجروں نے آئے دن خان پور پر شب خون مارنے شروع کر دیے۔ گوجروں اور ساہنسیوں کے درمیان قریباً پانچ سال تک یہ خون ریز تصادم جاری رہے۔ جن کی وجہ سے ساہنسی سردار کی شہر پر گرفت کمزور پڑ گئی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر گوجر جاٹوں نے خان پور ساہنسی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک روایت کے مطابق پھپھروالی (فرید ٹاؤن) کے نواح میں ایک خون ریز جنگ ہوئی جس میں خان

ساہنسی کو شکست ہوئی اور وہ خان پور کو چھوڑ کر بھاگ نکلا۔" [ادبی مجلہ مہک، ص،29]

گوجر جاٹوں نے خان پور پر قابض ہونے کے بعد اس کا نام تبدیل کر دیا۔ خان پور سے یہ شہر گوجراں والا بن گیا۔ گوجروں نے ساہنسیوں کی زمین داریوں کو بھی قایم رہنے دیا۔ گوجر راج میں اگر چہ ساہنسی کافی تعداد میں آباد تھے مگر پھر کبھی ان کے گوجروں سے تصادم کی نوبت نہ آئی۔

مغل دورِ حکومت میں گوجراں والا ایک گوجر ریاست کی حیثیت سے مغل سلطنت میں شامل رہا اور گوجر سردار باقاعدہ طور پر مغل صوبے دار کو خراج ادا کرتا رہا۔ مغل سلطنت کمزور ہوئی اور پنجاب میں طوائف الملوکی پھیل گئی تو گوجر سردار خواہش کے باوجود بھی اپنی ناچاقیوں کی بنا پر گوجراں والا میں کوئی مضبوط ریاست قایم نہ کر سکے۔

گوجروں میں باہمی اختلافات دیکھ کر کوٹ باز خان کے سردار باز خان نے ایک زبردست لشکر تیار کیا اور گوجراں والا کے نواحی علاقوں اور دیہات کو تخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ سردار باز خان نے درجنوں دیہات تباہ و برباد کیے اور لُوٹ لیا۔ بعد میں سردار باز خان نے اپنی تباہ کاری کا دایرہ وسیع کرتے ہوئے گوجراں والا پر قبضہ کرنے کے لیے موضع کھیالی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن موضع کھیالی کے سکھوں اور ارائیوں نے مل کر اس کو موضع کھیالی سے دوڑا دیا۔ گوجراں والا اور اس کے گردونواح میں طوائف الملوکی اپنی انتہا کو چھونے لگی۔ کوئی بھی سردار طاقت ور نہ رہا اور ہر محلہ میں الگ الگ حکومت قایم ہو گئی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا چڑت سنگھ کے آباؤ اجداد کی موضع کھیالی میں کچھ جائیداد تھی لیکن چڑت سنگھ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنے طاقت ور رشتہ داروں سے تنگ آ کر اپنے ننہال موضع راجہ سانسی ضلع امرت سر میں چلا گیا۔ اس نے وہیں پرورش پائی۔ ہوش سنبھالا تو اسے جائیداد واپس لینے کا خیال آیا۔ چڑت سنگھ ان پڑھ مگر ذہین تھا۔ اس نے پنجاب میں طوائف الملوکی دیکھی تو اسے ایک سکھ ریاست قایم کرنے کا خیال آیا۔ اس نے راجہ سانسی میں ڈاکوؤں، قزاقوں اور لُوٹ مار کرنے والوں کا ایک منظم جتھہ بنا لیا۔ وہ ضلع امرت سر اور گجرات کے دیہات میں دور دور تک اس جتھہ کے ذریعے لُوٹ مار کرتا رہا اور اپنی طاقت بڑھاتا رہا۔ جب وہ کافی طاقت ور ہو گیا تو اس نے اپنی جائیداد واپس لینے کے لئے راجہ سانسی سے موضع کھیالی کا رُخ کیا۔

موضع کھیالی پہنچ کر اس نے اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ وہ اس کی جائیداد واپس کر دیں۔ ورنہ طاقت کے ذریعہ حاصل کرلے گا۔ بات بڑھ گئی اور نوبت خون خرابہ تک پہنچ گئی۔

ایک روایت کے مطابق چڑت سنگھ کے رشتہ دار موضع کھیالی کے ایک درویش حضرت شاہ جمال نوریؒ کے معتقد تھے۔ چڑت سنگھ نے ضلع گوجرانوالا میں دور دور تک حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ گوجرانوالا میں گوجروں کی اکثریت سے بہت زیادہ پریشان تھا۔ چڑت سنگھ نے سکھ ریاست قایم کرنے کے لئے جو زبردست منصوبہ تیار کیا تھا۔ وہ اس کی زندگی میں پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا لیکن اس نے اپنی اولاد کے لئے ایک زبردست منصوبہ چھوڑا جسے تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس کے بیٹے مہاں سنگھ نے زبردست کردار ادا کیا۔ سردار مہاں سنگھ کے زمانے میں گوجرانوالا میں مقیم گوجر جاٹوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ وہ ایک ایک کر کے ہمیشہ کے لئے قصبہ کو چھوڑ گئے۔ سکھوں نے بہت سے قصبے اور دیہات کے نام تبدیل کر دیے۔ [ادبی مجلہ مہک گوجرانوالا نمبر، ص،33]

سیّد نگر اس دور میں گوجرانوالا کا امیر ترین قصبہ تھا۔ اس قصبہ میں اسلحہ سازی کی صنعت زوروں پر تھی۔ سیّد نگر شمشیر سازی اور بندوقیں تیار کرنے کا اہم مرکز تھا۔ اس کے باشندے بہت امیر تھے۔ سکھوں نے سیّد نگر پر حملہ کر کے اسے لُوٹ لیا۔ چڑت سنگھ کی موت پر اس کی رانی دیساں نے اپنے نوعمر بیٹے مہاں سنگھ کی طرف سے ریاست پر قابض ہو کر حکومت خود سنبھال لی۔ مہاں سنگھ نے کچھ بُری اور مشکوک باتوں کی بنا پر اپنی ماں کو قتل کر کے ایک طرف کیا۔ اور حکومت کی باگ دور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مہاں سنگھ نے اپنے باپ چڑت سنگھ کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے بہت کام کیا۔ [ادبی مجلہ مہک گوجرانوالا نمبر، ص،34]

مہاں سنگھ کی موت کے بعد اس کا بیٹا رنجیت سنگھ اس کا جانشین مقرر ہوا۔ اس وقت رنجیت سنگھ کی عمر دس برس تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جرنیل ہری سنگھ نلوہ نے اس جگہ جس کو کچی کہتے ہیں پر ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ اس قلعہ کی ڈیوڑھی اس جگہ تھی جہاں اس وقت ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالا کا صدر دروازہ ہے۔ اس قلعہ کی بنیادوں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ مورخین نے گوجرانوالا کے محل وقوع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ پرانا گوجرانوالا کچی کے علاقے میں آباد تھا اور شمالاً

Scanned with CamScanner

موضع کھیالی پہنچ کر اس نے اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ وہ اس کی جائیداد واپس کر دیں۔ ورنہ طاقت کے ذریعہ حاصل کر لے گا۔ بات بڑھ گئی اور نوبت خون خرابہ تک پہنچ گئی۔

ایک روایت کے مطابق چڑت سنگھ کے رشتہ دار موضع کھیالی کے ایک درویش حضرت شاہ جمال نوریؒ کے معتقد تھے۔ چڑت سنگھ نے ضلع گوجرانوالا میں دور دور تک حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ گوجرانوالا میں گوجروں کی اکثریت سے بہت زیادہ پریشان تھا۔ چڑت سنگھ نے سکھ ریاست قایم کرنے کے لئے جو زبردست منصوبہ تیار کیا تھا۔ وہ اس کی زندگی میں پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا لیکن اس نے اپنی اولاد کے لئے ایک زبردست منصوبہ چھوڑا جسے تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس کے بیٹے مہاں سنگھ نے زبردست کردار ادا کیا۔ سردار مہاں سنگھ کے زمانے میں گوجرانوالا میں مقیم گوجر جاٹوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ وہ ایک ایک کر کے ہمیشہ کے لئے قصبہ کو چھوڑ گئے۔ سکھوں نے بہت سے قصبے اور دیہات کے نام تبدیل کر دیے۔ [ادبی مجلہ مہک گوجرانوالا نمبر، ص،33]

سیّد نگر اس دور میں گوجرانوالا کا امیر ترین قصبہ تھا۔ اس قصبہ میں اسلحہ سازی کی صنعت زوروں پر تھی۔ سیّد نگر شمشیر سازی اور بندوقیں تیار کرنے کا اہم مرکز تھا۔ اس کے باشندے بہت امیر تھے۔ سکھوں نے سیّد نگر پر حملہ کر کے اسے لُوٹ لیا۔ چڑت سنگھ کی موت پر اس کی رانی ویساں نے اپنے نوعمر بیٹے مہاں سنگھ کی طرف سے ریاست پر قابض ہو کر حکومت خود سنبھال لی۔ مہاں سنگھ نے کچھ بُری اور مشکوک باتوں کی بنا پر اپنی ماں کو قتل کر کے ایک طرف کیا۔ اور حکومت کی باگ دور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مہاں سنگھ نے اپنے باپ چڑت سنگھ کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے بہت کام کیا۔ [ادبی مجلہ مہک گوجرانوالا نمبر، ص،34]

مہاں سنگھ کی موت کے بعد اس کا بیٹا رنجیت سنگھ اس کا جانشین مقرر ہوا۔ اس وقت رنجیت سنگھ کی عمر دس برس تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جرنیل ہری سنگھ نلوہ نے اس جگہ جس کو کچی کہتے ہیں پر ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ اس قلعہ کی ڈیوڑھی اس جگہ تھی جہاں اس وقت ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالا کا صدر دروازہ ہے۔ اس قلعہ کی بنیادوں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ مورخین نے گوجرانوالا کے محل وقوع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ پرانا گوجرانوالا کچی کے علاقے میں آباد تھا اور شمالاً

Scanned with CamScanner

جنوباً پھیلا ہوا تھا۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص،34]

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد جب مہاراجہ کھڑک سنگھ نے سکھ حکومت کی باگ دور سنبھالی اس وقت ہری سنگھ نلوہ مر چکا تھا۔ ہری سنگھ نلوہ کے دوسرے بیٹے جواہر سنگھ نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے مہاراجہ کھڑک سنگھ سے مدد مانگی۔ ہری سنگھ کی بیوہ ویساں اور ارجن سنگھ نے شاہی فوجوں کا مقابلہ کیا لیکن ویساں کو شکست ہوئی اور جواہر سنگھ نے شاہی فوجوں کی مدد سے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ دیگاں والا بازار میں جواہر سنگھ کی ایک بہت بڑی حویلی تھی۔ اس حویلی میں عدالت بھی لگتی رہی اب وہ حویلی تو موجود نہیں۔ البتہ گلی جواہر سنگھ موجود ہے۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص،38]

گوجراں والا انگریز عہد میں:

1847ء میں گوجراں والا پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس دور میں اس کی حدود میں کئی بار تبدیلیاں کی گئیں۔ کبھی یہ شیخو پورہ اور کبھی سیالکوٹ کے ساتھ منسلک رہا۔ اس موجودہ ضلعی حدود میں کئی بار تبدیلی عمل میں آئی۔ موجودہ انتظامی ڈھانچہ 1919ء میں وجود میں آیا جب شیخو پورہ کو الگ ضلعی حیثیت دے کر اس سے الگ کر دیا گیا اور سیالکوٹ کا کچھ حصہ اس میں شامل کر کے ضلع گوجراں والا کا نام دیا گیا۔

ضلع گوجراں والا کی حدود ایک تکون نما شکل کی ہے۔ اس کے شمال مغربی سمت دریائے چناب بہہ رہا ہے جس کے کنارے گجرات اور لالہ موسیٰ آباد ہے۔ مغرب میں ضلع حافظ آباد، سرگودھا اور جھنگ، جنوب میں ضلع شیخو پورہ اور مشرق میں اس کی حدود ضلع سیالکوٹ اور نارووال سے ملتی ہیں۔

اگر اس ضلع میں ایسے چوکور کھیت کاٹیں جو ہر طرف سے ایک ایک میل لمبے ہوں تو کل تین ہزار کے قریب کھیت بنیں گے۔ اس کو یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ اس ضلع کا رقبہ 3000 مربع میل ہے۔ اتنی زمین میں 1250 گاؤں اور قصبے ہیں، جب کہ یہاں 690,300 لوگ رہتے ہیں۔

[گوجرانوالہ کے ضلع کا جغرافیہ۔1904ء]

انگریزی عہد میں اس کا رقبہ 2312 مربع میل تھا۔ مفتی غلام سرور لاہوری کے مطابق مشرق اور مغرب میں زیادہ سے زیادہ لمبائی 84 میل اور جنوب سے شمال میں زیادہ سے زیادہ چوڑائی 45 میل ہے۔ [تاریخ مخزن پنجاب، حصہ دوم ص 264]

Scanned with CamScanner

1851ء میں ضلع گوجراں والا کی چار تحصیلوں کی تفصیل کچھ یوں تھی۔ گوجراں والا، رام نگر، حافظ آباد اور شیخوپورہ۔ [گوجراں والا گزیٹیر، 94-1893ء ص، 1]

1855ء کی جمع بندی کے دوران گوجراں والا تین تحصیلوں میں مشتمل ہو گیا۔ رام نگر دو تحصیلوں گوجراں والا اور وزیر آباد میں شامل کر دیا گیا۔ شیخوپورہ، ساؤتھ (شمالی) حصہ کو لاہور اور رام نگر کے مغربی دیہات حافظ آباد کی پرانی حدود میں شامل کر کے نئی تحصیل بنادی گئی اور یوں گوجراں والا، حافظ آباد اور وزیر آباد اس کا حصہ بنایا گیا۔ [گوجراں والا گزیٹیر، 94-1893ء ص، 2]

1881ء میں ضلع گوجراں والا چار تحصیلوں گوجراں والا، وزیر آباد، حافظ آباد اور خانقاہ ڈوگراں پر مشتمل تھا، اس کی کل آبادی 616,892 نفوس پر مشتمل تھی اور کل رقبہ 2,587 مربع میل تھا۔ کل قصبے 10 اور دیہات 186 تھے۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر ص، 42۔ گوجراں والا گزیٹیر، 94-1893ء ص، 3]

1904ء میں اس ضلع کی چار تحصیل وزیر آباد، حافظ آباد، خانقاہ ڈوگراں اور گوجراں والا تھیں۔

1936ء [گزیٹیر گوجراں والا] کے مطابق گوجراں والا تین تحصیلوں پر مشتمل ہو گیا۔ گوجراں والا، وزیر آباد اور حافظ آباد۔

گوجراں والا پاکستان بننے کے بعد:

پاکستان بننے سے 1982ء تک یہ انہی تین تحصیلوں گوجراں والا، وزیر آباد اور حافظ آباد پر مشتمل رہا۔ اسے یکم جولائی 1982ء کو ڈویژن کا درجہ دے دیا گیا۔ [مہک گوجراں والا نمبر ص، 138]

1991ء میں حافظ آباد کو بھی ضلع کا درجہ دے دیا گیا اور اس کی تحصیلوں کو تین سے چار کر دیا گیا۔ گوجراں والا، وزیر آباد، کامونکی اور نوشہرہ ورکاں۔

کچھ عرصہ بعد گوجراں والا تحصیل کو مزید دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔ جسے گوجراں والا تحصیل صدر اور گوجراں والا تحصیل سٹی کا نام دیا گیا اور باقی کی تحصیلیں وزیر آباد، کامونکی اور نوشہرہ ورکاں کو اسی طرح برقرار رکھا گیا۔

2001ء میں حکمران جنرل پرویز مشرف نے لوکل گورنمنٹ سسٹم متعارف کرایا، شہر کے

Scanned with CamScanner

معاملات کو چلا۔ نے کے لیے ضلع ناظم کا عہدہ بنایا گیا جو پورے ضلع کا ناظم یا گورنر تھا۔ 2007ء میں ملک کے بڑے شہروں کو مختلف ٹاؤنز میں تقسیم کیا گیا تا کہ انتظامی امور میں آسانی رہے۔ گوجراں والا کو بھی مختلف ٹاؤنز میں تقسیم کیا گیا اسی کی تحصیل صدر کو دو ٹاؤنز میں تقسیم کر کے ایک ''اروپ ٹاؤن'' اور دوسرا ''قلعہ دیدار سنگھ ٹاؤن'' نام رکھا گیا۔ گوجراں والا تحصیل سٹی ''کھیالی شاہ پور ٹاؤن'' اور ''نندی پور ٹاؤن'' کا درجہ دیا گیا۔ جب کہ ''وزیر آباد''، ''کامونکی'' اور ''نوشہرہ ورکاں'' کو بھی ٹاؤن کا درجہ دے کر گوجراں والا کو کل 7 ٹاؤنز پر مشتمل کر دیا۔ اور 24 جون 2005ء میں نوٹیفیکیشن کے ذریعہ ہر ٹاؤن کی یونین کونسل کا اعلان کیا گیا۔

20 نومبر 2015 میں پنجاب میں بلدیاتی الیکشن کروا کر لوکل گورنمنٹ سسٹم تبدیل کیا گیا ہے اور دوبارہ 2001ء سے پہلے والا نظام بحال کر دیا گیا ہے۔ جس میں ٹاؤن ختم کر کے تحصیل کا نظام متعارف کروا دیا ہے۔ اسی طرح ضلع ناظم کی جگہ ضلع میئر، ناظم اور نائب ناظم کی جگہ چیئرمین اور نائب چیئرمین کا نظام متعارف کروا گیا ہے۔

گوجرانولہ کچہری:

1849ء میں گوجراں والا کی کچہری ایمن آباد میں تھی، اس کے بعد شاہ پور کھیالی اور پھر موضع اروپ میں منتقل ہوگئی۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے گوجراں والا شہر موجودہ جگہ پر منتقل ہوگئی۔

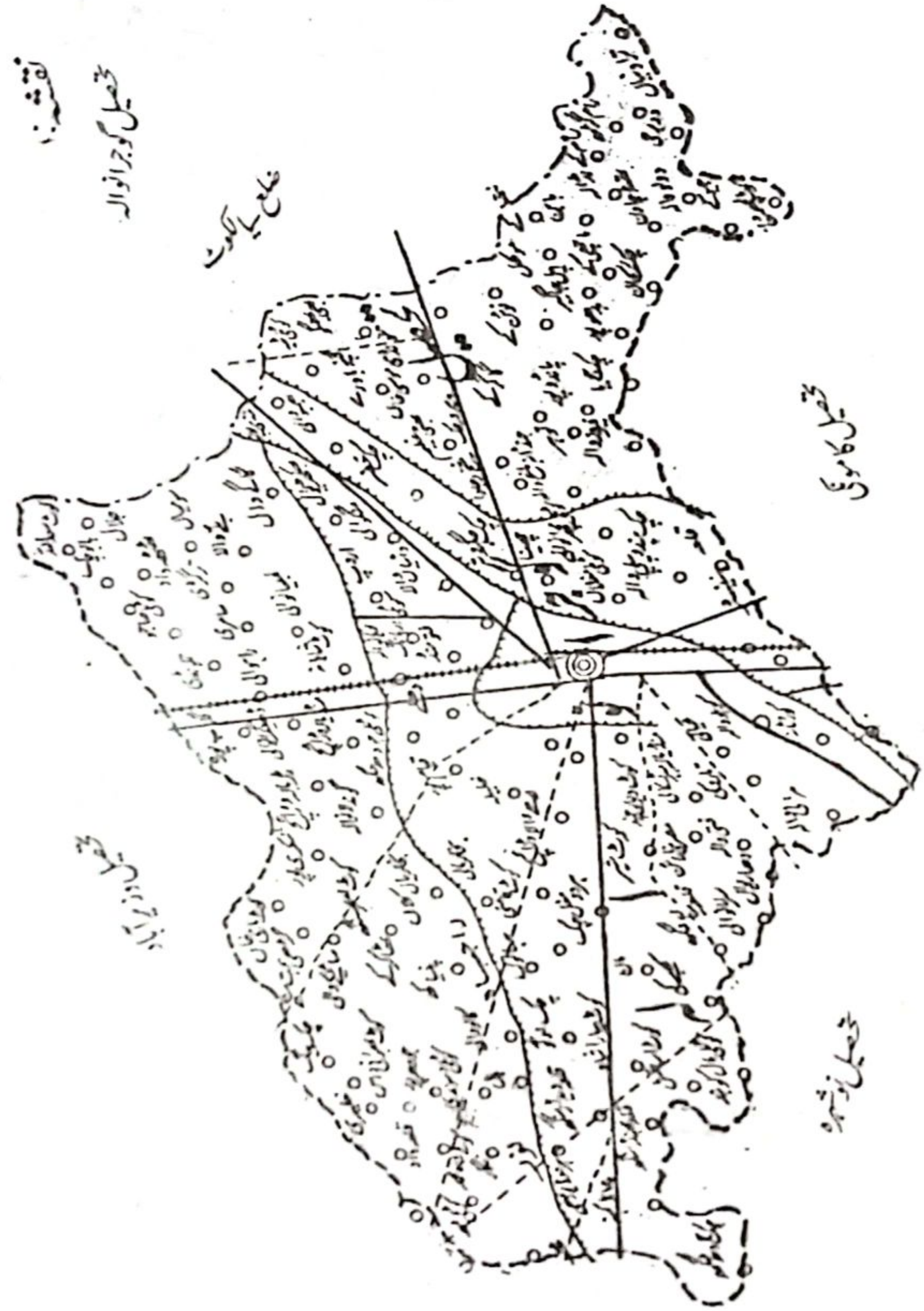

تحصیل گوجرانوالہ

باب دوم

تاریخ اروپ

وجہ تسمیہ اروپ:

تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام بدلتا رہا، اس سلسلہ میں جن روایات تک میری رسائی ہوئی ہے وہ یہ ہیں:

☆: شروع میں یہ قصبہ روپ اور بسنت دو بھائیوں کی راج دھانی تھی۔ اس اونچے ٹیلے پران کا تخت لگا ہوتا۔ جہاں بیٹھ کر بادشاہ وقت اپنی رعایا کی دادرسی کرتے۔ روپ اس میں بڑا اور بسنت چھوٹا بھائی تھا۔ شاید اسی بڑے بھائی روپ کی وجہ سے اس قصبے کو روپ کے نام سے منسوب کیا گیا۔ جو بعد میں بگڑ کر اروپ ہو گیا۔

☆: دوسری روایت اس کے قدیم بانی راجا روپڑ/ راجا روپڑا سنگھ کی وجہ سے اس کا نام روپڑ پڑا۔ اور یوں روپڑ بدلتے بدلتے پہلے روپ اور پھر اروپ میں تبدیل ہو گیا۔ اور اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

[Participatory Rural Appraisal For Farmer Participatory Reserch in Punjab, Pakistan. Irene Guijt, Jules N. Pretty,p31]

پہلی روایت کمزور دکھائی دیتی ہے جو سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے، اس کے برعکس دوسری روایت تاریخی طور پر حقائق پر مبنی ہے۔

☆: اروپ سنکرت زبان کا لفظ ہے۔ (لفظاً) جس کا کوئی روپ اور شکل نہ ہو، (مراداً) ذات باری تعالیٰ (جو شکل وصورت سے مبرا ہے).

[http://www.urduencyclopedia.org./urdudictionery/index]

☆: عکس شجرہ کیلہ بندی بروئے اشتمال موضع اَروپ نمبر ۱۷۔۱۶ حدبست چک تشخیص تحصیل وضلع گوجراں والا سال 64-1963ء میں اروپ کو "اَروپ" لکھا گیا۔

Scanned with CamScanner

☆: واجب العرض۔ مثل حقیقت سال 64-1963ء، پرت کار جلد نمبر 6 موضع اروپ ضلع گوجراں والا میں اروپ کو ''اُروپ'' لکھا گیا ہے۔

☆: تاریخِ گوجراں والا مولفہ منشی گوپال داس اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست ضلع گوجراں والا نے موضع اروپ کو "اروپ" لکھا ہے۔

☆: تاریخ مخزن پنجاب مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری نے بھی موضع اروپ کو''اروپ'' لکھا ہے۔[ص275]

☆: غلام رسول مسکین نے اپنی کتاب میں اروپ کو''اُروپ'' لکھا ہے۔

☆: مہک گوجراں والا نمبر ترتیب وتدوین پروفیسر محمد اکرم رضا۔ محمد اقبال جاوید 84-1982ء میں موضع اروپ کو''اَروپ'' لکھا گیا ہے۔[ص73]

موضع اروپ کا محل وقوع:

شیر شاہ سوری (45۔1540ء یا ہجری سن 947ھ-952ھ) نے اپنے عہد حکومت میں جرنیلی سڑک بنائی جس کا آغاز قصبہ سڑک کلاں پشاور سے ہوا یہ سڑک دہلی اور متھرا کے راستے آگرہ کو ملاتی ہوئی گزرتی ہے۔ متعدد تاریخی حوالوں کی رو سے اس سڑک کو شیر شاہ سوری کے عہد حکومت کا کارنامہ قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ سڑک اس سے پہلے بھی موجود تھی۔ بل کہ یہ سڑک کئی ایشیائی ممالک کے درمیان رابطہ کا اہم ذریعہ رہی ہے اور یہاں سے فوجی قافلوں کے علاوہ تجارتی کارواں بھی گزرتے رہے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اشوک نے اپنے عہد حکومت میں اس شاہراہ کی مرمت کروائی تھی۔ مختلف ادوار میں اس شاہراہ کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا رہا اور ایک عرصہ تک جرنیلی سڑک کہا جاتا رہا۔ آج کل یہ شاہراہ جی ٹی روڈ (گرینڈ ٹرنک روڈ) کے نام سے موسوم ہے۔ [ادبی مجلہ مہک گوجراں والا نمبر، ص، 24] اس نئی جرنیلی سڑک بننے سے بہت سے قدیم قصبے پسِ منظر میں چلے گئے۔ جن میں موضع اروپ، سوہدرہ اور ایمن آباد وغیرہ کے قصبے قابلِ ذکر ہیں۔ اس وقت موضع اروپ جرنیلی سڑک سے 4 میل مشرق کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔

قدیم اروپ کی وہ بلند و بالا عمارتین جو شاہراہ دہلی تا کابل کے مشرقی کنارے پر واقع تھیں۔ جو شاہی فوجوں کے پڑاؤ مسافروں کی سرائے اور دیگر اہم مقاصد کے لیے استعمال ہوتی

تھیں۔آہستہ آہستہ مسمار ہوتی اور کھنڈر بنتی گئیں۔ان قدیم بلند و بالا عمارات کے بچے کچھے کھنڈرات کے ثبوت آج بھی اس صورت میں موجود ہیں۔اروپ کے قدیم مغربی قبرستان (عقب گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول) برائے طالبات محلہ بھنڈراں کے شمالی حصہ سے متصل مغربی جانب تقریباً آٹھ (8) سے دس (10) ایکڑ تک ایسے کھیت نظر آتے ہیں جن کی سطح دیگر متصل (ساتھ ملنے والے) کھیتوں سے چار سے چھ فٹ تک بلند ہے۔اور بلندی پر واقع ان کھیتوں میں ہل چلانے سے ٹھیکریاں اور ٹوٹی پھوٹی اینٹوں کے روڑے نظر آتے ہیں۔اغلباً یہ اونچے کھیت اُن پرانی عمارتوں کے ملبہ پر مشتمل ہیں جو شاہراہ دہلی تا کابل کے عروج اور وجود کے زمانہ میں اس شاہراہ کے کنارے واقع تھیں۔

ے کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

درگاہ حضرت شاہ پنن ولیؒ کے عقب سے ایک قدیمی گزرگاہ بادشاہی روڈ کی شکل میں موجود ہے۔یہ سڑک ترگڑی روڈ سے ہوتی ہوئی جوڑا چوڑا (گاؤں) سے گزر کر سوہدرا کو آپس میں ملاتی تھی۔موضع اروپ کا داخلی اور خارجی راستہ یہی واحد سڑک تھی۔جرنیلی سڑک کے دوبارہ آباد ہونے سے بادشاہی روڈ کا استعمال کم ہو گیا بلکہ مسافروں کے ذہنوں سے اس سڑک کا نقش ہی مدہم پڑ گیا۔

موضع اروپ کا جغرافیہ:

گرد و نواح اور آس پاس کے دیہات میں موضع اروپ آج (2018ء) میں بھی مرکزی قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔موضع اروپ کے جنوب میں پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر شہر گوجرانولہ، جنوب مشرق میں دو کلومیٹر پر موضع ونیہ والہ (آبادی 18,497 اور گھرانے 2541)، جنوب میں معافی والہ (بہ شمول اروپ) اور فتو منڈ۔مشرق میں ایک کلومیٹر دور سیالکوٹ، گوجراں والا روڈ، سیالکوٹ روڈ کے پار مشرقی کنارے پر موضع سنگووالی (آبادی 2,509 اور گھرانے 359)، مشرقی جانب ہی پانچ کلومیٹر پر نہر اپر چناب (جاری شدہ 1908ء)، نہر کے مشرقی کنارے پر موضع ابدال (آبادی 5,695 اور گھرانے 860)، نہر سے مغرب کی جانب دو کلومیٹر پر موضع بُترانوالی (آبادی 9,479 اور گھرانے 1346) کے گاؤں آباد ہیں۔شمال مشرق میں پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر موضع

Scanned with CamScanner

نندی پور (آبادی 1,251 اور گھرانے 188)، گاگے والی (آبادی 13,342 اور گھرانے 1,880)،نظام پور اور عین شمال میں موضع ترگڑی (آبادی 9,470 اور گھرانے 1,406)،شمال مغرب میں موضع لمبانوالی (آبادی 5,501 اور گھرانے 822)،مغرب میں موضع نواں پنڈ (متصل نو تعمیر شدہ نئی آبادی)،گارڈن ٹاؤن اور جنوب مغرب میں موضع لوہیانوالہ (متصل راولپنڈی بائی پاس روڈ) آباد ہیں۔

موضع اروپ سے ایک فرلانگ پہلے چھوٹا سا قصبہ جس کو ماضی میں ''مکھن دی کوٹلی'' کہتے تھے۔بعد میں اڑب سنگھ کے نام پر ''کوٹلی اڑ بنگ'' کے نام سے مشہور ہوئی۔تقسیم پاکستان سے پہلے اس گاؤں میں مشہور سکھ خاندان (اڑب سنگھ) آباد تھااور چار سے پانچ گھرانے مسلمانوں کے آباد تھے، چند گھر عیسائیوں کے بھی۔روایت ملتی ہے ''کوٹلی اڑ بنگ'' کے سکھوں کی موضع اروپ کی بھنڈر فیملی کے ساتھ کسی بات پر آپسی معاملات بگڑ گئے۔جو دشمنی کی شکل اختیار کر گیا۔اڑب سنگھ نے موضع اروپ کے افراد کا رستہ بند کر دیا۔تب اروپ سے ایک روڈ سیالکوٹ روڈ کی طرف نکالا گیا۔اس طرح موضع اروپ کو دوطرفہ راستہ مل گیا۔ایک تو کچا اروپ روڈ (موجودہ نام فاروق اعظم روڈ) بہ راستہ معافی والہ سے فتو منڈ اور دوسرا سیالکوٹ روڈ سے جو گوجرنوالہ اور موضع اروپ کو آپس میں ملاتا ہے۔

موضع اروپ کا کل رقبہ اور حدود:

موضع اروپ کا کل رقبہ 3600 ایکڑ پر مشتمل ہے۔ماضی میں 1800 کے رقبہ پر چیمہ قابض تھے۔1800 ایکڑ میں سے 900 پر سکھ بھنڈر حکمران رہے اور باقی کے 900 پر مسلمان بھنڈر آباد رہے۔موضع اروپ کی حدود میں جو کالونیاں اور ٹاؤن شامل ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

نواں پنڈ بشمولہ اروپ، اڑ بنگ، شاہد ٹاؤن، چاہ شاہد والہ، پروفیسر کالونی، مفتی کالونی، گارڈن ٹاؤن، بھولے والہ، نگری احمد شاہ، معافی والہ، جوہر ٹاؤن، مکہ سٹی، رائل پارک، احمد ٹاؤن، عمر آباد، صابر کالونی۔

یونین کونسل موضع اروپ :

اروپ کی موجودہ یونین کونسل 2015ء میں 67 ہے، 1998ء میں حلقہ نمبر 1، 2001ء اور 2005ء میں یونین کونسل کا حلقہ نمبر 105 تھا۔ شماریاتی نمبر 820-164010801۔ 2018ء میں حلقہ نمبر 721-164010701 ہے

[Notification No.So.D-III(LG)2-11/2001, dated 24,June 2015]

Key

1. MAP - Union Council Aroop
2. Triggri Union Council
3. Nandipur (Place name)
4. Union Council Bhatti Bhango
5. North
6. Rajbah - Canal
7. Canal - Upper Chenab
8. Chak Khizar (Place name)

9/10. Noorpur

11. Girls Middle School
12. Boys Middle School
13. Sangowaali (Place name)
14. Union Council Jandiala Baghwallah
15. Girls High School
16. Aroop
17. Gujranwala - Sialkot Road
18. Waniawallah (Place name)
19. Nawan Pind (Place name)
20. Dispensary - Rural Health Centre
21. BHU
22. Union Council Office
23. Boys High School
24. Kotli Arbang (Place name)
25. Union Council Talwandi Khajoorwaali
26. Mafiwalla (Place name)
27. Aroop - Gujranwala Link Road
28. Nagri Ahmad Shah (Place name)

29/30 By-pass Road

31. Municipal Corporation Gujranwala
32. Inayatullah Bhatti (Secretary, Union Council)

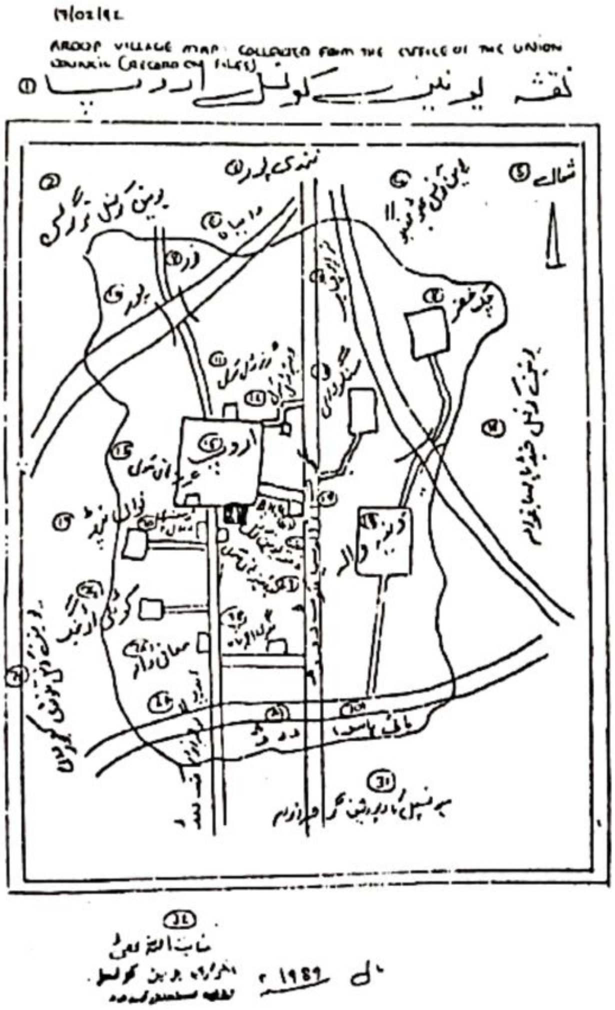

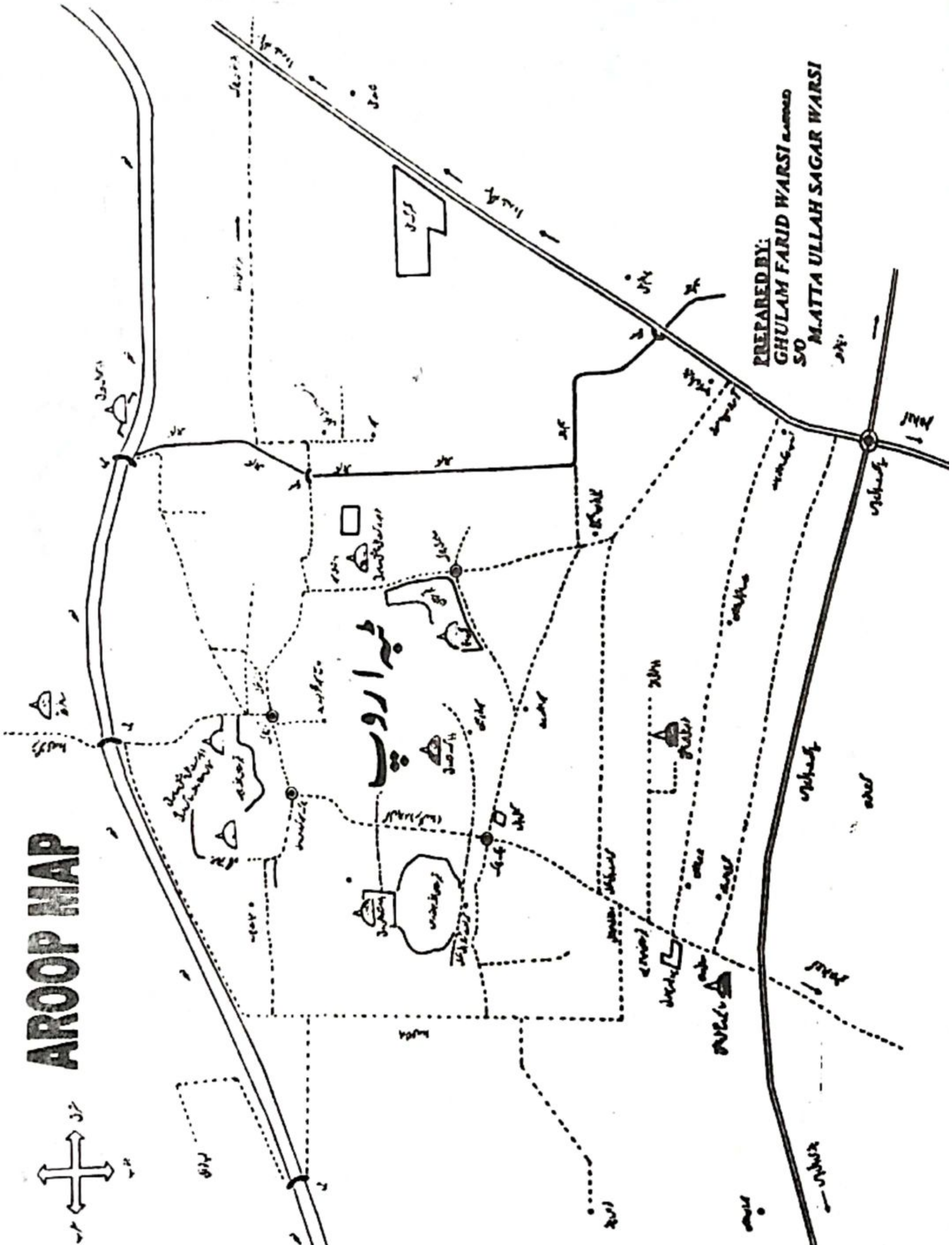

نقشہ موضع اروپ

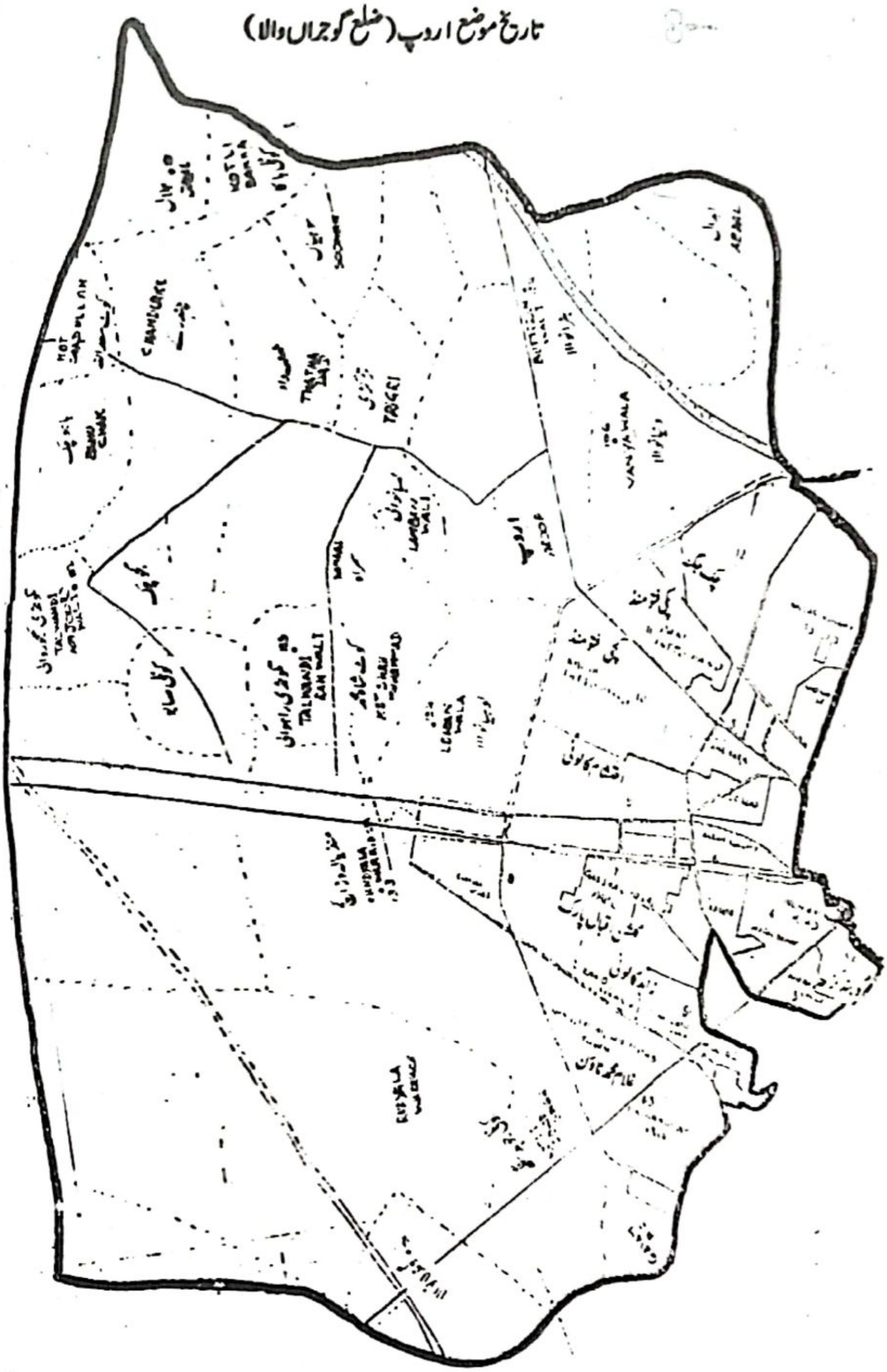

نقشہ یونین کونسل اروپ

واجب العرض موضع اروپ نمبر حد بست، تحصیل و ضلع گوجرانوالہ

مضمون دفعہ	نمبر شمار
شاملات۔ دیہہ اس کی کاشت اور انتظام اور اس کی آمدنی کا تمتع	۱
شاملات میں حقوق چرائی	۲
پیداوار شاتر کے استعمال کے حقوق	۳
رواج متعلق ملبہ	۴
رواج متعلق آبپاشی زمین	۵
رواج متعلق چکیوں و تالابوں و نہروں یا پانی کے قدرتی نکاس کے	۶
رواج برد برآمد	۷
سب قسم کے کاشتکاروں کے حقوق جن کا ذکر قانون میں صریح طور پر نہ کیا گیا ہو۔ مثلاً درختوں یا کھاد کے متعلق حقوق اور درخت لگانے کا حق اور ذمہ داریاں جو سوائے لگان کے از روئے رواج ان پر عائد ہوتی ہوں	۸
مواجب ملازمان دیہی از روئے رواج اور لوازم خدمت جو اُن کے ذمہ ہیں	۹
حقوق گورنمنٹ متعلق جنگلات و نزول جنگلات زمین جو لاوارثی یا غیر مقبوضہ ہو یا جسکے قابض کو چھوڑ گئے ہوں یا بنجر ہوں۔ پتھر کی کانیں۔ کھنڈرات اشیاء جو بلحاظ قدامت کے دلچسپ ہوں۔	۱۰
خودرو پیداواریں اور دیگر ضروری حقوق کے متعلق اس زمین کے جو محال میں شامل ہو	۱۱
ندیوں، دریاؤں وغیرہ میں حقوق سرکار نسبت مچھلی و مچھلی کے شکار کا ہونا کے۔	۱۲
کوئی اور اہم رواج بہ نقصان زمین کاشتکاروں یا دیگر ایسے اشخاص کے حقوق پر مؤثر ہو جن کا محال سے واسطہ ہو۔ مگر ایسا رواج نہ ہو جو وراثت یا انتقال زمین کے متعلق ہو۔	۱۳

تفصیل اندراجات واجب العرض

دفعہ

ہمارے گاؤں میں شاملات دیہہ نہیں ہے۔ شاملات پتیات و اطراف بھی ہم نے دوران اشتمال تقسیم کرلی۔ اسلئے اب کسی قسم کی شاملات نہیں ہے۔ اب ہمارے گاؤں میں ایک جدید کھاتہ مفاد عامہ کا بنایا گیا ہے۔ جس کا کل رقبہ 59-1 ہے۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے۔

۱. مقبوضہ اہل اسلام 6-65 (2) مقبوضہ اہل عیسائیان 0-2 (3) مقبوضہ باشندگان دیہہ 9-112 (4) سکول 5-60 (5) ہسپتال 7-50 (6) شارع عام 10-300 اگر کوئی درخت شارع عام کے کنارے یا رقبہ مقبوضہ باشندگان دیہہ میں خشک ہو جائے یا گر جائے تو یہ درخت تمام اہلیان دیہہ مالکان و غیر مالکان کے مفاد عامہ میں صرف ہوگا۔ ڈھاب متصل آبادی واقعہ رقبہ مفاد عامہ ہے۔ اس میں مویشی ہر ایک باشندہ دیہہ بلا عذر مالک و غیر مالک آبنوشی کرتا ہے۔ بغرض لپائی و مرمت مکانات مٹی کھود سکتا ہے۔ کوئی مالک روک کرنے کا مجاز نہیں اور نہ کسی قسم کا حق ان سے لیا جا سکتا ہے۔ ۲۔ رقبہ مفاد عامہ کو کسی مشترکہ مفاد دیہہ کیلئے ہر نہج سے منتقل یا تبادلہ یا کسی غرض مشترکہ کیلئے ترمیم کا اختیار چوہدری محمد حسین نمبردار طرف لعبندر کو ہوگا۔ ان کی وفات یا مستعفی ہونے کی صورت میں اس نمبرداری کے جانشین کو اختیار ہوگا۔ لیکن ہر صورت میں اسی رقبہ کا مالک مفاد عامہ ہی ہوگا۔ تبادلہ کی صورت میں حقیت اراضی کا بھی اختیار رکھنے کا بھی اختیار ہوگا۔

۲ زمین شاملات پر چرائی کا حق کوئی مقرر چراگاہ خصوصیت سے ہمارے گاؤں میں نہیں ہے۔ ہر ایک مالک اپنی اپنی کھرلی پر مویشی باندھ دیتے ہیں یا اپنے اپنے کھیت میں چراتے ہیں۔ غیر مالکان بھی اپنے اپنے کھرلی پر باندھتے ہیں۔ جب فصل کٹ جاوے تو مالکان کے کھیت میں حسب رضامندی مالک چرا سکتے ہیں کوئی حق ان سے نہیں لیا جاوے گا۔

۳ کوئی آمدنی از قسم مچھلی و سنگھاڑہ و سرکنڈہ و سرکانہ سب وغیرہ کوئلہ سے نہیں ہوتی ہے۔ اگر کبھی آمدنی مچھلی و سنگھاڑہ و کار ۔ ازیں سنہ ۱۸۹۳ء صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سرکار کا کچھ حق نہیں ہوگا۔

۴ کوئی جلسہ بر معاملہ اراضی مقرر نہ کیا جاوے۔

۵ ہمارے گاؤں میں فی الحال ۶۹ چاہات جاری ہیں۔ جس طرح ان سے آبپاشی ہوتی ہے اس کا مفصل ذکر نقشہ چاہات میں درج کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں تین ڈھاب متصل آبادی ہیں۔ جب وہ لبالب ہوتی ہیں۔ تو ہر ایک حصہ دار بذریعہ چھبڑ یا چھلار کے آبپاشی کرتا ہے۔ مزارعان موروثی وغیر موروثی حسب رضامندی مالکان اس طرح آبپاشی کرتے ہیں کوئی حق نہیں لیا جاتا۔ بدون رضامندی مالکان کی مزارعان کو اختیار حاصل نہیں ہے سوائے اس کے اور وسیلہ آبپاشی نہیں۔ اس وقت کوئی چھبڑ یا چھلار موجود نہیں ہے۔ طرف بھنڈران اندرونی آبادی میں کوئی کھوئی نہیں ہے۔ اور اندرون آبادی ٹبہ میں چار کھوئی ہیں۔ طرف ٹبہ میں ایک کھوئی عیسائیوں کیلئے ہے۔ اسمیں قوم عیسائیاں آبنوشی کرتی ہے کوئی روک نہیں ہے۔ طرف اٹھنگ میں واقعہ مسجد میں ایک کھوئی ہے اور ایک کھوئی عیسائیاں کی آبادی میں ہے۔ مسجد والی کھوئی سے مسلمان بلا عذر مالک وغیر مالک آبنوشی کرتے ہیں۔ اور کھوئی عیسائیوں سے صرف عیسائی قوم آبنوشی کرتی ہے۔ کوئی روک نہیں ہے۔

۶ ہمارے گاؤں میں کوئی پن چکی یا گھاٹ نہیں ہے۔ جس کا ذکر کیا جاوے۔

تفصیل اندراجات واجب العرض

۱۰۰۳

نمبر شمار دفعہ	تفصیل
۷	ہمارے گاؤں میں کوئی برد برآمدگی نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی دریا یا نالہ گزرتا ہے۔
۸	ہمارے گاؤں میں مزارعان موروثی کو قطع و برید و نصب درختان کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ اور مزارعان غیر موروثی کو کسی قسم کا اختیار بدوں مرضی مالک حاصل نہیں ہے۔ کھاد کوڑہ کا شتکاران جو مزارعان موروثی و غیر موروثی و ازعہ آبادی و جاہات پر جمع ہوتا ہے اسکو اپنے اپنے کھیتوں میں ڈال لیتے ہیں۔ اور غیر کاشتکار اپنا اپنا کھاد کوڑہ جہاں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں۔ مگر دوسری جگہ لے جانا یا فروخت کرنے کا ان کو اختیار نہیں ہے۔ بوقت مرمت چاہ غیر موروثیان سے سوائے محنت کشی کے لاگت نہیں لی جاتی۔ اگر کوئی کاشتکار کام کاشتکاری چھوڑ دے تو کھاد کوڑہ کسی جگہ نہیں لے جا سکتا۔ اور نہ ہی فروخت کر سکتا ہے۔ اور بعد دور کر لینے ہر ایک فصل کے ہر ایک قسم کے مزارعان سوئنسی [illegible] کا شت اپنی مرضی حصہ سے چرا لیتے ہیں۔
۹	(جدول ذیل میں)

مین	خدمات	حق الخدمت	مین	خدمات	حق الخدمت
۱۔ کمہار	کوئی خدمت نہیں لی جاتی	کوئی نہیں	۳۔ لوہار	سوائے آلات کشاورزی از قسم آہنی خانہ داری لوہا۔ بذمہ مالک	بشرح ترکھان
۲۔ ترکھان	امداد کشاورزی و خانہ داری ماسوائے خرچ چوب	فصل خریف میں کا [illegible] فصل ربیع یک [illegible]			اگر بیلنہ لگا دے معہ لقمہ جتنے روز بیلنہ جاری رہے

۵۔ نائی — حجامت کرنا اور شادی غمی میں تعلیم دیانی تک — بشرح مرحلہ حسب ... ۵ روپے ...

۶۔ مہرا یا بانی اہڑا — اب معین نہیں رہے۔ — شادی میں حسب توفیق ملتا ہے — ۷۔ چوہڑا — رات دن کا اندراجات میں امداد دینا اور گوبر کرو گھڑ اٹھانا — تین بالی غلہ اوقات گندم نصف موہلی۔ دونوں وقت روٹی۔ تمام کو شادی میں حسب توفیق۔

۸۔ چوہڑا — گوبر کوڑا کی صفائی اور تعمیرات اور دستکاری — ایک بند غلہ ہر فصل خریف ربیع غلہ گندم — ۹۔ جیجنہ — کپڑے دھونا۔ شادی غمی پر — نشیج تیرکمان
میں امداد دینا اور ماہ کی باری نکالنی — فصل ربیع۔ شادی میں حسب توفیق — دستر خوان سے دانا۔

ہمارے گاؤں میں کا چوکیدار ہیں۔ مبلغ [illegible] سالانہ جو چوکیدار مقرر ہے جس کی تنخواہ کی بابت فصل خریف اور ربیع مالگزاری سرکار کے ساتھ وصول ہوا کرتی ہے۔ اور قوم عیسائی بلماد۔ معین۔ جوگان۔ بنرباک سے چوکیدارہ نہیں لیا جاتا۔ ایک دفعہ دار ہے جس کو مبلغ 36 روپے سالانہ چوکیداران کے فریق سے دیا جاتا ہے۔

۱۰۔ ہمارے گاؤں میں کوئی مکان نزول ملکیت سرکار نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی جنگلات لاد ہوئے ہے۔ صرف سڑک سرکاری منسوخ کھاتہ نمبر ۲۹/ جو کہ اس گاؤں میں سے گزرتی ہے۔ اور نہ کوئی کان از قسم کنکر وغیرہ ہے۔ جس سے کچھ آمدنی ہوا کرے۔ اگر آئندہ کوئی کان کنکر وغیرہ کی کھلی تو کی نسبت دفعہ ۳ ایکٹ نمبر ۱۲ ۱۸۸۷ء ملکیت سرکار تصور ہو گی۔ درختان دو رویہ سڑک کے ملکیت سرکار ہیں۔

نمبر شمار دفعہ

تفصیل اندراجات واجب العرض

11 غیر مالکان جو زراعت پیشہ نہیں ان سے کوئی خدمت نہیں لی جاتی ہے۔ البتہ غیر مالکان باشندگان دیہہ از اقوام ذیل دوکاندار۔ جولاہا۔ کشمیری۔ میروالہ۔ چوہڑہ۔ تیلی۔ موچی۔ لوہار۔ ترکھان۔ کمہار۔ مہر۔ ماچھی۔ سے حسب ذیل خدمات لی جاتی ہیں۔ دوکاندار بوقت آمدہ ڈیرہ رسد رسانی بہم پہنچاتا ہے۔ باقی اقوام سے جولاہا کشمیری میروالہ۔ چوہڑہ۔ تیلی۔ موچی سے گھاس کا کام۔ لوہار۔ ترکھان۔ کمہار۔ موچی سے متعلق انکے پیشے کے کام لیا جاتا ہے۔ اور بوقت ضرورت ان اقوام سے گھاس کا کام لیا جاتا ہے۔ اہل ہنود کی مڑھیاں آبادی سے جانب غرب و شمال اور قبرستان جانب پہاڑ اور قوم چوہڑیاں کا بادی سے جانب غرب واقع ہیں۔ ہر ایک قوم اپنی اپنی موقعہ پر مردہ جلاتے اور دفناتے ہیں۔ کسی قسم کا روک نہیں ہے اور نہ کوئی حق لیا جاتا ہے۔ کسی مکان میں کسی قسم کا چمڑا دباغت کی آمدنی وغیرہ نہیں ہوتی ہے۔ رقبہ سا ملحقہ آبادی اراضی غیر مزروعہ ہے مالکان کو راستہ نکالنا اور آڈا پائی بنانے کا اختیار ہے اگر کوئی مالک بعد التقسیم کوئی جاہ اپنے حصہ میں لگاوے تو دوسرے کو راستہ اس جاہ کیواسطے حسب مناسب موقعہ لے سکتا ہے۔ لیکن انکی بدلے قیمت یا اراضی دینا ہے۔ اور آڈا پائی رقبہ نمبر مزروعہ کے کنارے کنارے لے جا سکتا ہے علاوہ ازیں مال مویشی کی آمدورفت میں کوئی مزاحم نہیں ہوتا۔ تھانہ بھی کوئی نہیں ہے۔

خلاصہ طریقہ باچھ ترمیم شدہ نرخ جدید

موضع اروپ نمبر حدبست نمبر ۱۷-۱۶ چک لتھیض ٹھٹھہ تحصیل وضلع گوجرانوالہ

[illegible]

موضع اروپ میں ووٹرز کی تعداد:

موضع اروپ میں ووٹرز کی کل تعداد 19,016 ہے۔ جن میں 10,888 ووٹرز مردانہ اور 8,128 ووٹرز خواتین کی تعداد ہے۔ بہ مطابق الیکشن 2015ء۔

2018ء کے الیکشن کے مطابق ووٹرز کی تعداد درج ذیل ہے:

موضع	شماریاتی کوڈ	مرد	خواتین	کل میزان
اروپ	164120701	534	434	968
اروپ	164120702	930	755	1685
اروپ	164120703	329	284	613
اروپ	164120704	418	354	772
اروپ	164120705	144	125	269
اروپ	164120706	331	305	636
اروپ	164120707	748	590	1338
اروپ	164120708	411	311	722
اروپ	164120709	674	486	1160
اروپ	164120710	797	562	1359
اروپ	164120711	943	738	1681
اروپ	164120712	358	302	660
اروپ	164120713	570	399	969
اروپ	164120714	391	377	768
اروپ	164120715	394	290	684
اروپ	164120716	397	271	668
اروپ	164120717	1012	802	1814
اروپ	164120718	426	300	726

Scanned with CamScanner

اروپ	164120719	1210	989	2199
اروپ	164120720	331	241	572
اروپ	164120721	533	372	905
	کل میزان	11,881	9,287	21,168

[Election Commission Notification No.DRO-GRW2018/15 dated 24.06.2018]

موضع اروپ میں بلدیاتی نظام:

موضع اروپ میں یونین کونسل 67 میں نوٹیفکیشن نمبر SOR(LG)41-4/2015، بتاریخ 16 فروری 2015ء کے تحت الیکشن ہوئے۔

یونین کونسل 67 اروپ گوجراں والا میں دادا گروپ نے پوتا گروپ کو شکست دے دی، سابق اسپیکر انور بھنڈر کے حمایت یافتہ امیدوار جیت گئے، انور بھنڈر کے پوتے ولید اکرم بھنڈر ہار گئے۔ [نوائے وقت 20 نومبر 2015ء بروز جمعۃ المبارک]

گوجراں والا سے موضع اروپ کا تاریخی موازنہ:

اگر اس لحاظ سے گوجراں والا سے اروپ کا تاریخی موازنہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اروپ، گوجراں والا کی پیدائش سے برسوں پہلے آباد تھا۔

گوجراں والا ڈسٹرکٹ کی کل آبادی:

پنجاب ڈویلپمنٹ سٹیٹسٹک 2011ء کے مطابق گوجراں والا ڈسٹرکٹ کی کل آبادی 4,479,000۔

آبادی (000)

ٹاؤن	شہری آبادی	دیہاتی آبادی	کل آبادی
اروپ ٹاؤن	420	229	649
کھیالی شاہ پور ٹاؤن	376	285	661

Scanned with CamScanner

نندی پور ٹاؤن	373	184	557
قلعہ دیدار سنگھ ٹاؤن	505	108	613
نوشہرہ ورکاں ٹاؤن	23	500	523
کامونکی ٹاؤن	187	343	530
وزیر آباد ٹاؤن	252	566	818
کنٹونمنٹ	128	0	128
کل: میزان	2264	2215	4479

[Punjab Development Statistic.2013]

گوجراں والا ٹاؤن ناظم 2011ء کی تفصیل

اروپ ٹاؤن	راؤ اکرام علی خان
کھیالی شاہ پور ٹاؤن	عادل فاروق خان
نندی پور ٹاؤن	رضوان ظفر چیمہ
قلعہ دیدار سنگھ ٹاؤن	میاں طارق محمود
نوشہرہ ورکاں ٹاؤن	اظہر قیوم ناہرہ
کامونکی ٹاؤن	سجاد احمد خان
وزیر آباد ٹاؤن	چوہدری نوازش علی چیمہ

قدیم شاہراہ کابل:

جی ٹی روڈ پر نمایاں شہروں میں پشاور، گجرات کے علاوہ کچھ قصبات اس شاہراہ پر واقع ہونے کے سبب بہت نمایاں تھے۔ جن میں ایمن آباد، موضع اروپ اور سوہدرہ ضلع گوجراں والا کے اہم اور نمایاں نام بڑی آبادیوں میں شامل تھے۔ قرین قیاس ہے کہ سلطان محمود غزنوی (1030ء۔ 998ء) کے علاوہ سلطان شہاب الدین محمد غوری (1193ء) اور امیر تیمور کی ہندوستان خصوصی دہلی میں آمد، حملوں اور معرکوں میں یہاں سے لشکر اسلام اور ان کے سربراہوں کی آمد و رفت کے

Scanned with CamScanner

دوران سوہدرہ، ایمن آباد کے علاوہ موضع اروپ بھی نمایاں اور اہم مقام تھا۔۔۔!

لیکن زمانے کے اُلٹ پھیر اور حکومتوں، حکمرانوں کی تبدیلیوں کے سبب وہ وقت بھی آ گیا کہ مغل شہنشاہ ظہیرالدین بابر کے بیٹے ہمایوں 1540ء میں افغان حکمران شیر شاہ سوری (1540-45ء) نے ہمایوں کو شکست دے دی۔۔۔اور شاہراہ دہلی۔۔۔کابل کا راستہ یوں تبدیل کیا کہ موجودہ شاہراہ اعظم (جی۔ٹی روڈ) کو شیر شاہ سوری نے تبدیل کرتے ہوئے یوں نئے سرے سے تعمیر کیا کہ ایمن آباد، موضع اروپ اور سوہدرہ جدید شاہراہ اعظم کلکتہ، پشاور سے تقریباً چار پانچ میل دور مشرق میں واقع ہونے سے پسِ منظر میں اور گم نامی میں چلے گئے اور گکھڑ منڈی، کامونکی وغیرہ کے قصبات نمایاں ہو گئے۔۔۔:اور یوں موضع اروپ بھی پسِ منظر میں چلا گیا۔۔۔:

لیکن آج 2018ء میں شیر شاہ سوری کی حکومت کے تقریباً چار سو سال گزرنے کے بعد بھی موضع اروپ میں قدیم کھنڈرات، بڑے بڑے ٹیلے ٹبے، اونچی نیچی گلیاں، نشیب و فراز پر مبنی آبادیاں یہ بتاتی ہیں کہ کھنڈر بتا رہے ہیں عمارت عظیم تھی۔

القصہ مختصر 1849ء میں جب لارڈ لارنس کی سربراہی میں سکھوں کو شکست دے کر انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کیا۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کے ضلعی دفاتر اور کچہری کی عمارتیں سب سے پہلے ایمن آباد موڑ (موڑ ایمن آباد نہیں بل کہ قدیم قصبہ ایمن آباد) پھر شاہ پور کھیالی، اس کے بعد موضع اروپ اور آخر کار موجودہ شہر گوجراں والا کو مستقل طور پر ضلع صدر مقام اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کا درجہ دے دیا گیا۔

مندرجہ بالا شاہراہ اعظم (جی۔ٹی روڈ) تعمیر کردہ شیر شاہ سوری (1545-45ء) کے تعمیر نو کے سبب موضع اروپ بھی نمایاں قصبہ کی فہرست سے خارج ہو کر عام اور پسماندہ غیر معروف قصبات کی صف میں چلا گیا تھا۔ موضع اروپ میں عالی شان عمارات کے بچے کھچے آثار اس بات کے شاہد ہیں ۔صدیاں گذرنے کے بعد بھی ہمارے قصبہ مالوف کی رونقیں ابھی تک باقی ہیں۔ اس سے پاکستان کے نمایاں تاریخی قصبات میں موضع اروپ کا نام بھی نمایاں اہمیت کا حامل رہے گا۔۔۔!

Scanned with CamScanner

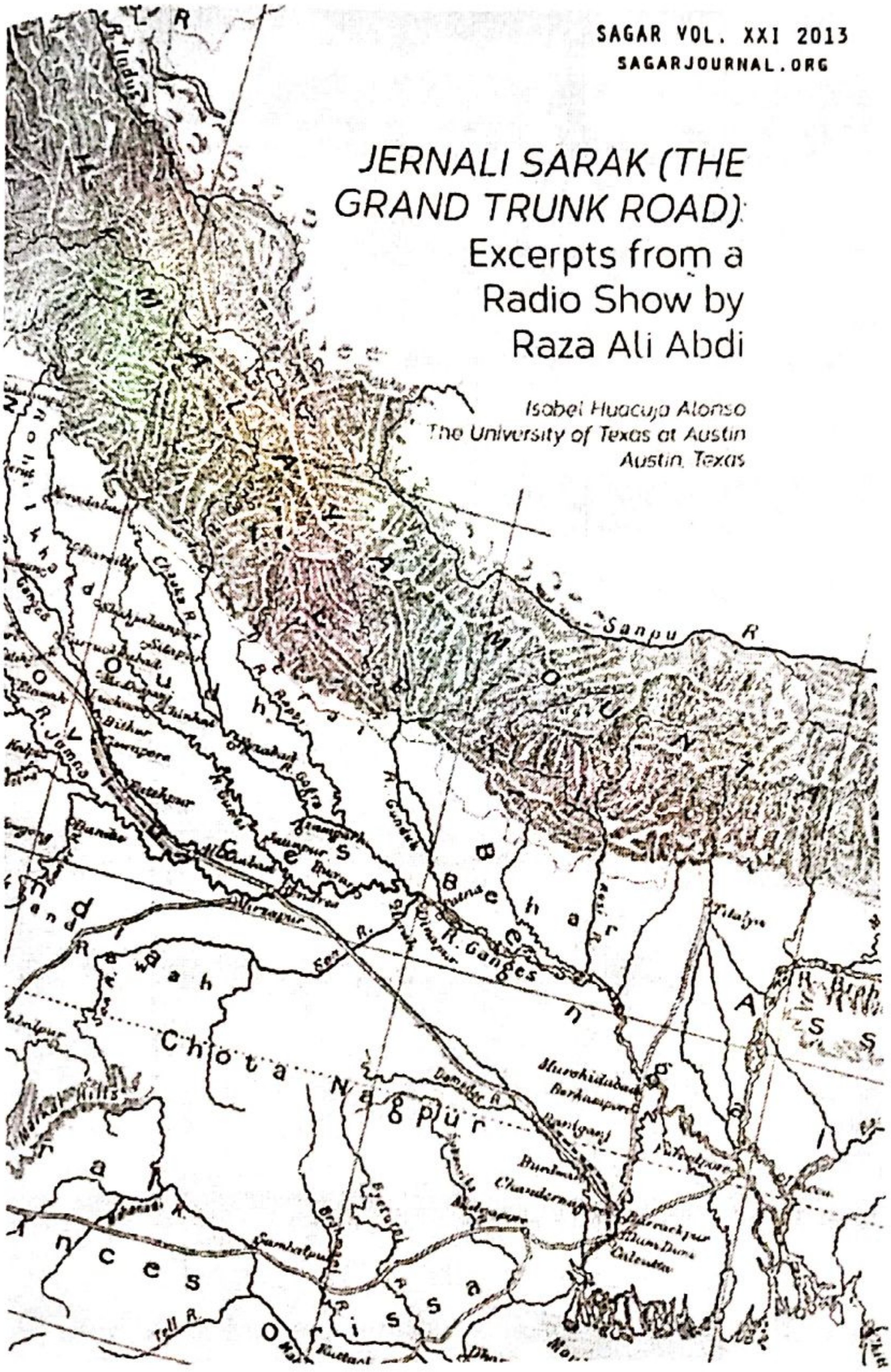

نقشہ جرنیلی سڑک گوجرانوالا

موضع اروپ بہ حیثیت قدیم قصبہ:

یہ قصبہ گوجراں والا سے تقریباً 8 کلومیٹر کے فاصلہ پر سیالکوٹ روڈ پر واقع ہے۔اروپ بہت ہی خوب صورت قصبہ ہے۔قدیم اروپ ایک ٹبہ کی شکل میں اب بھی موجود ہے، جس کی اونچائی تقریباً 50 فٹ کے قریب ہے۔آبادی صرف اسی ٹبہ پر تھی، بعد میں اس کے اطراف میں پھیلتی گئی۔

1965ء اور 1971ء کی جنگ کے دوران موضع اروپ سیالکوٹ انڈین بارڈر کے قریب ہونے کی وجہ سے جنگی جہازوں کی گزرگاہ بھی رہا۔ جنگ کے دنوں میں موضع اروپ کا یہ علاقہ بمباری سے محفوظ رہا۔ البتہ راہوالی ضلع گوجراں والا میں بم گرنے کے شواہد ملتے ہیں۔موضع اروپ دنیا کے ان منفرد قصبات میں سے ہے جہاں مسلمانوں اور عیسائیوں کا ایک قبرستان اکٹھا ہے جس کے درمیان میں ایک پگ ڈنڈی ایک دوسرے کو جدا کرتی ہے۔

ٹبہ موضع اروپ:

موضع اروپ میں دو ٹبے (ٹیلے) ہیں۔ایک ٹبہ (ٹیلہ) وہ ہے جو آبادی والا علاقہ ہے اور دوسرا ٹبہ (ٹیلہ) وہ جگہ ہے جہاں محلہ چیمیاں کا قبرستان ہے۔اب اگر اس کا بہ غور جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی بھی دور میں ایسا نہیں دیکھا گیا کہ کسی بھی شہر کی آبادی بھی اونچی جگہ پر ہو اور اُس آبادی کا قبرستان بھی اُونچائی پر واقع ہو۔ ہمیشہ آبادی اور قبرستان کے لیے ہموار سطح کو ہی ترجیح دی جاتی ہے سوائے پہاڑی علاقوں کے۔

موضع اروپ کے یہ نشان ظاہر کرتے ہیں کہ اروپ زلزلے اور حکمرانوں کی لڑائیوں میں تباہ ہوتا رہا ہے اور اروپ کی آبادی زمانہ قدیم میں ٹبے کے باہر تک نائیاں والہ کھوہ سے نہر (راجباہ نور پور) کے پل کے پار تک آباد تھی۔ (جس کے آثار کئی جگہ پر نمایاں ہوئے ہیں، نہر کے پار کھدائی سے بہت بڑی اینٹیں ملی اور محمد سلطان بھنڈر کے کنویں (کھوہ) کے پاس بادشاہ کا باغ نمایاں طور پر دیکھنے کو ملا، جس کا اب کوئی نشان نہیں ہے) جب اروپ پر یہ آفت آئی تو اس کو دوبارہ آباد نہیں کیا گیا اور یہ اپنی اُسی تباہ شدہ حالت میں کئی سو سال پڑا رہا۔اس علاقے میں

چوں کہ سیلاب بھی آتے رہے، تو سیلاب کے پانی نے اس کی ہم وار جگہ یا نشیبی جگہ کو آس پاس کی سطح کے برابر کر دیا مگر اُونچی جگہ جو مکانوں کے تباہ ہونے سے ہم وار جگہ سے کافی بلندی پر تھی اُس کو اس طرح نقصان نہ پہنچا یا بل کہ اس کے کناروں کو گولائی کی شکل دے دی۔ جیسا کہ سمندر کے درمیان کسی جزیرے کے ساتھ ہوتا ہے اُسی طرح موضع اروپ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔

سیلاب کے بار بار آنے اور سیلابی پانی کے بہاؤ سے موضع اروپ دو ٹبوں (ٹیلوں) کی صورت شکل اختیار کر گیا۔ اس کے بعد جب موضع اروپ دوبارہ آباد ہوا تو آباد کاروں نے بڑے ٹبے (ٹیلہ) کو آباد کاری کے لیے چُنا اور چھوٹے ٹبہ (ٹیلہ) کو ویران چھوڑ دیا۔ مگر وہ آبادی بھی اس عافت سے نہ بچ پائی اور موضع اروپ پھر تباہ و برباد ہوتا رہا، جس کی وجہ سے بڑا ٹبہ چھوٹے ٹبے سے اُونچائی تقریباً 50 فٹ ہے، مگر یہ علاقہ پھر کئی سو سال ویران ہی رہا۔ کیوں کہ اروپ ایک محفوظ جگہ اور میٹھے پانی کا مرکز تھا۔ اور بادشاہی سڑک کے اوپر ہونے کی وجہ سے گزرنے والوں کی توجہ کا مرکز بنتا رہا۔ اس لیے خانہ بدوش قبیلے اس جگہ کو اونچا اور سڑک کے قریب ہونے کی وجہ سے بارہا آباد کرتے رہے۔

موضع اروپ کے قدیم محلے:

جناب پروفیسر محمد اسلم اپنے ایک مضون ''موضع اروپ کے قدیم محلے، گلیاں اور شخصیات'' میں لکھتے ہیں کہ موضع اروپ کا شمار ضلع گوجراں والا کے چند مشہور اور تاریخی قصبات میں ہوتا ہے۔ شیر شاہ سوری کی تعمیر کردہ جرنیلی سڑک سے قبل جو سڑک پشاور سے دہلی آمد و رفت کے لیے استعمال ہوتی تھی وہ موجودہ جی۔ٹی روڈ سے تقریباً 5 کلومیٹر مشرق کے فاصلے پر واقع تھی اور بادشاہی شاہراہ دہلی تا کابل کہلاتی تھی۔ بادشاہی شاہراہ پر جو شہر اور دہات آباد تھے، ان میں ایمن آباد، موضع اروپ اور سوہدرہ کے نام بھی شہرت کے حامل تھے۔ لیکن جی۔ٹی روڈ بننے سے ایمن آباد، موضع اروپ موجودہ جی۔ٹی روڈ سے تقریباً پانچ کلومیٹر دور چلے گئے۔ قدیم اروپ کی وہ بلند و بالا عمارتیں جو شاہراہ دہلی ۔۔۔ کابل کے مشرقی کنارے پر واقع تھیں جو شاہی فوجوں کے پڑاؤ مسافروں کی سرائے اور دیگر اہم مقاصد کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ آہستہ آہستہ مسمار اور کھنڈر بنتی گئیں۔ جی۔ٹی روڈ کے بننے کے بعد موضع اروپ کے گمنامی کی صف میں آنے کے

Scanned with CamScanner

باوجود موضع اروپ کی تاریخی اہمیت کافی عرصہ تک برقرار رہی۔

موضع اروپ کے قدیم محلے صرف دو ہی کہلاتے ہیں یعنی جنوبی جانب "محلہ بھنڈراں" اور شمالی جانب "محلہ چیمہ" آباد ہے۔ دومزید ضمنی محلے بھی ہیں لیکن قدیم گلیوں کے تذکرہ تک محدود رہتے ہوئے ہم ان کو تفصیلی طور پر بیان نہیں کر سکتے کہ یہ گول سڑک اروپ (اروپ کا سرکلر روڈ کہہ لیں) سے باہر ہیں۔ البتہ اسے اروپ کا حصہ ہونے کے سبب اس کا بھی ذکر ضرور آئے گا۔ گول سڑک اروپ سے باہر شمال مغربی آبادی (مسجد کمہاراں سے متصل) والا محلہ حیات پورہ اور شمال مشرقی آبادی محلہ چیمہ سے متصل محلہ "کچا قلعہ" کہلاتا ہے۔

موضع اروپ ان دیہاتوں میں سے ہے۔ جس کے سربراہ تقریباً گذشتہ دوصدیوں سے شرافت کی روایت کو مضبوطی سے سنبھالے ہوئے ہیں۔ یعنی چوہدری کرم الٰہی پنجاب کے پہلے مسلمان گریجوایٹ تھے۔ ان کی نیکی، خداخوفی کی گواہی راقم الحروف نے بے شمار واقعات کی صورت میں عمر رسیدہ لوگوں سے سنے۔ اور خوش قسمتی سے ان کے فرزند خان بہادر چوہدری محمد حسین بھنڈر (سابق ممبر پنجاب اسمبلی) اور ان کے موجودہ جانشین محمد انور بھنڈر صاحب، شاہد اکرم بھنڈر بھی شرافت اور بھائی چارہ کی اس روایت پر قایم ہیں۔ حسن اتفاق سے پنجاب اسمبلی کی نشست پی پی 95 ابھی تک اروپ کی چاردیواری میں آباد اور ان روایات کو قایم رکھنے والی شخصیت ہی کے پاس ہے، یعنی ملک غلام فرید 2013ء کے عام انتخابات میں پنجاب اسمبلی کی اس نشست پر منتخب ہوئے۔

موضع اروپ کے قدیم محلے، گلیاں اور شخصیات

گلی کا تصور ذہن آتے ہی اس کے تمام مکین سامنے آجاتے ہیں۔ بچپن کے دوست عزیز بزرگ وغیرہ۔ محلہ بھنڈراں کی سب سے بڑی بل کہ اروپ کی بڑی گلی کا رُخ مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ اروپ کی سب سے بڑی اور مرکزی جامع مسجد "نور مبین" اسی گلی میں ہے۔ گلی میں داخل ہوتے ہی ایک مکان کے آخری سرے پر اس بڑی گلی سے ایک چھوٹی سی گلی بائیں ہاتھ جنوب سے شمال کی جانب جاتی ہے۔ اس گلی کے آغاز میں مغربی ہاتھ پہلا مکان خان بہادر

Scanned with CamScanner

چوہدری محمد حسین بھنڈر کا ہے۔ اب یہ ان کے جانشین چوہدری محمد انور بھنڈر اور ان کے بھائیوں کی اولاد کا آبائی مکان ہے۔ چوہدری محمد حسین بھنڈر مرحوم کے مکان سے متصل شمال والا مکان، حاجی محمد طفیل، محمد زبیر مرحوم، محمد اسحٰق شہید (کویت والے، جو کویت پر حملہ پر میں شہید ہوئے) کا ہے۔ اسی گلی میں چوہدری صاحب کی برادری کے افراد غلام رسول بھنڈر مرحوم (ٹاہلی والے) میرے کلاس فیلو اور دوستوں میں سے نبی احمد بھنڈر مرحوم اور غضنفر علی بھنڈر مرحوم ولد محمد خاں بھنڈر مرحوم کے علاوہ سرفراز احمد بھنڈر (حال مقیم بنک چوک اروپ) جنوب سے شمال کی جانب آخر میں نکر پر میرے محترم مخلص دوست غلام صابر بھنڈر (سابقہ اے۔ایس۔آئی) پنجاب پولیس کے آبائی مکانات ہیں۔

عزیزم سرفراز احمد بھنڈر کے آبائی مکان کے شمالی کونے سے گلی دائیں طرف مشرق کو مڑتی ہے اسی مشرقی جانب میرے دوستوں محمد خالد بھنڈر مرحوم (م 2009ء) اور ان کے چھوٹے بھائیوں محمد ارشد بھنڈر (سابقہ انسپکٹر محکمہ ایکسائز) اور محمد اقبال بھنڈر (سابقہ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ) کا مکان تھا۔ اب اس مکان میں پروفیسر طارق جاوید بٹ مرحوم کے عزیز خالد بٹ رہائش پذیر ہیں۔ ان کے مکان سے متصل میرے دوست اور درویش صفت شخصیت غلام سرور بھنڈر (سابق ریٹائرڈ صوبائی سیکریٹری محکمہ زراعت پنجاب، سول سیکریٹریٹ لاہور، سابق ایگرانومسٹ) کا آبائی گھر ہے۔

غلام سرور بھنڈر کے مکان سے یہ گلی مشرق کو مڑتی ہوئی دو مکانوں کے بعد بند ہو جاتی ہے۔ غلام سرور کے ساتھ متصل جنوبی جانب خضر حیات بھنڈر کا آبائی مکان ہے۔ اور ان سے متصل مکان کے بعد یہ شمال سے جنوب کو آتی ہوئی چھوٹی سی ضمنی گلی بند ہو جاتی ہے۔ یہ آخری مکان میرے استاذِ مکرم اللہ داد بھنڈر مرحوم (وفات ۱۹۹۹ء) سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ اور ان کے چھوٹے بھائیوں ارشاد احمد بھنڈر (سابق سیشن جج، ریٹائرڈ وفاقی سیکریٹری وزارت قانون)، پروفیسر ارشد محمود بھنڈر (سابق پروفیسر بیالوجی، گورنمنٹ کالج سیٹلائیٹ ٹاؤن گوجراں والا)، خدا یار بھنڈر (ریٹائرڈ انجینئر) کے ہیں۔

اسی بند گلی سے واپس خالد بٹ کے رہائشی مکان کی طرف آئیں تو یہ گلی شمال کی طرف مڑ

Scanned with CamScanner

جاتی ہے۔اسی گلی سے مغربی جانب مڑتے ہوئے ایک چھوٹی سی بند گلی مغرب کی طرف واقع ہے۔ اسی بند گلی کے آخر میں میرے استادِ مکرم ملک فضل دین کشمیری مرحوم (وفات،1988ء) کا قدیم مکان ہے۔ان کے بھتیجے ملک محمد انور محلہ بھنڈراں کی مرکزی جامع مسجد کی انتظامیہ کے سابق صدر اور استاد محترم پروفیسر ارشد محمود بھنڈر سیکریٹری انتظامیہ مسجد کے پرانے دوست اور ملک غلام فرید (ایم پی اے) کے سمدھی تھے۔

خالد بٹ کے مکان کی عقبی دیواروں کے ساتھ ساتھ یہ گلی مغرب سے مشرق کو جاتی ہے۔ پہلا مکان قیصر رشید بٹ (بنک ملازم) کا ہے۔یہاں تین چار مکانوں کی قطار کے بعد یہ گلی شمالی جانب مڑتی ہوئی چند مکانوں کے بعد تقریباً دس فٹ بلندی پر ٹبہ پر واقع ''شاہ گودڑولی'' کے مزار سے ہوتی ہوئی ایک تنگ گلی کے بعد محلہ چیمہ کی حدود میں واقع پہلی گلی ہمارے مرحوم دوست میاں محمد اسلم ایم۔اے۔ایم۔ایڈ والی گلی میں مل کر ختم ہو جاتی ہے۔قیصر رشید بٹ والی گلی میں واپس آئیں تو ایک دو مکانوں کے بعد میرے دوست پروفیسر طارق جاوید بٹ مرحوم (وفات۔2015ء) سابق پروفیسر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج پیپلز کالونی، گوجراں والا کی رہائش تھی۔طارق بٹ کے ساتھ والا مکان ملک عبدالقیوم مرحوم (وفات 1985ء) سابق ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ کا آبائی مکان ہے۔اس مکان سے گلی مشرقی جانب مڑتی ہے۔ یہاں میرے حقیقی چچا دین محمد اعوان مرحوم (وفات 1988ء) اور چھوٹے چچا احمد دین (وفات2007ء) کی رہائش تھی۔اب اس مکان میں ان کے فرزند گلزار احمد اور شہباز احمد اعوان رہتے ہیں۔

اسی گلی میں اروپ کے ملن سار دوست نفیس احمد مرحوم دھوگڑی والے (وفات 5 اگست 2002ء) کی رہائش تھی۔نفیس احمد کے مکان کی مشرقی دیوار کے ساتھ ساتھ یہ گلی مشرقی جانب بتدریج بلند ہوتی ہوئی آخر کار اروپ کے ٹبہ پر واقع آبادی میں جا کر بند ہو جاتی ہے۔یہاں اسی بلند آبادی میں واقع گلیوں میں کبھی نواب دین ٹھیکیدار مرحوم، ان کے بھائیوں سردار علی مرحوم سابق پی ٹی آئی گورنمنٹ ہائی اسکول، اروپ اور تایا برکت (فلم سٹار) کی رہائش تھی۔اسی ٹبہ والی گلی کے شروع کے مکان میں صوفی محمد دین نوشاہی مرحوم (وفات 1990ء) کے رہائشی مکان کے

عقب والے مکان میں میرے بڑے تایا امداد علی اعوان (وفات ستمبر 1993ء) کی رہائش تھی۔ یہ ٹبہ والی گلی مشرق کی جانب بلندیوں کو چڑھتے آخر میں جا کر بند ہو جاتی ہے۔اسی دائیں بائیں بند گلیوں میں فقیر محمد چشتی سابق خطیب مرکزی جامع مسجد نور مبین کی رہائش تھی۔اسی نواح کے مکانوں میں محمد یونس بھنڈر مرحوم (وفات فروری 2015ء)اوران کے بڑے بھائیوں محمد اسلم بھنڈر مرحوم اور محمد اکرم بھنڈر مرحوم (چوپال والے) کا آبائی مکان ہے۔اس گلی کے عقب میں اروپ کا قدیم ترین ٹبہ آجاتا ہے۔

اسی ٹبہ کو جانے والی اور آس پاس کی گلیوں میں قاری محمد اسحق (وفات 2005ء) سابق معلم قرآن مرکزی جامع مسجد نور مبین و سابق خطیب بادشاہی مسجد اروپ، کبھی رہائش پذیر تھے۔انہی کے ہمسایہ میں محمد شفیع مرحوم (30اپریل 1978ء کوایک بس حادثہ میں وفات ہوئی) ملازم محکمہ ڈاک خانہ کی رہائش تھی۔محمد شفیع کی کوششوں اور بھاگ دوڑ سے 1977ء میں اروپ میں ڈاک خانہ کا باقاعدہ دفتر قایم ہوا۔ورنہ ڈاک رجسٹری کے لیے جنرل پوسٹ آفس گوجراں والا یا کیمپ پوسٹ آفس نظام پور (ننڈی پور) جانا پڑتا تھا۔

چوہدری محمد حسین بھنڈر کے آبائی مکان والی گلی میں بائیں ہاتھ مڑنے کے بہ جائے اسی بڑی گلی مشرق اور مرکزی جامع مسجد کی طرف چلتے جائیں تو اسی بڑی گلی میں لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم کے لیے گورنمنٹ گرلز پرائمری اسکول اروپ کی سابقہ عمارت ہے۔جو بہت ہی خستہ حالی کی وجہ سے تالا بندی کر دی گئی ہے۔اس اسکول سے متصل راقم الحروف کا آبائی مکان ہے۔جہاں اب میرے چھوٹے بھائی محمد افضل اعوان (سینئر آڈیٹر محکمہ اکاؤنٹ) قیام پذیر ہیں۔دیگر برادران محمد اکرم اعوان، محمد ارشد اعوان (پٹواری) محمد اختر اعوان (لائبریرین) محمد انور اعوان اور محمد امجد اعوان اب نئی آبادی محلہ اعواناں میں رہائش پذیر ہیں۔مذکورہ بالا گورنمنٹ گرلز پرائمری اسکول اروپ کی عمارت میں اسکول کے احاطہ میں ایک دو کمروں میں کبھی 1960ء کے عشرے میں ماسٹر نذیر احمد مرحوم مع اپنے خاندان کے اسی اسکول میں رہائش پذیر تھے۔ستمبر 1965ء کی جنگ سے چند ماہ پہلے اسکول کی رہائش چھوڑ کر کسی اور مکان میں منتقل ہو گئے تھے۔

میری رہائش کے بالمقابل میرے استاد میاں عمر الدین انجم سابق ٹیچر گورنمنٹ ہائی

اسکول اروپ کا قدیم اور سابقہ مکان ہے۔ آج کل ان کی رہائش گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ جانے والی سڑک کے مغرب میں اروپ سے متصل نئی آبادی میں ہے۔

راقم الحروف کے آبائی مکان کے ساتھ مشرق کی طرف چلتے ہوئے اسی بڑی گلی میں ایک تنگ گلی جنوب کی طرف مڑتی ہے جسے پہلوانوں کی دکان والی گلی کہتے ہیں۔ ان کی دکان سے متصل گھر میں پروفیسر محمد عاشق نوید (وفات مئی 1998ء) سابق صدر شعبہ سوشیالوجی گورنمنٹ کالج مری کی رہائش تھی اور آج کل ان کے چھوٹے بھائی منظور قادر بھنڈر ایڈووکیٹ قیام پذیر ہیں۔ اس گھر سے چند قدم کے فاصلے پر یہ تنگ گلی پیچ وخم کھاتی ہوئی مشرق کو مڑتی ہے۔ اسی مشرق جانب چند قدم کے فاصلے پر دینی شخصیت ملک عطاء اللہ مرحوم (1918ء تا 2008ء) کا آبائی مکان ہے۔ ان کے مکان کے بعد یہ گلی شمال کو مڑتی ہوئی تھوڑی سی بلندی پر جا کر بند ہو جاتی ہے۔ یہاں آخری مکان اور قدیم چوبارے میں کبھی ملک محمد دین (وفات 1974ء بہ عمر سو سال) کی رہائش تھی۔ آپ شہر گوجراں والا کے سکولوں کے قدیم ترین اساتذہ میں سے تھے۔ ان کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ عطاء محمد ہائی اسکول گوجراں والا کے سابق اور پرانے استاد محمد حسین مجروح مرحوم بھی ملک محمد دین کے شاگردوں میں سے تھے۔

جامع مسجد نور مبین کے صدر دروازہ کے عین بالمقابل ملک جعفر عمر کے وسیع وعریض مکان کی بیٹھک کا دروازہ ہے۔ ملک جعفر عمر کے والد محترم حاجی علاؤالدین مرحوم (وفات 1986ء) اروپ کی معزز، صلح کُل اور نرم دل شخصیت تھے۔ اروپ میں ان کا گھر ''حاجیوں کے خاندان'' کے نام سے معروف ہے۔ مذکورہ بالا شخصیت ملک محمد دین، حاجی علاؤالدین کے چچا تھے۔

ملک جعفر کے مکان سے یہ گلی مغرب اور پھر شمال کی طرف مڑتی ہے، جسے ''چھت والی گلی'' کہتے ہیں۔ جہاں غلام محمد مرحوم دفعدار کی رہائش تھی، جو جامع مسجد نور مبین میں لاؤڈ اسپیکر پر اعلانات اپنے منفرد انداز میں کرنے کے فرائض سرانجام دیتے۔ اسی گلی میں استاد محترم محمد اصغر کھوکھر کا آبائی مکان ہے۔

خالد جاوید کھوکھر مرحوم کے مکان کے بعد یہ گلی شمال کی طرف مڑتی ہوئی ایک بہت وسیع صحن والے مکان پر پہنچ کر ختم ہوتی ہے، جو اردو کے شاعر پروفیسر ریاض احمد اور پروفیسر وقاص کا

ہے۔اسی گلی میں جنوب کی طرف آئیں تو ایک چھوٹی سی گلی مغرب کی جانب مُڑتے ہوئے بند ہو جاتی ہے۔ یہاں تین چار مکانات ہیں۔آج سے تیس چالیس سال قبل محمد ایوب کھوکھر مرحوم، محمد یعقوب کھوکھر مرحوم (پروپرائٹر شاداب ہل زرعی آلات نزد ڈیوڑھا پھاٹک بالمقابل مکی مسجد عقب سول ہسپتال گوجراں والا) اوران کے چچا حاجی محمد شریف (وفات 1989ء) نلکے اور ہینڈ پمپ لگانے والے کی رہایش انہی مکانات میں تھی۔محمد یعقوب نے اپنی زندگی میں اپنے آبائی گھر اور مکانات مرکزی جامع مسجد محلہ بھنڈراں اروپ کے نام ہدیہ کرتے ہوئے ہبہ کرنے کے بعد گوجراں والا شہر میں رہایش اختیار کر لی تھی۔

اروپ کی بڑی اور پہلی گلی کے تعارف اور تذکرہ کے بعد ہم گول سڑک پر آ جاتے ہیں۔ یہاں چوہدری محمد حسین بھنڈر کے مکان کی مغربی دیوار کے بالمقابل ایک وسیع وعریض مکان ہے۔ شاید اروپ کا یہ واحد مکان ہے جس کے چاروں اطراف گلیاں واقع ہیں۔اس مکان میں ایک علمی شخصیت محترم شیخ محمد سلیم (سابقہ انسپکٹر سکولز، وفات 1967ء) کی رہایش تھی۔

خان بہادر چوہدری محمد حسین بھنڈر کی مقام آغاز سے تقریباً ایک سو گز شمال کی جانب گول سڑک سے ایک چھوٹی بند گلی مشرق کو مُڑتی ہے۔ جسے ''غلام حیدر جنجوعہ'' (وفات، 2011ء) والی گلی کہتے ہیں۔اسی مختصر گلی کے شمال جانب صرف ایک مکان یا پانچ سات گز کے فاصلے پر ایک گلی مشرق کو مڑتی ہے۔اس گلی میں میاں محمد اسلم ایم۔اے۔ایم۔ایڈ (وفات، 2005ء) کی رہایش ہے، اسی نسبت سے اسے ''میاں محمد اسلم'' والی گلی کہہ لیں۔اس گلی کے شروع میں شمالی جانب عزیزم فرید اقبال اعوان موجودہ ناظم یونین کونسل اروپ کا آبائی مکان ہے۔ان کے والد ملک غلام نبی اعوان میرے مخلص احباب سے ہیں اور ان کے دادا ملک مشتاق اعوان (وفات، 1990ء) میرے والد مرحوم کے قدیم دوستوں سے تھے۔

فرید اقبال اعوان کے آبائی مکان کے عقب میں محترم محمد طفیل ماسٹر (وفات، جنوری 2001ء) کتاب ہذا کے مصنف غلام فرید وارثی کے حقیقی تایا جان اور ظہور احمد کے والد گرامی کی ٹیلرنگ کی دکان ہوا کرتی تھی۔اس دکان کا دروازہ گول سڑک اروپ کی طرف کھلتا تھا۔وہ اعلیٰ پایہ کے ٹیلر ماسٹر تھے۔درزی کا ہنر سیکھنے کے سلسلے میں بچپن اور جوانی میں بہت محنت،

Scanned with CamScanner

مشقت کے ساتھ طرح طرح کے مصائب برداشت کیے۔ قیام پاکستان سے قبل ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں خصوصاً انگریزوں کے موسم گرما کے دارلحکومت پہاڑی شہر شملہ میں بہت عرصہ قیام پذیر رہے۔ درزی کا فن اور ہنر بہت بڑے کاریگر اور مشہور فلم سٹار محمد افضل خاں عرف ہمالیہ والہ سے بڑی محنت اور ریاضت سے سیکھا تھا۔ اروپ میں ماسٹر محمد طفیل کی دکان ہر غریب، امیر ،نوجوان، بوڑھے بزرگ ہر کسی کا ٹھکانہ تھی۔ اروپ کے شرفاء دانا لوگوں کے بیٹھنے اور گپ شپ کا مرکز بھی۔ جہاں چھت پر رسی سے کھینچنے والا کپڑے کا دستی پنکھا آویزاں تھا۔ یہاں بیٹھنے والے شرکاء کے نام درج ذیل ہیں، ملک صلاح الدین (وفات 1984ء)، صوفی محمد دین نوشاہی (وفات، 1990ء) مشاق احمد اعوان مرحوم، غلام حیدر جنجوعہ مرحوم، پٹواری جان وزیر گل کرپچن، ماسٹر عبدالقیوم مرحوم، ماسٹر نذیر احمد مرحوم، الطاف ربانی بھنڈر مرحوم، محمد حسین اعوان مرحوم (راقم الحروف کے حقیقی چھوٹے تایا جان، وفات، 1991ء)، نذیر احمد اعوان مرحوم (سعید احمد اعوان کے والد محترم)، احسان اللہ مرحوم (بنک ملازم)، منظور اعوان مرحوم (امتیاز احمد اعوان کے والد) علی محمد اعوان مرحوم (فرید اقبال اعوان کے نانا جان)، ملک عطاء اللہ مرحوم (وفات، مئی 2008ء) علی احمد اعوان (قربان حسین کے والد محترم) مہر دین مرحوم، رحمت علی اعوان مرحوم (فقیر حسین کے والد محترم) میاں عبدالمجید مرحوم، ماسٹر محمد طفیل مرحوم (گورنمنٹ پرائمری اسکول اروپ)، ملک احمد علی مرحوم (ریٹائرڈ ملازم ضلع کونسل اور ملک سجاد احمد کے والد)، پروفیسر شیخ غلام غوث مرحوم وغیرہ اور موجودہ شخصیات میں میاں عمر الدین انجم صاحب، ارشاد احمد بھنڈر صاحب، پروفیسر ارشد محمود بھنڈر صاحب، الخ یہ ایک لمبی فہرست ہے، عزیزم غلام فرید وارثی کے تایا جان محترم محمد طفیل مرحوم کی اس دکان کی محفل کے شرکاء کی اکثریت، یہ دکان اور محفل ہی نہیں بل کہ دنیا ہی چھوڑ کر جا چکی ہے۔ بہر حال مذکورہ بالا دکان اجڑ گئی اور اس کا نام ونشاں بھی ختم ہو گیا۔ اب صرف اروپ کے پرانے لوگوں کے ذہن میں ایک گم گشتہ اور بھولی بسری داستان بن کر رہ گئی۔

اروپ کی چوتھی گلی گول سڑک سے میرے دیرینہ دوست پروفیسر میاں محمد اشرف کی قدیم ترین اور اروپ کے ماضی میں کریانہ کی بڑی دکان کے عقب میں پہلے تھوڑا سا فاصلہ جنوبی جانب

Scanned with CamScanner

طے کرتے ہوئے مشرق کی طرف مڑتی ہے اور بلندی کو چڑھتے ہوئے آبادی کی طرف جاتی ہے۔ یہاں اروپ کی بلند ترین تین منزلہ عمارت ''بھابی کا چوبارہ'' واقع ہے، جو محمود احمد عرف مودی کے زیرِ رہائش ہے۔ اسی گلی میں پروفیسر سلامت علی چیمہ کا آبائی مکان ہے۔ اسی گلی میں عزیزم غلام فرید وارثی کے چچازاد بھائی شہباز اکمل ولد فیض احمد کا آبائی مکان ہے۔ ''بھابی کے چوبارہ'' والی گلی میں ماضی کا ایک بھولا بسرا آدمی جو بہت بلند و بالا قد کاٹھ اور مضبوط جسم والے بزرگ بابا محمد حیات اعوان مرحوم (وفات 1966ء) صرف ایک کمرے اور بے غیر صحن والے گھر میں مقیم تھے۔ بابا محمد حیات مچھلیاں پکڑنے والے جال بُننے کا کام کرتے تھے۔ بچپن میں جب بھی اس گلی سے گزر ہوا تو بابا محمد حیات کو جال بُننے میں مصروف اور ساتھ ساتھ حقہ پیتے ہوئے دیکھا۔ اب ان کے اکلوتے کمرے والا بے غیر صحن کے گھر بھی ''بھابی کے چوبارہ'' کی عمارت کی توسیع میں شامل ہو کر اپنا نام و نشاں بھی کھو چکا ہے۔

''سدا رہے نام اللہ کا''

پروفیسر محمد اشرف کی قدیم دکان سے ایک دو مکانات کے فاصلے پر گول سڑک سے ایک گلی مغرب سے مشرق کو مڑتی ہے۔ اسے چھوٹی سی پانچویں گلی یا چھوٹا سا بند کوچہ کہہ لیں۔ اس میں مہر محمد اقبال مؤذن مسجد کمہاراں کے علاوہ باجوہ برادری کے مکانات ہیں۔ اسی گلی پر واپس گول سڑک سے شمال کی جانب چھٹی گلی واقع ہے، جسے ''بابو اللہ دتہ گورایہ'' مرحوم (وفات 1982ء) والی گلی کہلاتی ہے۔

محمد اقبال گورائیہ والی چھٹی گلی کے بعد شمال کی طرف رخ کریں تو دو تین دکانوں کے بعد گول سڑک اروپ مشرق کی طرف مڑ جاتی ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ چند رہائشی مکانات کی عقبی دیواروں کے ساتھ چلتے جائیں تو تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر اسی گول سڑک اروپ جنوبی جانب ساتویں گلی شروع ہوتی ہے۔ یہ طویل گلی شمال سے جنوبی رُخ بلندی کی طرف چڑھتی اور بلند ہوتی جاتی ہے۔ یہ اروپ کی قدیم ترین مسجد ''گلزار مدینہ'' والی گلی کہلاتی ہے۔ اس گلی میں دائیں ہاتھ ایک مختصر چھوٹی گلی مغربی جانب مڑتی اور چند مکانوں کے بعد بند ہو جاتی ہے۔ اس چھوٹی گلی میں میرے پھوپھا عبدالکریم اعوان مرحوم (وفات، 1995ء) کی سابقہ رہائش تھی۔ اسی گلی میں

Scanned with CamScanner

ہمارے استاد مالک دین چیمہ صاحب کا آبائی مکان ہے۔ پانچ سات مکانات کے دائیں ہاتھ اسی گلی میں سے ایک مزید چھوٹی سی بند گلی حسب سابق مغربی جانب مڑتی اور دس بارہ مکانات کے بعد بند ہو جاتی ہے۔ اس بند گلی میں محمد صدیق زرگر مرحوم (وفات، 2001ء) کا مکان ہے۔ اسی گلی میں اروپ کے شہ زور اور سارے گاؤں کے نوجوانوں سے طاقت ور اور کبڈی کے کھلاڑی محمد اسلم بٹ مرحوم (سابقہ محکمہ زراعت) کی رہائش تھی۔

محمد اسلم بٹ ''پہلوان کی گلی'' کے بالمقابل ''مسجد والی گلی'' میں سے ایک گلی پہلے مشرق اور پھر جنوب کی طرف مڑتی ہوئی آہستہ آہستہ بلندی کی طرف جاتی ہے۔ یہیں میاں جی سردار احمد مرحوم (سابق خطیب) کا آبائی گھر ہے۔ اسی پیچ وخم کھاتی ہوئی اور موڑ مڑتی ہوئی گلی میں ریاض احمد چیمہ (برادر احسان الٰہی) کے علاوہ غلام چشتی (ولد سردار علی چشتی صابری مرحوم) کے مکانات ہیں۔

ریاض احمد اور غلام چشتی کے قریب ہمسایوں محمد اویس چیمہ (پی۔ ایچ۔ ڈی، اسلامک اکنامکس) حال مقیم لندن کا گھر ہے۔ ''گلزار مدینہ'' والی گلی سے دوبارہ گول سڑک اروپ پر آتے ہوئے مشرق کی طرف رُخ کریں تو ایک دو مکانات کے بعد بائیں ہاتھ شمال جانب اروپ میں لڑکوں کے قدیم ترین پرائمری اسکول کی عمارت ہے۔ راقم الحروف نے پہلی جماعت سے پانچویں جماعت اسی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ آج کل اس عمارت میں بچیوں کا گرلز پرائمری اسکول ہے۔ اس اسکول کے بالمقابل آٹھویں گلی شمال سے جنوب کی طرف جاتی ہے۔ اور یہ بھی ٹبہ اروپ کی طرف آبادی اور مکانات تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ گلی ''ملک صلاح الدین'' والی گلی کہلاتی ہے۔ ملک صلاح الدین (وفات، 1984ء) کا تعلق کشمیری خاندان سے تھا اور ان کا شمار اروپ کے قدیم ترین تعلیم یافتہ خاندانوں میں ہوتا تھا۔ اسی خاندان کے ایک قدیم اعلیٰ افسر ملک امانت علی ریٹائرڈ ریلوے انجینئر (وفات 1929ء) تھے۔ ان کی قبر گوجراں والا شہر کے قدیم قبرستان متصل گورنمنٹ عطاء محمد ہائی اسکول گوجراں والا میں ہے۔ ملک صلاح الدین کے ہمسایہ میں ہی ملک غلام فرید (ایم پی اے) کا آبائی مکان ہے۔ جو ان کے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔ اسی گلی میں محمد رفیق چیمہ مرحوم (وفات، 1999ء) کا آبائی مکان ہے، جو شہاب الدین چیمہ کے

بیٹے اور کبڈی کے کھلاڑی تھے۔

ملک صلاح الدین والی گلی سے واپس گول سڑک کی طرف مشرق کی طرف چند قدم پہ دائیں ہاتھ مرحوم احسان احمد دھوگڑی والے کی دکان کے ساتھ نویں گلی چند مکانوں پر مشتمل ایک بند گلی ہے، جہاں بابو حاتم علی مرحوم رہا کرتے تھے۔ جو میرے والد کے قریبی دوستوں میں سے ہونے کی بہ دولت کافی شفقت فرماتے۔ بابو حاتم علی کی گلی سے بیروں گول سڑک اروپ پر مشرق کی طرف تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر دائیں ہاتھ جنوبی جانب ایک گلی دائیں ہاتھ مڑتی ہے۔اس گلی کو ''میاں عنایت اللہ مرحوم'' والی گلی کہا جاتا ہے۔حکیم صاحب مرکزی جامع مسجد نور مبین کے خطیب تھے۔اسی گلی میں اروپ کے بے باک حق گو عوامی خطیب حافظ سردار احمد مرحوم کی رہائش بھی ہے۔آپ نابینا ہونے کے بعد باوجود کرسیوں کی بنائی کرتے اور اپنی روزی کماتے۔انہی گلیوں میں خوش لباس شخصیت اللہ دتہ چیمہ مرحوم (احمد حسن چیمہ کے والد) کا گھر ہے۔آپ کے بہت ہی خوش اخلاق ہونے کی سب سے بڑی گواہی یہ کہ وہ ہر چھوٹے بڑے حتیٰ کہ سیاسی اختلاف ہونے کے باوجود پورا نام لے کر مخاطب کرتے۔عمر دراز بٹ اور سلیم صادق بٹ کے گھر سے یہ گلی جنوبی جانب آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہوئی مغرب کی طرف مڑتے انتہائی بلند ہو جاتی ہے۔ یہاں میرے جگری دیرینہ دوست اسکول کالج فیلو محمد یعقوب چیمہ ولد غلام رسول چیمہ کا آبائی گھر ہے۔ ان کے ہمسایہ میں ماضی بعید 1947ء سے پہلے اروپ کے اس وقت کے شہ زور شہاب دین ون چیمہ کے فرزند محمد خان چیمہ کا گھر ہے۔ ان گھروں کے ہمسایہ میں مرزا لطیف بیگ مرحوم کا گھر ہے۔آپ پنجابی کے شاعر میاں محمد بخشؒ کا کلام بہت پُرسوز آواز میں ترنم کے ساتھ پڑھتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ستمبر 1965ء کی پاک بھارت جنگ سے پہلے ہمارے گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ کے اردگرد ''چاہ ٹاہلی والہ'' اور ''چاہ ملّو والہ'' کے باغوں میں پاک فوج قیام پذیر تھی۔انہی ایام میں رات کے وقت اسکول کی گراؤنڈ میں پاک فوج کی طرف سے ایک تفریحی پروگرام میں مرزا لطیف بیگ نے [سیف الملوک] ترنم سے پڑھتے ہوئے سماں باندھ دیا تھا۔

مرزا لطیف بیگ مرحوم کے قریب ہی میرے اسکول فیلو افتخار احمد بھٹی ولد برکت اللہ بھٹی مرحوم رہا کرتے تھے۔۔۔!

Scanned with CamScanner

افتخار احمد بھٹی سے متعلق ایک یاد۔۔۔وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام اللہ اللہ!

ہمارے اسکول کے زمانہ طالب علمی (65-1964) کے دنوں میں پورے قصبہ اروپ میں لاؤڈ اسپیکر صرف مرکزی جامع مسجد بھنڈراں میں ہی تھا۔ راقم الحروف عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں منعقد ہونے والے جلسوں میں اسٹیج سیکریٹری کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ پرامن دور اور خطرات سے بے خوف ہونے کے سبب، اپریل مئی کی گرمیوں کی راتوں میں سب لوگ چھتوں پر چارپائیاں بچھا کر چاند تاروں کے منظر میں رات کو سوتے تھے۔ مرکزی جامع مسجد محلہ بھنڈراں کے اکلوتے لاؤڈ اسپیکر کی آواز محلہ بھنڈراں کی فضاؤں سے تیرتی ہوئی محلہ چیمہ تک پہنچتی تو چھتوں پر چارپائیوں پر لیٹے ہوئے سامعین بہت شوق اور توجہ سے اس آواز کو سنا کرتے۔ ایک مرتبہ مرکزی مہمان خصوصی خطیب کی آمد اور تقریر سے پہلے راقم نے اسٹیج سیکرٹری کے طور پر موقع کی مناسبت سے یہ شعر پڑھا۔

وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام اللہ اللہ
کہاں میں ، کہاں یہ مقام اللہ اللہ

اگلی صبح افتخار احمد بھٹی اتفاقاً کسی کام کے سلسلے میں ہمارے محلہ بھنڈراں آئے اور مجھے سر راہ مل گئے اور بہت مسرت سے مذکورہ بالا شعر دہراتے ہوئے کہنے لگے۔ اسلم صاحب! رات مولوی صاحب کی تقریر سے پہلے آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔۔۔! میں نے کہا ''افتخار بھائی ،آپ تو اس جلسہ میں موجود نہیں تھے۔'' کہنے لگے میں نے اپنے گھر کی چھت پر چارپائی پر لیٹے ہوئے سنا تھا۔

افتخار بھٹی کے آبائی مکان کے بعد یہ گلی سابق الذکر ڈاکٹر اویس چیمہ، محمد ارشد چیمہ، غلام چشتی صاحب اور ریاض احمد چیمہ کی گلی میں ملتے ہوئے ختم ہوجاتی ہے۔

محمد یعقوب چیمہ کے آبائی مکان سے ''میاں عنایت اللہ'' مرحوم والی گلی سے واپس گول سڑک پر آئیں تو چند مکانات کے بعد، گول سڑک کا رُخ مشرق سے جنوب کی طرف ہو جاتا ہے۔ دائیں طرف ایک دو مکانات چھوڑ کر ایک چھوٹی سی مختصر اور گیارہویں گلی مغرب کی طرف مڑتی ہے۔ جو چند مکانات کے بعد حکیم ''میاں عنایت اللہ'' والی گلی میں آکر ملتی ہوئی ختم ہوجاتی

Scanned with CamScanner

ہے۔ اس چھوٹی گلی سے واپس گول سڑک اروپ پر آئیں تو مشرق کی طرف چلتے ہوئے دائیں ہاتھ مغربی طرف ایک دو مکان چھوڑ کر ہمارے کالج فیلو نور محمد چیمہ مرحوم (سابقہ ملازم واپڈا) کا آبائی مکان ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے اسکول کے زمانہ کے استاد محترم حبیب اللہ چیمہ مرحوم (وفات، 2001ء) کا گھر ہے۔ استادِ محترم حبیب اللہ چیمہ مرحوم کے آبائی مکان سے چند قدم کے فاصلے پر اس کے بالمقابل ملک غلام جیلانی مرحوم (وفات، 1982ء) کے مسمار شدہ گھر کی چاردیواری میں چند قبریں ہیں۔ یہاں میرے سابقہ رفیق کار اور گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالا شعبہ فارسی، درویش صفت انسان پروفیسر شیخ غلام غوث مرحوم (وفات، مارچ 2003ء) کی قبر ہے۔ اور یہیں منظور قادر بھنڈر رایڈووکیٹ کے ولد گرامی غلام قادر بھنڈر مرحوم (وفات، فروری 1981ء) کی قبر بھی انہی چند قبروں کے احاطہ میں ہے۔

گول سڑک اروپ پر جنوبی جانب چلتے جائیں تو چند قدم پر اسی دائیں اور مغربی ہاتھ ایک چھوٹی سی مختصر گلی سڑک سے مغرب کی جانب بلندی کی طرف نکلتی ہوئی چند مکانوں کے بعد بند ہوتے ہوئے ختم ہوجاتی ہے۔ یہاں میرے والد مرحوم کے دوست محمد مالک چیمہ بھی اسی گلی میں رہتے ہیں۔ اس گلی سے باہر دوبارہ گول سڑک اروپ پر واپس آئیں تو حسب سابق ایک مزید گلی مغرب کی طرف بلندی کی طرف چڑھتی ہوئی چند ایک مکانوں کے بعد بند ہوجاتی ہے۔ یہاں ہمارے دوست غلام مرتضیٰ چیمہ رہتے ہیں۔

''غلام مرتضیٰ چیمہ'' والی بند گلی محلہ چیمہ کی آخری گلی ہے۔ اس گلی کے بعد جنوبی جانب اروپ کا قدیم ترین قبرستان لکھ داتا واقع ہے۔ جو اس گلی کے جنوب سے لے کر گلی کے جنوب مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔ اس قبرستان کا آدھا رقبہ محلہ چیمہ اور بقیہ آدھا محلہ بھنڈراں کی حدود میں واقع ہے۔ اسی قبرستان کی جنوبی حدود سے گول سڑک اروپ کا رُخ جنوب سے مغرب کی طرف ہو جاتا ہے۔ یعنی ہم قبلہ رُخ ہو گئے ہیں۔

قبرستان کی مغربی حدود ختم ہوتے ہی مغرب میں چند قدم کے فاصلے پر ایک گلی جنوب سے شمال کو بلندی پر جاتے ہوئے بند ہو جاتی ہے، یہاں محترم محمد بشیر بھنڈر مرحوم (وفات، 4 جنوری، 2006ء) ولد محمد حسین بھنڈر (ٹاہلی والے) کا نو تعمیر شدہ مکان ہے۔ آپ

Scanned with CamScanner

انسان دوست، برادری کے غرور و تکبر سے پاک شخصیت تھے۔ گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجراں والا میں 1965ء کے لگ بھگ بی۔اے کے طلباء میں سے تھے۔

ٹبہ والی گلی سے واپس الٹے پاؤں جنوب کی جانب گول سڑک اروپ پر آئیں پر تو تقریباً پچاس قدم مغرب کی طرف چلتے ہوئے بائیں ہاتھ جنوبی جانب مسلم مسجد کے بالمقابل حسب سابق اروپ کی مذکورہ بالا گلیوں کی طرح ایک گلی جنوب سے شمال کی جانب بلند ہوتی جاتی ہے اسے "منشی سردار خاں" مرحوم (وفات، 1959ء) والی گلی کہتے ہیں۔

اسی گلی کے دائیں ہاتھ آغاز میں ہمارے مخلص دوست برکت علی بھنڈر مرحوم (وفات 2006ء) خاشے والے ولد غلام حیدر بھنڈر مرحوم کے صاحب زادے محمد شفقت پٹواری (وفات 2002ء) کی رہایش ہوا کرتی تھی۔ جو اپنی والد کی زندگی میں ہی داغ مفارقت دے گئے۔ اکلوتے بیٹے کی وفات کے بعد برکت علی بھی چل بسے۔۔۔! برکت علی کی اہلیہ بھی کئی سال پہلے فوت ہو چکی تھیں۔ خاندان کے تینوں افراد کی یکے بعد دیگرے وفات کے بعد برکت علی مرحوم کا گھر خالی ہو گیا۔۔۔!

اسی گلی میں مخلص دوست ملک افتخار احمد (رکن انتظامیہ مسلم مسجد اروپ) اور محمد بوٹا زاہد ولد قایم دین مرحوم کا گھر ہے۔ یہ مکان انتہائی بلندی پر واقع ہے۔

منشی سردار احمد خاں مرحوم والی گلی سے واپس جنوبی جانب گول سڑک اروپ پر آئیں تو مغرب کی طرف چلتے ہوئے تقریباً تیس چالیس گز کے فاصلے پر دائیں ہاتھ ایک ہم وار اور سطح زمین کے برابر گلی آتی ہے۔ اسے "پہلوانواں والی دکان" والی گلی کہتے ہیں سے ملتی ہوئی ختم ہو جاتی ہے۔ اس گلی کے دائیں ہاتھ کے آغاز میں محمد مظفر حسین بھنڈر خاشے والے موجودہ نائب ناظم یونین کونسل اروپ کی رہایش ہے۔ اسی گلی میں آگے چند گز کے فاصلے پر ملک عطاء اللہ مرحوم اور منظور قادر بھنڈر کی رہایش ہے۔ پہلوانوں کی دکان والی گلی کا نام اس لیے رکھا گیا کہ اس میں فیض احمد مرحوم دھوگڑی والے (وفات 1989ء یوم عید الضحیٰ) اور ان کے بھائی مشتاق احمد کی کریانہ کی دکان اروپ کی قدیم اور چند ایک بڑی دکانوں میں شمار ہوتی ہے۔ دونوں مرحوم بھائیوں کو نو جوانی میں اکھاڑے جانے اور پہلوانی کا شوق تھا۔ اس لیے دکان کا نام "پہلوانوں والی دکان" سے

Scanned with CamScanner

مشہور ہو گیا۔

اسی گلی سے واپس جانب گول سڑک پر آئیں تو مغرب کی طرف چلتے ہوئے دائیں طرف تقریباً پندرہ بیس گز کے فاصلے پر جنوب سے شمال کو جانے والی ہموار گلی آتی ہے۔ غلام مصطفےٰ ولد محمد یونس مرحوم اور ان کے عزیزوں میں بابا امام دین مرحوم (سابق خادم مرکزی مسجد محلہ بھنڈراں) اور ان کے بھائیوں کے آبائی مکانات ہیں۔ اسی گلی کے شروع میں مغربی جانب محمود حسین بھنڈر مرحوم والد محمد بشیر بھنڈر کا آبائی مکان ہے۔

اس بند گلی سے واپس گول سڑک اروپ پر آتے ہوئے مغرب کی طرف دو مکانات کے فاصلے پر ہموار گلیوں میں یہ مختصر گلی دائیں ہاتھ جنوب سے شمال کی طرف مڑتی ہے اور چار پانچ گھروں کے بعد بند ہو جاتی ہے۔

ہماری مذکورہ بالا ترتیب کے اعتبار سے یہ اروپ کی اٹھارہویں اور آخری گلی ہے۔ اس گلی کا عقب بچیوں کے قدیم ترین سابقہ گورنمنٹ گرلز پرائمری اسکول اروپ (راقم الحروف کے گھر سے متصل) سے جا ملتا ہے۔ اس گلی کے دائیں ہاتھ آغاز میں پہلا مکان محترم غلام قادر بھنڈر مرحوم (وفات 6 جون، 2017ء) کا ہے۔ اسی مناسبت سے اسے ''ممبر غلام قادر بھنڈر'' والی گلی کہتے ہیں۔ آپ ہمارے عزیز دوست ابرار احمد بھنڈر، قربان علی بھنڈر اور مزمل قادر بھنڈر کے والد گرامی تھے۔

اسی گلی میں محمد صدیق موذن مسلم مسجد اروپ کا آبائی مکان ہے۔ اروپ کی اس آخری گلی سے نکل کر واپس گول سڑک پر آتے ہوئے مغرب کی طرف چلتے جائیں تو تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ''بنک چوک'' آجاتا ہے۔ اسی ''بنک چوک'' کے شمال مشرقی کونے پر واقع مکان میں یہاں کبھی ہمارے استاد محترم محمد اسلم گل (محمد اکرم پٹواری مرحوم کے چھوٹے بھائی، حالیہ مقیم آسٹریلیا) رہتے تھے۔ اس سے آگے گول سڑک اروپ کے اندرون آخری رہائشی مکان الطاف ربانی بھنڈر (ایڈووکیٹ) مرحوم کا ہے۔ اس گھر میں آج کل ان کے چھوٹے بھائی غلام قادر بھنڈر رہائش پذیر ہیں۔ اس مکان سے متصل شمال کی طرف چوہدری محمد انور بھنڈر صاحب کا سیاسی ڈیرہ اور بیٹھک تھی۔ آج کل اس پر کمرشل مارکیٹ اور دکانیں تعمیر ہو گئی ہیں۔ اور چوہدری صاحب کا

Scanned with CamScanner

سیاسی ڈیرہ ان کی تعمیر شدہ کوٹھی نزدویگن اسٹینڈ اروپ لنک روڈ، موڑ اروپ پر منتقل ہو گیا ہے۔
یہ گول سڑک اروپ کے اندرون اروپ کی گلیوں، مکانوں، گھروں کے موجودہ اور سابقہ افراد کا تذکرہ ہے۔

ایک بھارتی کے نام سے پاکستانی سڑک:

کوٹلی اڑبنگ تا کچا اروپ روڈ تک سڑک (6 کلومیٹر، 12 فٹ چوڑائی) کے حصہ کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ کوٹلی اڑبنگ کی ایک معروف شخصیت سردار پریتم سنگھ بھنڈر کے نام سے منسوب کیا۔ پاکستان بننے سے پہلے کوٹلی اڑبنگ کے بہت بڑے زمیندار 150 ایکڑ رقبہ کے مالک تھے۔ ہجرت کے بعد بھارت چلے گئے اور 2007ء میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ بہ قول سردار رتندر سنگھ بھنڈر ہماری جڑیں پاکستان میں ہیں۔ جنہیں ہم بھول نہیں سکتے۔ تقسیم کے بعد ہمارا خاندان کرنال (بھارت) مقیم ہو گیا۔ مگر ہم اپنے آبائی گاؤں کو کبھی نہ بھول سکے۔ اس بات پُر جوش ہوں کہ صاحب زادہ غلام فرید نے سڑک کی تعمیر کی بات کی اور اس کام کا بیڑا ان کی بیٹی شازیہ مٹو نے اٹھاتے ہوئے، ہمارے باپ کے نام پر پاکستان میں سڑک کا نام رکھا گیا۔

[پریا یادیو، چندی گڑھ، 26 فروری، 2012ء، www.wichaar.com]

نظام آب پاشی:

اروپ کے تقریباً 25% حصہ کو نہری پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، جب کہ 75% حصہ ذاتی ٹیوب ویل کے ذریعہ سے سیراب کیا جاتا ہے۔ بارشی علاقہ ہونے کی بہ دولت ٹیوب ویل سے پانی لگانے کی ضرورت کم پڑتی ہے، عموماً بارشوں کے مہینوں میں فصلوں کے لیے زیادہ مؤثر نہری پانی ہے۔ مگر اس میں بہت سے مسایل کا سامنا درکار ہے۔ علاقہ سے صرف ایک ہی نہر گزرتی ہے۔ جس کی بہ دولت پانی کی تقسیم کا مسئلہ درپیش آتا ہے۔ نہر سے نکلنے والے نالے بھی اس میں حائل ہیں، کیوں کہ پانی کا لیول بہت ہی نیچے ہے۔ اروپ کا پانی گوجراں والا شہر کے تمام علاقوں میں سے سب سے بہتر اور صحت مند ہے۔

[Participatory Rural Appraisal For Farmer Participatory Reserch in Punjab, Pakistan, Irene Guijt, Jules N. Pretty,p71]

Scanned with CamScanner

موضع اروپ کی آب و ہوا:

اروپ کا موسم زیادہ تر نیم خشک ہوتا ہے۔ سال کی زیادہ تر گرمی جون سے اگست تک ہوتی ہے، جس میں درجہ حرارت 35 سے 45 ڈگری پر چلا جاتا ہے۔ مون سون کے آغاز کی وجہ سے جولائی، اگست میں زیادہ بارشیں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اکثر ان دنوں سیلاب آ جاتا ہے۔ پہلے وقتوں میں سیلاب اروپ میں بہت تباہی پھیلاتا تھا، 1908ء میں اروپ سے مشرق کی جانب تقریباً دو میل کے فاصلے پر نہر اپر چناب اور اروپ سے متصل شمالی جانب راجباہ نور پور (1926ء) ان دونوں نہروں کی کھدائی سے شمال اور مشرق دونوں اطراف سے ان دونوں نہروں کے جاری ہونے سے موضع اروپ کو ایک دفاعی حصار (Deffence Line) میسر ہو گیا۔ ورنہ شمال مشرق کی جانب سے نہ صرف ضلع سیالکوٹ بل کہ اس سے متصل ریاست جموں کشمیر سے آنے والے سیلابی پانی کے ریلے اور سیلاب بہت تباہی پھیلاتے تھے۔ مگر اب اروپ کی آبادی سیلاب سے محفوظ ہے، ہاں البتہ کھیت کھلیان اب بھی سیلاب سے متاثر ہوتے ہیں۔ اکتوبر کے مہینے میں موسم سرد ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ سال کی سب سے زیادہ سردی دسمبر اور جنوری میں ہوتی ہے اور ان مہینوں میں دھند بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جس میں درجہ حرارت 10 سے 12 ڈگری پر چلا جاتا ہے۔

موضع اروپ کی فصلیں:

یہاں کی آب و ہوا فصلوں کے لیے بہت مفید ہے۔ تقریباً ہر قسم کی فصل لگتی ہے۔ جس مین گندم، دھان، مکئی، باجرہ، کماد، خربوزہ، تربوز، سرسوں، گوبھی، بھنڈی، مرچ، بینگن، ٹماٹر اور چارہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس علاقے کی زمین تینوں اقسام کی مٹی پر مشتمل ہے، میرا (ایسی زمین اپنی زرخیزی میں پہلے نمبر آتی ہے، نرمی کی وجہ سے کم پانی والی فصلیں کاشت کی جاتی ہیں، جن میں گندم اور چنا مفید ہیں)، روہی (جس میں چکنی مٹی کی مقدار ٪50 کے قریب ہو۔ جو گندم اور کماد کے لیے موزوں ہے) اور چھنب (ایسی زمین جس میں چکنی مٹی کی مقدار زیادہ پائی جائے۔ جو چاول کی پیداوار کے لیے بہت موزوں ہے)۔ اراضی کے اعتبار سے اروپ میں تقریباً چار اقسام کے

کاشت کار کھیتی باڑی کرتے رہے ہیں۔ بڑے کاشت کار 100 ایکڑ تا 150 ایکڑ، درمیانے کا کاشت کار 160 ایکڑ تا 175 ایکڑ، چھوٹے کاشت کار 25 ایکڑ اور سب سے چھوٹے کا کاشت کار 1 ایکڑ تا 10 ایکڑ۔

[Changes in Rice Farming In Selected Areas of Asia,The International Rice Research Institute,Los Bannos, Philppines,1975.p59]

قدیم کاشتکاروں میں غلام نبی چیمہ (نمبردار)، نور حسین چیمہ، نبی بخش بھنڈر، عنایت بیگ، رانا بشیر احمد، محمد ریاض، ملک محمد بوٹا، الطاف حسین بھنڈر، شاہ محمد، غلام صابر بھنڈر، علی حسن، امان اللہ، عبدالرشید، غلام نبی اعوان، غلام رسول بھنڈر، محمد امین بھنڈر، محمد خان بھنڈر اور رحمت علی بھنڈر شامل ہیں۔

[Changes in Rice Farming In Selected Areas of Asia,The International Rice Research Institute,Los Bannos, Philppines,1975.p205]

سال	فصلوں کی پیداوار
1940	گندم۔ گنا۔ کپاس۔ چاول۔ سبزیاں
1950	گندم۔ تمباکو۔ گنا۔ کپاس۔ آلو۔ سبزیاں
1960	آلو۔ چاول۔ گندم۔ چارہ۔ سبزیاں۔ کپاس
1970	چاول۔ مٹر۔ گندم۔ چارہ۔ آلو۔ سبزیاں
1980	گنا۔ گندم۔ چاول۔ چارہ۔ سبزیاں۔ آلو۔ خربوزہ
1990	گندم۔ چاول۔ گنا۔ آلو۔ چارہ۔ سبزیاں۔ مٹر۔ خربوزہ
2000	گندم۔ چاول۔ آلو۔ چارہ۔ خربوزہ۔ سبزیاں
2010	گندم۔ چاول۔ آلو۔ چارہ۔ سبزیاں۔ خربوزہ
2018	گندم۔ آلو۔ چاول۔ چارہ۔ سبزیاں۔ خربوزہ

موضع اروپ میں چاول کی پیداوار پر ایک ریسرچ ہوئی۔ یہ ریسرچ ''دی انٹرنیشنل رائس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، لاس بینوس، فلپائن (The International Rice Research institute by Los Bannos, Laguna, Philpin) نے 1975ء میں کی۔ ایشیاء

ممالک سے پاکستان، بھارت، فلپائن، تامل ناڈو، سینٹرل جاوا، ملائشیا، کو شامل کیا۔ پاکستان سے ضلع گوجرانوالا کا انتخاب کرتے ہوئے موضع اروپ اور مرالیوالہ میں چاول کی پیداوار کا جائزہ لیا گیا۔

The Punjab, rather than sind, was selected as the study area so that some of the factors that have influenced the slower rate of adoption of modren wheat and rice variieties in this area could be examined more closely. The Gujranwala Distric was chosen because it was the largest rice-producing distric, in both size and production. In 1970, this distric produced 25% of all the rice grown in the Punjab.

[Changes in Rice Farming In Selected Areas of Asia,The International Rice Research Institute,Los Bannos, Philppines,1975,p226]

The two villages selected for the study were Aroop and Maraliwala. Aroop is located 7km and Maraliwala 14 km. from Gujranwala city, which is a major commercial center with a population over 200,000 alocated 64 km north of lahore.

Both villages have predominantly heavy soils which have a good water-holding capacity and are well suited for rice production. However, in Aroop, because of its proximity to Gujranwal, fodder crops occupy a major portion of the crop area during both the wet and dry seasons.Gujranwala is a major milk-producing area, and much of the fodder is sold for feed forcattle maintained within the city limits.

[Changes in Rice Farming In Selected Areas of Asia.The International Rice Research Institute,Los Bannos, Philppines,1975,p227]

Table5.Trend in adoption of modren varieties in relation to price of modern varieties vs Basmati rice

Year	Village	Rice area under MV (%)	Price Basmati + price MV (previous year)	Yield Basmati - yield MV
1968	Aroop	7.0	1.6:1	1:1.8
	Maraliwala	11.9		
1969	Aroop	5.6	2.0:1	1:2.2
	Maraliwala	7.3		

Scanned with CamScanner

1970	Aroop	7.0	1.8:1	1:2.9
	Maraliwala	7.9		
1971	Aroop	21.0	1.4:1	1:1.7
	Maraliwala	41.0		

[Changes in Rice Farming In Selected Areas of Asia,The International Rice Research Institute,Los Bannos, Philppines.p231.1975]

Table12. Size distribution and tenure of operatiing farm units in selected study villages, 1971-72

location	Gini ratio	pure owners (%)	pure tenants (%)	farm size (ha)	operating units (%) less than 1 ha	1-4 ha	above
Pedapulleru,India	0.56	41	32	4.7	16	49	35
Manmalai, India	0.52	96	2	1.8	41	50	9
Tarna, India	0.42	100	0	1.2	37	58	5
Aroop, Pakistan	0.38	65	4	6.7	1	43	56
Marcos, Philippines	0.38	14	86	1.5	39	56	5
Cidahu, Indonesia	0.36	90	1	0.5	82	18	0
Hoshally, India	0.34	n.a.	n.a.	4.8	7	40	53
Kandarpur, India	0.32	49	9	0.6	79	21	0
Kahuman, Indonesia	0.30	67	2	0.6	81	19	0
Beynte nuwebe, Philippines	0.28	8	92	1.7	15	84	1
D.Vijaypur, India	0.28	100	0	6.0	0	39	61
Bulucaon, Philippines	0.28	8	91	2.0	0	100	0
Sidomulyo, Indonesia	0.25	86	7	0.5	100	0	0
Salor, Malaysia	0.24	58	11	0.9	66	34	0
Rai Rot, Thailand	0.18	75	6	7.0	0	17	83
San Nicolas, Philippines	0.13	16	56	2.5	0	92	8
Villageaverage					35	45	20
Southeast Asia - 1960					49	36	15

[Changes in Rice Farming In Selected Areas of Asia,The International Rice Research Institute,Los Bannos, Philppines.p34.1975]

1992ء میں پاکستان سوئس پوٹاٹو ڈویلپمنٹ پروجیکٹ پر ایک ٹریننگ ورک شاپ

Scanned with CamScanner

ہوئی، جس کو سسٹین ایبل ایگریکلریل پروگرام انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار انوائرنمنٹ اینڈ ڈویلپمنٹ ،لندن نے مکمل کیا۔ موضع اروپ میں آلو کی پیدوار کا جایزہ لیا گیا۔ جس میں چھوٹے کاشتکاروں سے لے کر بڑے کاشتکاروں کی فی ایکٹر پیدوار جانچی گئی۔

This report presents the initial outcome of a field-based training workshop in Participatory Rural Appreaisal. organised by th Pak-Swiss Potato Development Project (PSPDP). The first section is an overview of the traning workshop and its main objectives. It describes several methodological innovations that occurred and highlights key lessons from the fieldwoks. Section 1 ends with a prelimianry evaluation and suggestions for follow-up activities. This is followed by three profiles of Aroop, written by the participants as a compilation of diagrams from the fieldwork with descriptions of the process for each diagrm.Each profile discusses the main problems and possible solutions as identified by using the full range of Participatory Rural Appriaisal methods.

[Participatory Rural Appraisal for Farmer Participatory Research in Punjab.by Irene Guijt & Jules N.Pretty,London,1992,p1]

اروپ میں زمین کی اقسام:

اروپ کی زمین تین اقسام کی مٹی پر مشتمل ہے، میرا، روہی اور چھنب ۔ جہاں کاشت کار مٹی کی خاصیت کے مطابق فصل کاشت کرتے ہیں۔

Three types of soil were found on the way. Loam mera soil was most preferred while chamb soil was preferred least. Mostly wheat and berseem fodder crops were grown on a larger area with potatoes and peas on a smaller scale.

[Participatory Rural Appraisal for Farmer Participatory Research in Punjab,by Irene Guijt & Jules N.Pretty,London,1992,p159]

The map has been prepared with the help of semi-structured

Scanned with CamScanner

interview with three farmers involved in mixed farming. According to the farmers the fertile soils were the ones where drainage was good and potatoes could be grown. In areas where drainage was less, the soil were not good for crops other than rice and fodder. The farmers were able to identify approximate locations of crop areas and soil distribution (good/poor).

[Participatory Rural Appraisal for Farmer Participatory Research in Punjab,by Irene Guijt & Jules N.Pretty,London,1992,p104]

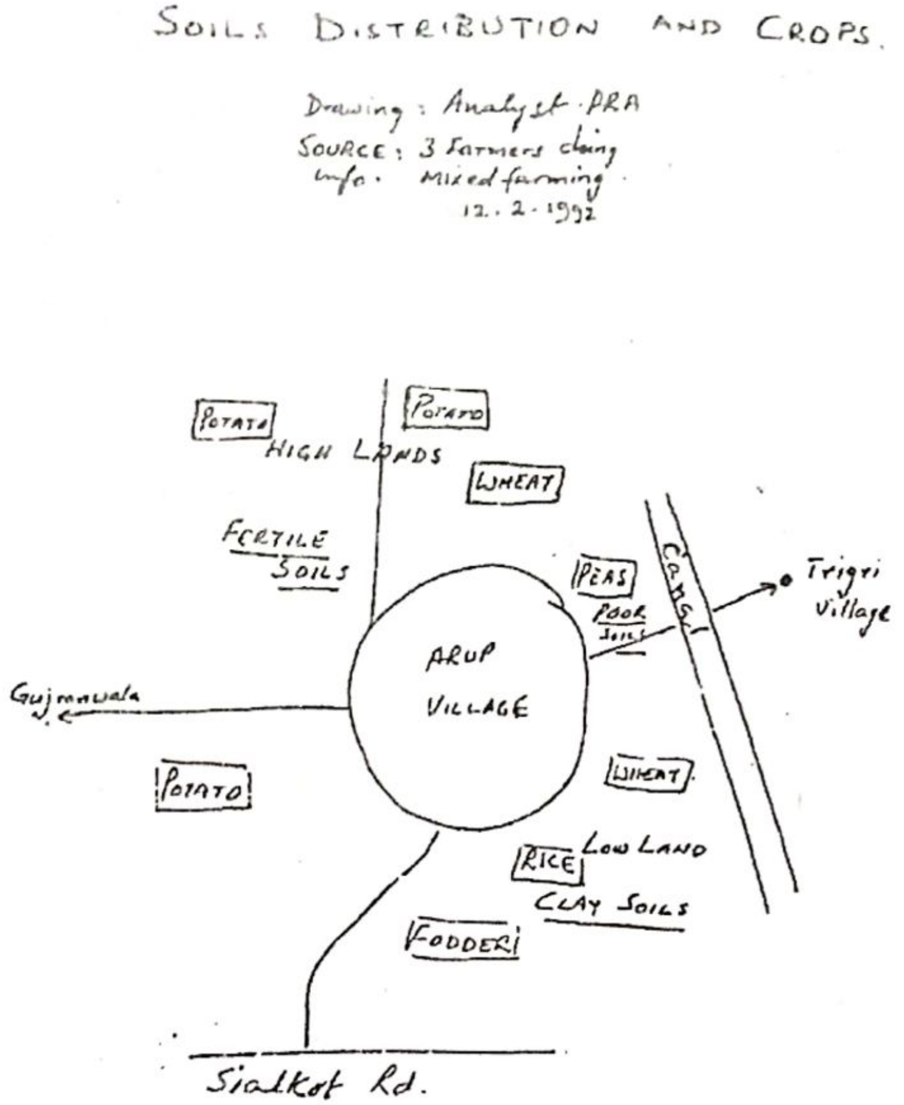

مٹی کی تقسیم اور فصلوں کے علاقے

چھنب موضع اروپ:

موسم برسات میں کلروں کا پانی بہ صورت زیادتے طغیانے کے نالہ بویکاں والہ کا پانی ہل کر اس جگہ کھڑا ہو جاتا ہے اور دو تین مہینے کے بعد خشک ہو جاتا ہے، ماسوائے اراضی زیر آمد چھنب ہذا کے جو زمین از قسم مزروعہ ہے اس میں فصل خریف کا تردد بہ باعث استادگی پانی کے نہیں ہوتا۔ فصل ربیع میں تردد ہوتا ہے۔ مدت موجودگی پانی تک جگاؤں میں ضرورت آبپاشی کا ہو کھال بنا کر بہ ذریعہ جھلار و جتھہ آب پاشی کرتے ہیں۔ باالفصل کوہل اس چھنب پر نہیں۔ اگر کوئی بنانے کا ارادہ کرے تو ممکن ہے۔ مرمت وصفائی کی ضرورت اس چھنب میں کچھ نہیں۔ اس چھنب کی آمدنی متفرق مچھلی اور گھاس ہے۔ سو مالکان دہات کے اختیار میں ہے۔

[تاریخ گوجراں والہ، منشی گوپال داس، ص،7]

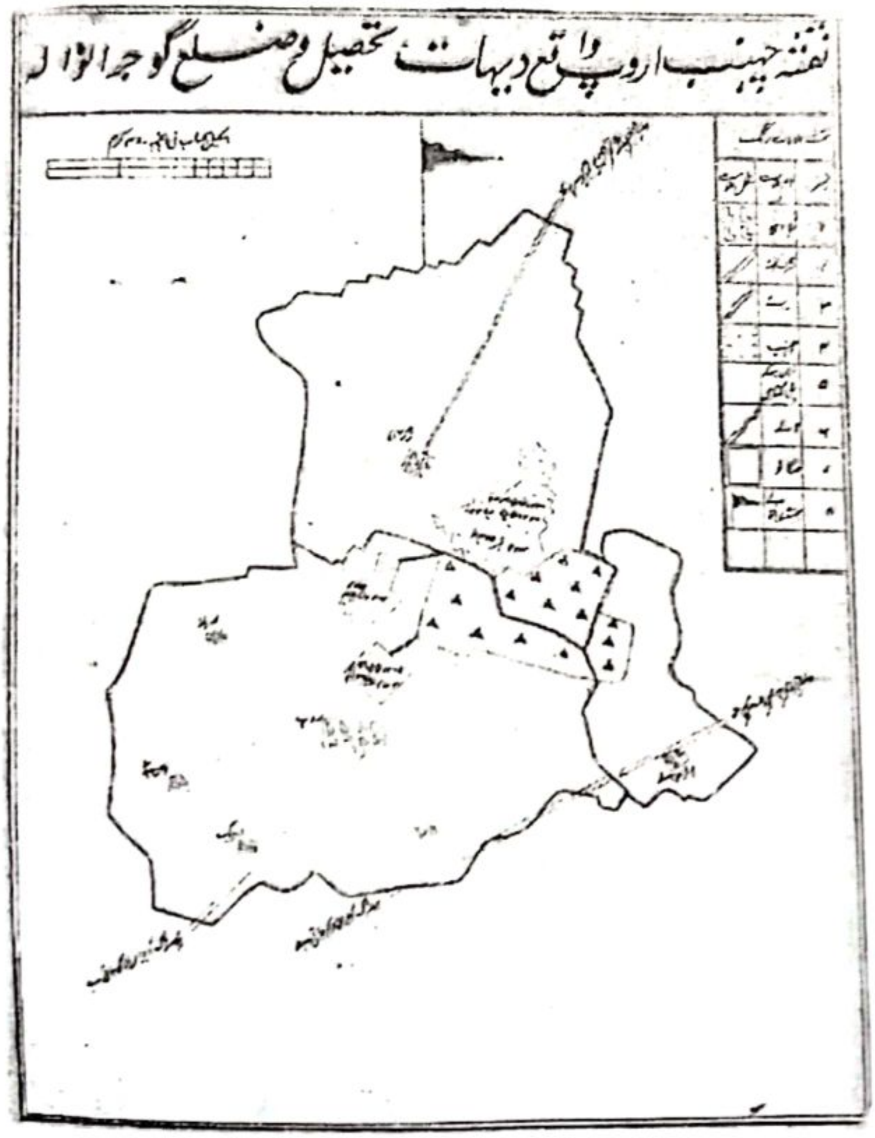

موضع اروپ کی ثقافت:

ثقافت معنوی اعتبار سے ایک وسیع پس منظر رکھتی ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک ثقافت ایسے اصولوں کا مرقع ہے۔ جو انسانی رویوں کو سمجھنے سے وجود میں آتا ہے۔ جب کہ بیچ کے الفاظ میں مروجہ رسم و رواج کی سوچ اور عادات، عقائد، کردار کی حکومت، سیاسی تنظیم، اقتصادی سرگرمیاں اور اس کے دیگر خصائل جو کہ ایک نسل سے دوسری کی جانب تعلیم کی صورت میں منتقل ہوتے ہیں۔ یہ نظریات موروثی علم الحیات کے مرہونِ منت نہیں۔ ثقافت کا یہ مطلب بھی لیا جاتا ہے کہ ایسے رواج اور عقاید، آرٹ، زندگی کا طریق اور سماجی تنظیم جو کسی خاص ملک یا کسی گروہ کے ساتھ منسلک ہو۔ کلچر لوگوں کی فنی قابلیت کا نام ہے اور ہم اسے اپنی زبان میں ثقافت کہتے ہیں۔

موضع اروپ کی ثقافت بھی پنجاب کی عکاسی کرتی دکھائی دیتی ہے۔ برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ماضی قریب میں مغلوں نے پنجاب پر حکومت کی ہو یا راجہ رنجیت سنگھ کے دور حکومت کے بعد انگریزوں کے دور کو دیکھا جائے تو پنجاب ایک ایسا خطہ رہا ہے۔ جس نے فاتحین کے تسلط کے باوجود اپنا تشخص، روایات، اقدار اور ثقافت کو نہ صرف قایم رکھا بل کہ زندہ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے دوسری ثقافتوں پر بھی اپنے مثبت اثرات ڈالے۔

موضع اروپ کی ثقافت کا منظر عید کے موقع پر درگاہ حضرت پنن شاہ ولیؒ کے احاطہ میں دکھائی دیتا تھا۔ عید کے تین روز تک عید میلہ کا انعقاد رہتا۔ بچیاں پینگیں جھولتیں، بچے اٹکھیلیاں کرتے اور خواتین گھروں سے مختلف انواع کے پکوان ہم راہ لاتیں اور ایک دوسرے کو محبت و خلوص کے ساتھ پیش کیے جاتے۔ سب مل جل کر اس تفریح سے لطف اندوز ہوتے۔ پورے گوجرانوالا ڈسٹرکٹ میں کوئی بھی ایسا گاؤں یا مقام نہ تھا، جہاں اتنے بڑے پیمانے پر عید میلہ لگتا ہو۔ گاؤں کی یہ ثقافت بہت عرصہ سے چلی آ رہی تھی۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اب یہ کلچر کم ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ موجودہ ماحول بتایا جاتا ہے۔ جہاں بازاروں میں خواتین کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا مشکل ہو چکا ہے۔

دربار حضرت پنن شاہ ولیؒ کے احاطہ میں محبت و بھائی چارے کا کلچر اپنی مثال آپ تھا۔ برسوں پہلے اس خانقاہ پر قایم روایات بھی ختم ہو چکی ہیں۔ یہاں موجود کسی ملنگ یا متولی کے

بارے مشہور تھا کہ گاؤں کے تمام افراد اپنی باری کے مطابق خانقاہ پر دودھ اور گڑ پیش کرتے۔ دن رات لوگوں کا ہجوم رہتا۔ گاؤں کے بوڑھے، جوان اس ماحول سے لطف اندوز ہوتے۔ ہر طرف اپنائیت تھی۔ جہاں لوگ بہ غیر کسی واسطہ یا ذاتی مفاد کے اکٹھے خوش گپیوں میں مصروف رہتے۔ راست دھاریئے اور خواجہ سرا اپنے اپنے ایٹم پیش کرتے۔ یہ ایک ایسا کلچر تھا، جو سنبل یا نمونہ محبت تھا۔

حجاج کرام کی روانگی کے وقت پورا گاؤں اس تقریب میں شامل ہوتا۔ کلمہ پاک اور دورد شریف کے نذرانے پیش کیے جاتے اور اسی ورد کے سائے میں حاجیوں کو ریلوے اسٹیشن گوجراں والا تک پہنچایا جاتا۔ حجاج کو واپسی پر بھی گاؤں کے باہر (جہاں ہائی اسکول ہے) سے خوش آمدید کہتے۔

اگر کسی کے ہاں مہمان آجاتا تو اس کی خدمت میں ہمسائے دودھ، دہی، گھی، سالن (گوشت)، وغیرہ پیش کرتے۔ رات کو اکثر بزرگ ایک دوسرے کے گھر جاتے، ایک دوسرے کی خیرت دریافت کرتے۔ آپس میں صلاح مشورہ اور گفت وشنید کرتے۔ اور اس موقع پر گھر آئے بزرگ کی خاطر مدارت کی جاتی جس میں چاول یا السی کی پنّی (جو چاول کے آٹے یا السی، گھی، چینی یا گھڑ، دودھ اور خشک میوے جات سے تیار کی جاتی ہے)، پانڈہ (یہ پسی ہوئی چنے کی دال، یا مونگ کی دال میں دیسی گھی، چینی یا گھڑ اور خشک میوے جات ڈال کر بنایا جاتا ہے) پیش کیا جاتا۔

اپنے اپنے محلے میں جو پڑھا لکھا شخص ہوتا، تمام محلہ اس سے اپنے خط لکھواتا اور پڑھواتا بھی۔ وہ شخص اپنے محلے کے تمام پڑھے لکھے معمولات دیکھتا اور اہل محلہ اس کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔

پاکستان بننے سے پہلے موضع اروپ میں کیوں کہ مسلمان، سکھ، ہندو اور عیسائی اکٹھے رہتے تھے اور اپنے اپنے تہوار میں ایک دوسرے کو شریک کرتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں پر صرف مسلمان اور عیسائی رہ گئے مگر کچھ عرصہ تک سکھوں اور ہندوؤں کے تہوار کی جھلک نظر آتی رہی، ان تہواروں میں دیوالی، لوڑی، اور بیساکھی قابل ذکر ہیں۔ لوگ ان تہواروں پر اپنے بچوں

Scanned with CamScanner

کو پیسے اور کھانے پینے کی اشیاء لے کر دیتے۔ بیساکھی کے تہوار پر دوکاندار سارا دن جلیبیاں نکالتے اور لوگ بیساکھی کی خوشی میں جلیبیاں خرید کر اپنے گھروں کو لے جاتے۔ بیساکھی کا تہوار کیوں کہ اپریل کے مہینے میں آتا ہے اور اپریل میں گندم کی فصل پک چکی ہوتی ہے اس لیے مسلمان کسان فصل پکنے کی خوشی میں بھی بیساکھی کے دن خوشیاں مناتے۔ آج بھی اروپ کے شمال مشرق میں واقع گاؤں بلے والی میں بیساکھی کا میلا لگتا ہے جس میں اہل دیہہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

پہلا دور رشتہ داروں کے ساتھ سچے احترام کا دور تھا، چناں چہ شادی بیاہ کے موقع پر گھر کے ایک فرد کو نہیں بل کہ سارے خاندان کو دعوت شمولیت دی جاتی تھی۔ اسی نیک نیتی، خلوص اور فراخ دلی کی برکت تھی کہ شادی کے موقع پر تیار کیے جانے والا کھانا نہ صرف باراتیوں اور میزبانوں (''میل'' شادی میں شمولیت کے لیے شادی سے تقریباً ہفتہ یا چند دن پہلے آنے والے قریبی رشتہ داروں پر مبنی مہمانانِ گرامی) کی ضرورتوں سے کہیں زیادہ وافر مقدار بچ جاتا تھا۔ چناں چہ یہ کھانا عزیزوں، ہمسایوں، گلی محلوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

شادی بیاہ پر اکثر بارات کو ایک دو دن ٹھہرایا جاتا تھا۔ اپنی برادری یا گاؤں کا بڑا ان کا پورا انتظام کرتا۔ کمروں میں پرالی بچھا کر اس پر دریاں بچھائی جاتیں اور ان پر بارات والوں کو سلایا جاتا۔ بارات کے کھانے میں گوشت، روٹی اور گڑ والے چاول ہوتے۔ محلے کے گھروں سے چارپائیاں، بسترے، میز، کرسیاں اور صوفہ وغیرہ اکٹھے کیے جاتے۔ بارات کے بیٹھنے کے لیے دایرے (چوپال) میں چارپائیاں بچھائی جاتیں اور ان پر سرہانے رکھے جاتے، دولہے کے لیے صوفہ اور میز رکھا جاتا، بارات والی جگہ کو پھولوں، جھنڈیوں اور چونے کے پھولوں سے سجایا جاتا، کیلے کے درخت سے خوب صورت دروازہ بھی بنایا جاتا جہاں سے بارات کو خوش آمدید کہا جاتا۔ بارات کے دن راست دھاریے، خواجہ سرا، مداری کرنے والے، یہ سب لوگ بارات کے آنے سے پہلے ہی دایرے (چوپال) میں جمع ہو جاتے۔

جب ہم موضع اروپ کے مزارات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں ایک انفرادیت دکھائی دیتی ہے۔ یعنی بہت سے مزارات کے اوپر کوئی کتبہ نصب نہیں کیا گیا، جہاں سے سنِ وفات کے متعلق

کوئی ثبوت ملے۔ شاید یہ اس علاقے کی پرانی روایت ہے۔ایسا کرنے سے ہم صاحب مزار کی تاریخ کو محفوظ نہیں کر سکتے، اور نہ ہی صاحبِ مزار کی قبر کی تصدیق ہو سکتی ہے کہ کون سی قبر کس بزرگ ہستی کی ہے۔ویسے بھی آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کو بھولتی جا رہی ہیں۔صاحبِ مزارات کے جانشین اپنے بزرگوں کے مزارات پر بیٹھ کر کاروبار کرنے کے قائل نہیں بل کہ اچھے عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے اپنے پلے (ذاتی خرچ) سے مزارات کی خدمت کر رہے ہیں۔

موضع اروپ کے علاقہ چھنب (نہر کے پار والا علاقہ) میں ہر سال فوجی اپنی مشقوں کے لیے آتے۔گاؤں کے لوگوں کو ان فوجی جوانوں کی بہت خوشی ہوتی اور مختلف اوقات میں گاؤں کے لوگ ان کی کھانے پینے کی چیزوں سے خدمت مدارت کرتے۔

موضع اروپ میں موسم سرما میں پٹھان کپڑا لے کر آتے اور چند ماہ کے لیے کوئی دوکان کرائے پر لے کر اس میں رہتے اور کپڑا بیچتے۔پٹھان زیادہ تر کپڑا ادھار دے جاتے اور اگلے سال آکر پیسے لیتے۔

گاؤں کے بہت تھوڑے گھروں میں پانی والا نلکا تھا۔ہر محلے میں ایک ایک کنواں تھا جہاں سے محلے والے آکر پانی بھرتے اور اپنی ضروریات زندگی پوری کرتے۔

موضع اروپ کی سماجی حالت:

میرے برادر حاجی خالد وارثی نے اپنے ایک مضمون میں ''اروپ'' کے سماجی حالات اس طرح لکھے ہیں:

ادبی یا تاریخی حوالہ سے کوئی واقعہ یا اہم موضوع تحریر کرنا، میرے بس میں نہیں، کہاں سے شروع کروں اور کہاں اختتام، یہ کارِ دارد ہے۔مَیں نے میٹرک تک تعلیم موضع اروپ سے ہی حاصل کی۔اتنی تو سوجھ بوجھ نہیں تھی کہ اس قصبے کے بڑے داناؤں کے پاس بیٹھتا، ان سے کچھ سیکھتا اور استفادہ حاصل کرتا۔تایا محمد طفیل ہوشیار پوری کی درزی کی دکان تھی، قیام پاکستان سے پہلے لوگ بھی، جو یہاں آباد تھے، ان کی دکان پر آجاتے کوئی اپنی آپ بیتی اور کوئی جگ بیتی میں اپنا اپنا اظہار کرتے۔

موضع اروپ میں عید میلادالنبی کی تقریب کو راقم نے قریب سے دیکھا، وہ بہت ہی پیارا

منظر تھا۔ گاؤں کے تقریباً سبھی تانگے، ریڑھے اور بیل گاڑیوں پر چھوٹے بڑے سوار ہوتے اور کافی حضرات پیدل چلتے۔ اس تقریب کی شروعات دربار شریف حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کے احاطہ سے شروع ہوتی اور پورے گاؤں کا چکر لگا کر واپسی اسی مقام پر ہوتی جہاں سے آغاز کرتے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لوگ اکٹھے ہو جاتے، اس میں محبت والے احباب ہوتے، ایک بیل گاڑی پر محفل سماع بھی ہوتی۔ بیل گاڑیوں پر اس قدر رش ہوتا کہ بیل بیچارے چلنے میں دشواری محسوس کرتے۔ بچے جو پیدل چل رہے ہوتے تھے، دوسرے بچے زبردستی ان کو بھی بٹھا لیتے، خوشی کا سماں ہوتا، درود شریف کا ورد ہوتا۔ اس گاؤں میں قوال محمد شریف اور ہم نوا تھے، ان کے ساتھ طبلے پر محمد نذیر سنگت کرتے۔ گاؤں کے گرد اینٹوں کی بنی سڑک تھی۔ عید میلاد النبی کا جلوس بہت آہستہ آہستہ اس مقام سے نکلتا اور لوگوں کا ایک جمع غفیر بن جاتا۔ مجھے یاد پڑتا ہے ہمارے رشتہ دار دوسرے گاؤں سے آکر یہ منظر دیکھتے۔ خواتین اپنے اپنے گھروں سے باہر دروازوں پر کھڑی ہو کر یا اپنی چھت پر کھڑی ہو کر گزرتے جلوس کا نظارا کرتیں۔ نہ کسی میں نفرت نہ ہی عداوت دیکھنے میں آتی۔ تقریباً سبھی آپس میں خوش و خرم زندگی گزارتے۔ رات کا ایک پہر گزر جاتا، تب کہیں جا کر اسی جگہ پر اختتام پذیر ہوتا، جہاں سے آغاز ہوا تھا۔ مساجد میں بھی محفلِ میلاد کا اہتمام کیا جاتا۔

حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ [دیکھیے ص، 242] کے سالانہ عرس کی تقریب کا ہر سال اہتمام ہوتا۔ پورے ملک سے قوال حضرات آتے اور اولیاء اللہ کا کلام بڑے ترنم سے پڑھتے۔ عرس کی تقریب کو دیکھنے کے لیے دوسرے دیہات سے بھی لوگ آتے۔ ڈھول والے حضرات بھی آتے، عرس کی تقریبات کے آخری دن چادریں پیش کی جاتیں۔ یہ منظر بھی دیدنی ہوتا۔

عرس شاہ پنن ولیؒ [دیکھیے ص، 224] پر دور دور سے لوگ حاضری دیتے۔ مجھے یاد پڑتا ہے، گاؤں کے بزرگ حضرات کو لنگر کی دعوت دی جاتی۔ لنگر میں دو عدد تندور کی روٹیاں مٹی کے برتن میں سبزی گوشت ہوتا۔

بابا جھال بیریؒ [دیکھیے ص، 229] نہر کے کنارے واقع درگاہ کے عرس کے موقع پر بھی ہجوم اپنے جوبن پر ہوتا۔ مزار شریف کے احاطہ میں ایک ستو بیری کا درخت تھا، کسی میں ہمت نہیں تھی کہ اس

Scanned with CamScanner

کی کسی بھی شاخ کو کاٹے۔ یہاں تک کہ نیچے گری ہوئی لکڑی بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔لنگر میں گڑ کے چاول تقسیم ہوتے۔

مائی حاجن صاحبہ کا مزار قبرستان محلہ چیمیاں میں تھا۔ہم اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہوکر سب منظر دیکھتے۔مزار پر قرآن خوانی اور دعائے خیر ہوتی۔آخر میں تندوری دال روٹی کا اہتمام ہوتا۔

حاجی سید وارث علی شاہؒ کا سالانہ عرس مبارک، بابا رحمت علی چشتی صابریؒ (دادا جان) کی حویلی میں انعقاد پذیر ہوتا۔ہر سال 14 نومبر کی صبح سویرے صحن میں دھان کی پرالی بچھادی جاتی اور اوپر دریاں ہوتیں۔تین یا چار گیس لیمپ کا انتظام کیا جاتا۔مٹی کا تیل لانا میری ڈیوٹی میں شامل تھا۔ہمارے ماموں چراغ دین مرحوم کی ڈیوٹی ہوتی کہ گیس کی روشنی کم نہ ہو۔ساری رات محفل میں اپنے فرائض سرانجام دیتے۔

لنگر پکانے کے لیے تاج دین باورچی کو والد صاحب (ساگر وارثی) لاہور سے ساتھ لاتے۔دیگ پکانے کا سامان بھی ساتھ ہوتا۔مغرب کے بعد ختم شریف ہوتا۔لنگر کے بعد محفل درود وسلام اور نعت شریف کا اہتمام کیا جاتا۔ بھائی شاہ محمد کی معیت میں سب نعت خوان حضرات پڑھتے جو خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے مریدین تھے۔ان میں جناب ملک مشتاق صاحب، پیر سردار علی صاحب، جماعت علی صاحب، معراج دین صاحب، علی احمد صاحب اور رشید احمد صاحب شامل ہوتے۔ بھائی شاہ محمد صاحب کی آواز بہت بلند تھی۔ پہلے دو تین افراد نعت کے اشعار کو پڑھتے، بعد میں دوسرے احباب اسی آواز کو اور اونچائی میں لے جاتے۔اگر کسی کی آواز بیٹھ جاتی تو اسی وقت اشاروں میں جھنجھوڑ کر آواز بلند کرواتے۔

محفل نعت کے بعد سماع کا اہتمام ہوتا۔قوال محمد شریف اور ہم نوا اس کا آغاز کرتے۔لاہور سے اکثر درویش تشریف لاتے جن میں فقیر ایاز وارث وارثی (صاحب زادہ فقیر بیدم شاہ وارثی)، فقیر منور شاہ وارثی، فقیر انوار شاہ وارثی، فقیر خواجہ یعقوب وارثی، فقیر شفقت شاہ وارثی، بھائی فضل احمد وارثی، جمال دین صابری، امیر صابری، غلام رسول وارثی، پیر غلام مصطفےٰ صابری اور دیگر اہل محبت ہوتے۔

گاؤں کی ثقافت بہت سادہ تھی۔ بیٹی کی شادی کے موقع پر لوگ گھر میں دودھ فراہم

کرتے۔ مہمانوں کے لیے صاف ستھرے بستر ےاور چارپائیاں بچھ جاتیں۔ یہی حال غمی کے موقع پر دیکھنے میں آتا ۔ بھی برابر کے شریک ہوتے۔ 1965ء اور 1971ء کی جنگ میں سیالکوٹ سے آئے لوگوں کی گاؤں والوں نے بھر پور مدد کی۔ ہمارے اسکولوں میں مہاجر آباد کیے گئے۔

عصر کے بعد تقریباً ہر گھر سے دھواں اٹھتا دکھائی دیتا۔ ایک دوسرے کے گھر سے کھانے کے تبادلہ کا رواج عام تھا۔ اکثر بچوں کو بھیج کر روٹی، سالن، آگ یا کوئی اور چیز بہ غیر کسی رکاوٹ کے منگوالی جاتی۔ جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد عصر کے قریب کھیتوں میں کبڈی اور کشتی کا اہتمام ہوتا۔ رمضان کے مہینے میں نوبت بجائی جاتی۔ دور دور تک روزہ کھولنے کی آواز سنائی دیتی۔ نوبت کی آواز کانوں کو کافی بھلی لگتی۔ وقت سحر بھی نوبت کے ذریعے ہی روزہ بند ہونے کی منادی کی جاتی۔ عید کے عید بھی گھر کے افراد دور دراز سے گھر پہنچ جاتے۔ اکٹھے مل کر عید منانے کا رواج بھی عام تھا۔ اس کلچر کی کمی بہت شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ یہ مختصراً مشاہدات تھے جو بیان کر دیے۔ [تحریر حاجی خالد وارثی لاہور]

موضع اروپ کی آبادی:

صاحب [مخزن پنجاب] کے مطابق 1870ء میں موضع اروپ کی آبادی 2,183 تھی۔ [ڈسٹرکٹ گوجرانوالا مردم شماری رپورٹ، 1961ء، ص، V-15] کے مطابق موضع اروپ کا رقبہ 3,496 ایکڑ تھا۔ اور کل آبادی 5,334 تھی۔ جس میں مردوں کی تعداد 2,818 اور خواتین کی تعداد 2,516 تھی۔ 1985ء میں تعداد 12,000 سے متجاوز کر گئی۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق یہ تعداد 20,233 ہو گئی۔ [ڈسٹرکٹ گوجرانوالا مردم شماری رپورٹ، 1998ء، p-248]۔ 2017ء کی مردم شماری رپورٹ کے مطابق 45,732 ہے اور گھروں کی تعداد 6,818 تک جا پہنچی ہے۔ [www.pbscensus.gov.pk]

آزادی پاکستان سے اب تک کل پانچ مردم شماری ہوئیں۔ پہلی 1951ء دوسری 1961ء، تیسری 1972ء، چوتھی 1981ء اور پانچویں 1991ء کی بجائے 1998ء کو ہوئی۔ جس کی وجہ سیاسی حالات اور انتظامی مسایل تھے۔ چھٹی مردم شماری کا آغاز 2017ء میں ہوا۔

موضع	شماریاتی کوڈ	آبادی	گھر
اروپ	164120701	2402	304
اروپ	164120702	4111	627
اروپ	164120703	752	101
اروپ	164120704	2127	320
اروپ	164120705	1797	305
اروپ	164120706	1110	193
اروپ	164120707	1446	187
اروپ	164120708	1769	272
اروپ	164120709	1061	164
اروپ	164120710	2172	401
اروپ	164120711	3653	514
اروپ	164120712	1889	319
اروپ	164120713	3290	464
اروپ	164120714	2658	382
اروپ	164120715	2434	369
اروپ	164120716	2710	408
اروپ	164120717	1234	184
اروپ	164120718	1508	228
اروپ	164120719	4827	663
اروپ	164120720	1663	249
اروپ	164120721	1119	164
	کل میزان	45,732	6,818

Scanned with CamScanner

موضع اروپ سے دوسرے شہروں کا فاصلہ:

شہر	فاصلہ
گوجرانوالہ	7 کلومیٹر
سیالکوٹ	50 کلومیٹر
لاہور	86 کلومیٹر
فیصل آباد	140 کلومیٹر
سرگودھا	150 کلومیٹر
راولپنڈی	198 کلومیٹر
ملتان	345 کلومیٹر
کراچی	1312 کلومیٹر

موضع اروپ سے دوسرے دیہات کا فاصلہ:

دیہات	فاصلہ
ابدال	5.1 کلومیٹر
تلونڈی کھجوروالی	9.6 کلومیٹر
ترگڑی	3.6 کلومیٹر
سنگووالی	4.8 کلومیٹر
ونیہ والہ	5.1 کلومیٹر
معافی والہ	1.8 کلومیٹر
نواں پنڈ	2.9 کلومیٹر
کوٹلی اڑبنگ	1.6 کلومیٹر
چک خضر	10.3 کلومیٹر
نگری احمد شاہ	3.3 کلومیٹر

Scanned with CamScanner

موضع اروپ میں مقیم اقوام:

زمانہ قدیم میں موضع اروپ میں تین گوتیں بھنڈر، چیمہ اور رندھاوہ آباد تھیں۔سب سے پہلے یہاں بھنڈر آباد ہوئے۔شدت قحط سالی میں بہت سے خاندان یہاں سے ہجرت کر گئے۔قوم رندھاوہ (دیکھیں ص، 113) سکھوں میں موجود تھی وہ بھی اسے چھوڑ گئے۔بعد میں صرف قوم بھنڈراور چیمہ ہی آبادرہے۔

تین قبیلے جو قاسم کی پتی (بیری والا سے آکرآباد ہوئی، بابے کی پتی اور بوتا کی پتی بھی اسی کے نام ہیں)، گجو کی پتی {گجو چک سے آئی، شہ بیگ (اصلی لفظ شہ بیگ ہے بعد میں بگڑ کر شہ بیگی اور آہستہ آہستہ شبیگی بن گیا) والی پتی بھی اسی کی ایک ضمنی شاخ ہے} اور علی کی پتی (اروپ کی قدیمی پتی) سے مشہور تھے۔عام روایت کے مطابق کہا جاتا ہے گجو کی پتی اپنے نانکا ڈھیری (ماں کی طرف سے زمین کا حصہ) پر آباد ہوئے۔جس کی روایت کچھ یوں ہے، بھنڈر فیملی نے اپنی لڑکی کا رشتہ گجو چک کے لڑکے سے کیا۔بعد میں انھوں نے اروپ کا کچھ حصہ اپنی لڑکی کے نام کر دیااور داماد کو اپنے ساتھ یہیں لے آئے۔علی کی پتی اور گجو کی پتی دونوں مل کر یہاں آباد ہوئے۔قاسم کی پتی قریب واقع بیری والا میں تنہا ہونے کی وجہ سے، دونوں پتیوں کے ساتھ آکر آباد ہوئی۔

بھنڈر فیملی کے جدِ اعلیٰ ٹبہ پر موجود مسجد نور مبین کے قریب جا بسے، جو تین بھائیوں پر مشتمل تھی۔انھی بھائیوں سے تین پتیاں اروپ میں مشہور ہوئیں۔قاسہ کی پتی، ٹھکر کی پتی اور اجو کی پتی قابلِ ذکر ہیں۔بزرگوں نے اروپ کی نشان دہی ایک دیوار کی شکل میں کی۔متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ چیمہ برادری (قاسم کی پتی، گجو کی پتی اور علی کی پتی) دیوار کے ایک پار رہیں گے جب کہ بھنڈر دیوار کے دوسری جانب منتقل ہو گئے۔اس طرح موضع اروپ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا، قدیم روایت کے مطابق قصبے میں ایک گھوڑی کے ذریعے نشان لگایا گیا۔قصبہ کے درمیان میں اب بھی اس دیوار کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔جو کہیں سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور کہیں سے کسی گھر کے اندر سے گزرتی دکھائی دیتی ہے۔یہ دیوار محلہ بھنڈراں اور محلہ چیمہ کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔

Scanned with CamScanner

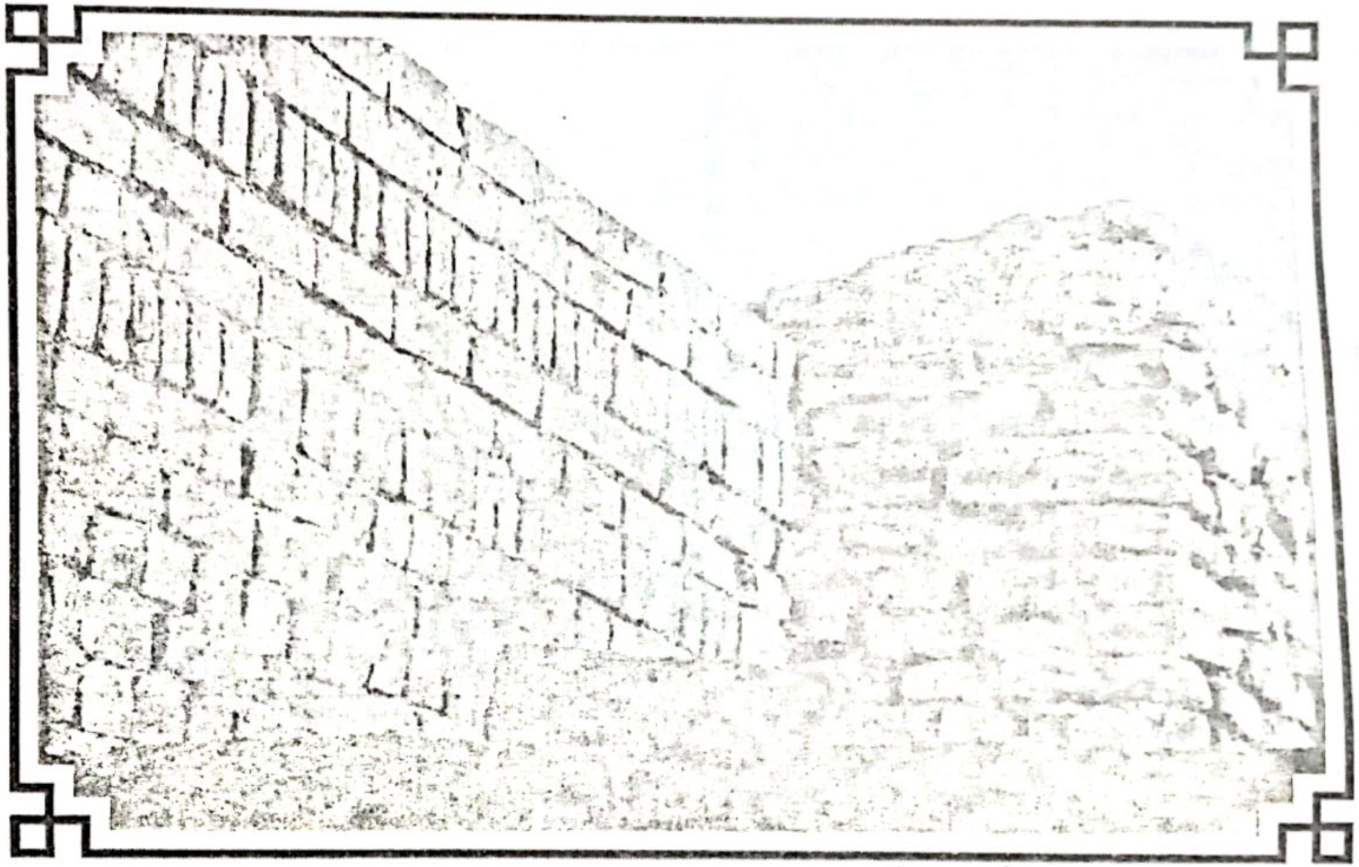

نقشہ دیوار اروپ

(صبہ اروپ پر واقع قدیم دیوار کی باقیات جو محلہ چیمہ اور محلہ بھنڈراں کو الگ کرتی تھی)

- The village, Aroop is roughly divided into two halves on the basis of bradri. cheema bradri residies in the nothern part of the village whereas Bhinder bradri resides in the southern part. Other bradeis are also present and they are scattered in both halves of the village.
- There are about 100 to 150 christian households.
- The village has mosques, tombs and churches.
- Two metalled roads dissect the village into four parts.
- The village has primary, middle and high schools for boys and girls in public sector.
- The village has private schools.
- There is a ban, public call office, WAPDA office, committee hall, union council office, marriage hall, vet. hospital and police station.
- On the north side of village a small canal, Rajbah Nurpur, runs through, distributing water to the fields.
- Fields are all around the village.
- Near the village mostly fodder is grown.
- There is a pond in the south-east of the village, where drain water flows in.

[Participatory Rural Appraisal for Farmer Participatory Research in Punjab,by Irene Guijt & Jules N.Pretty, London, 1992,p153]

Scanned with CamScanner

There is a very old wall in the village, the history of which is not known to anybody. In the middle of village there is a heap of earth, the houses built on that are saved if there is flood. the village is divided into various mohallahas according to subcastes / communities residing there, such as Mohallah Bhindran, Mohallah Awanna, Mohallah Chimian, Christian colony etc. the village also has some populations outside village but in the jurisdiction of the same village e.g. Mafiwala, Nawan Pind, Hayatpura etc.

The village is very big and may said to be town, It has many schools, mosques, government offices, water supply, telephone (PCO), union council, graveyard, and also a darbar of Khawaja Barket Ali. Most of the farmers have small landholdings.

[Participatory Rural Appraisal for Farmer Participatory Research in Punjab,by Irene Guijt & Jules N.Pretty, London, 1992,p155]

رندھاوا:

یہ ایک بڑا اور وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا جٹ قبیلہ ہے جس کے مرکزی مقامات امرت سر اور گرداس پور اضلاع میں معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ لاہور، جالندھر، ہوشیار پور اور پٹیالہ میں بھی ملتے ہیں۔ ان کا بانی جادو یا بھٹی راجپوت رندھاوا کوئی 700 سال قبل بیکانیر (بھارت) میں رہتا تھا اور اس سے پانچویں پشت میں کجل ہجرت کر کے پٹیالہ آ گیا جس کی بنیاد قدیم وقتوں میں رام دیو نامی ایک اور بھٹی نے رکھی تھی۔ یہاں قبیلے کی تعداد میں اضافہ ہوا اور وہ خطّے کے ایک بڑے حصے پر متصرف ہوگیا۔ اس نے کچھ سیاسی اہمیت بھی حاصل کر لی۔ رندھاوا خاندان کی تفصیل [رؤسائے پنجاب] کے صفحات 18۔20 پر ملے گی۔ چند ایک رندھاووں نے خود کو گوجراں والا میں بھٹی اور فیروز پور میں ورک درج کروایا۔

گرداس پور میں رندھاووں کا کہنا ہے کہ ایک راجپوت رندھاوا ایک مان جٹ سنگھر کی بیٹی

سوہاگ سے شادی کرنے کے باعث جٹ ہو گیا۔ مالوہ میں رہنے کے دوران وہ بہت امیر اور طاقتور ہو گئے۔ اور پڑوسی چاہل جٹ حسد کرنے لگے۔ لیکن انھوں نے ایک رندھاوا لڑکے کو رشتے میں ایک لڑکی دی اور شادی کی دعوت میں تمام رندھاووں کو جلا یا اور تباہ کر دیا۔ بس بچے اور بوڑھے ہی زندہ بچ سکے۔ جو بھاگ کر امرت سر تحصیل میں پناہ گزین ہوئے۔ لیکن آج بھی وہ چاہلوں کے ساتھ باہمی شادیاں نہیں کرتے، وہ سدھو اور سرائے قبیلچوں کے قرابت دار لگتے ہیں کیوں کہ وہ ان کے جد امجد جندر کے دیگر دو بیٹوں کی نسل سے ہیں۔ [ذاتوں کا انسائکلو پیڈیا، ص، 243]

سر لیپل گریفن کا خیال ہے کہ رندھاوے جٹ نہیں بل کہ راجپوت ہیں۔ ان کا مورث اعلیٰ قریباً سات سو برس ہوئے بیکانیر سے نقل مکانی کر کے پنجاب میں آیا۔ لفظ رندھاوا "رن" اور "دھاوا" سے مرکب ہے۔ راؤ رندھاوا مورث اعلیٰ قوم رندھاوا سے پانچویں پشت میں راؤ کھیل ہوا۔ جو بیکانیر سے پنجاب میں آیا۔ [راجپوت گوتیں، محمد افضل، ص، 36]

چیمہ:

پنجاب کے سب سے بڑے جٹ قبائل میں سے ایک ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کوئی 25 پشتیں قبل ان کا جدِ امجد چیمہ، ایک چوہان راجپوت اس وقت دہلی سے فرار ہوا جب محمد غوری نے رائے تنورا (پرتھی راج) کو شکست دی۔ چیمہ پہلے کانگڑا (بھارت) اور پھر امرت سر (بھارت) گیا، جہاں اس کے بیٹے چھوٹو لال نے علاء الدین کے عہد میں بیاس کے کنارے ایک گاؤں آباد کیا۔ اس کے پوتے کا نام رانا کنگ تھا، اور اس کے 8 بیٹوں میں سے سب سے چھوٹا بیٹا دھول ان کے موجودہ قبیلچوں کا جدِ امجد تھا، دوگل، موہتیل، نگارا اور چیمہ۔ چیموں کی شادی بیاہ کی رسوم ساہی جٹوں کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں اور بتایا جاتا ہے۔ کہ ان کی رسوم برہمنوں کی بجائے جوگی ادا کرواتے تھے۔ مگر آج کل یہ کام بھنیا پروہت کرتے ہیں۔ چیمے ایک طاقت ور اور متحد مگر جھگڑالو قبیلہ ہیں۔ وہ قبیلے کے اندر شادیاں کرنے کے علاوہ پڑوسیوں کے ساتھ بھی کر لیتے ہیں۔ قبیلے کی بڑے حصے فیروز شاہ اور اورنگ زیب کے عہد میں اسلام قبول کیا لیکن زیادہ تر نے اپنی پرانی رسوم برقرار رکھیں۔ سیالکوٹ میں ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے مگر گوجراں والا میں بھی 42 دہات کے مالک ہیں اور مشرق و مغرب کی جانب بھی پھیل گئے ہیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قبیلے کا نام

Scanned with CamScanner

اس کے سب سے چھوٹے بیٹے کے نام پر ہے جو دھول کی اولاد ہے۔ایک اورنسب نامہ یوں ہے۔
[ذاتوں کاانسائی کلوپیڈیا،ص،201]

رائے تنورا

|

چھوٹولال

|

چیمہ (چوتھی پشت میں)

اودھر — اودھن

راون (جس نے چیمہ کی بنیاد رکھی)

بھنڈر:

بھنڈر وسطی ایشیا سے آیا ہوا ایک جٹ قبیلہ ہے جو کہ تنور بنسی (راجپوتوں کی ایک شاخ) ہے۔ان کا بڑا سربرہ رائے تنور پنجاب میں آکر آباد ہوا۔زیادہ تر بھنڈر سیالکوٹ میں آباد ہوئے، ان میں سے کچھ بھنڈر سیالکوٹ سے گرداس پور (بھارت) آکر آباد ہو گئے۔گرداس پور میں ایک گاؤں تلونڈی بھنڈراں ہے جس میں بھنڈر بہت ہی پرانے آباد ہیں۔ایک اور گاؤں بٹالہ کھیتر میں بھی بھنڈر آباد ہیں۔اسی طرح امرت سر میں بھنڈر کلاں اور ساندل بار میں ماڑی بھنڈراں گاؤں بھی بھنڈروں کا ہے جہاں بھنڈر قبیلہ بہت پرانا اور بہت بڑی تعداد میں آباد ہے۔

تقسیم ہند کے وقت پاکستان کے غیر مسلم بھنڈروں کو ہجرت کرنا پڑی اور یہ لوگ پاکستان سے جا کر ہریانہ کے علاقے ملک پور، کرنال، کھیتر میں آباد ہو گئے۔خالصہ بھنڈراں، لدھیانہ، موگے اور جگراؤں کے کچھ گاؤں میں بھی بھنڈر آباد ہیں۔

پاکستان میں بھنڈر بہت کم ہیں۔سیالکوٹ اور گوجراں والا کے بھنڈر زیادہ تر مسلمان تھے۔جس میں اروپ کے بھنڈر بھی شامل ہیں۔پنجاب میں بھنڈر زیادہ تر موضع اروپ اور تلونڈی بھنڈراں میں آباد ہیں۔[ذاتوں کاانسائی کلوپیڈیا،ص،90]

منہاس :[دیکھیے خاندانی حالات ص 266]

مغل :

مغل خاص یا منگول ایک ہی نام کی دو مختلف صورتیں ہیں۔ یہ دونوں بابر کے ہم راہ پنجاب میں آئے یا اس کی اولاد کے دورِ حکومت میں اس جانب پہنچ آئے۔ دہلی کے نواح میں ان کی سب سے زیادہ تعداد ملی جو اس سلطنت کا صدر مقام تھا۔ [ذاتوں کا انسائیکلوپیڈیا،ص 406]

بھٹی :

بھٹی راجپوتوں کی سب سے بڑی شاخ ہے، تاریخ کے لحاظ سے بھٹی کافی قدیم ہیں۔ ان کے نام پر مختلف علاقہ جات مثلاً بھٹیانہ، بھٹیورہ اور مختلف مقامات جیسا کہ بھٹنڈا، بھٹنیر اور پنڈی بھٹیاں موسوم ہیں۔ بھٹی روایات کے مطابق وہ "شری کرشن جی مہاراج" کی اولاد میں سے ہیں اور اسی واسطہ سے راجپوتوں کی "چندر ونشی" شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ روایات کے مطابق راجپوت جاٹ اور گجر قبائل کی اکثر شاخیں مثلاً وٹو، نارو، نون، کھچی، سدھو، باجوہ، باجو، گھمن اپنا نسب بھٹی راجپوتوں سے جوڑتی ہیں۔ راجپوتوں کی سلطنت سالٹ رینج اور کشمیر پر مشتمل تھی اور ان کا دارالحکومت گجنی پور موجودہ راولپنڈی تھا۔ [ذاتوں کا انسائیکلوپیڈیا،ص 83]

باجوہ:

سیالکوٹ، امرتسر اور ملتان میں ایک زراعت پیشہ جٹ قبیلہ اور ساہیوال میں ایک ہندو جٹ قبیلہ باجوہ جٹ بجو راجپوتوں سے نسلی قرابت رکھتے ہیں۔ جموں پہاڑوں کے دامن میں واقع علاقے بجوات کا نام باجوہ جٹوں اور بجو راجپوتوں کے حوالے سے ہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ سورج بنسی راجپوت ہیں اور ان کے جدامجد راجا شلیپ کو سکندر لودھی کے عہد میں ملتان سے بے دخل کیا گیا تھا اس کے دو بیٹے کلس اور لیس عقاب پالنے والوں کے بھیس میں فرار ہوئے تھے۔ لیس جموں کی طرف گیا اور وہاں ایک کائل راجپوت عورت سے شادی کی جبکہ کلس نے پسرور میں ایک جٹ لڑکی کو بیوی بنایا تھا۔ دونوں کی اولادیں بجوات میں رہتی ہیں لیکن وہ خود کو تمیز کرنے کے لیے بجو راجپوت اور باجوہ جٹ کہلواتے ہیں۔ [ذاتوں کا انسائیکلوپیڈیا،ص 52]

Scanned with CamScanner

ارائیں / رائیں:

اس ذات کے لوگ پاکستان اور بھارت میں بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔ ارائیں ذات کے آباؤاجداد اریحائی فلسطینی عرب تھے، جو 712ء میں دریائے اردن کے کنارے آباد شہر اریحا سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ محمد بن قاسم کے ساتھ برصغیر میں داخل ہونے والی فوج کی تعداد 12,000 تھی جس میں سے 6,000 اریحائی تھے۔ محمد بن قاسم تقریباً 4 سال تک سندھ میں رہا۔ اسی دوران گورنر عراق حجاج بن یوسف اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے تخت نشینی کے بعد حجاج بن یوسف کے خاندان پر سخت مظالم ڈھائے۔ اسی دوران اس نے محمد بن قاسم کو بھی حجاج بن یوسف کا بھتیجا اور داماد ہونے کے جرم میں گرفتار کر کے عرب واپس بلایا، جہاں وہ 7 ماہ قید میں رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔

خلیفہ کی ان ظالمانہ کارروائیوں کی وجہ سے اریحائی فوجیوں نے اپنے آبائی وطن واپس نہ جانے اور برصغیر ہی میں قیام کا فیصلہ کر لیا۔ خلیفہ کے عتاب سے بچنے کیلئے انہوں نے فوج کی ملازمت چھوڑ دی اور کھیتی باڑی کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا۔ کچھ عشروں بعد وہ آہستہ آہستہ وسطی اور مشرقی پنجاب کی طرف چلے گئے اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی اگلی نسلیں پورے برصغیر میں پھیل گئیں۔ [ذاتوں کا انسائیکلوپیڈیا، ص 37]

چٹھہ:

چٹھہ بدیہی طور پر صرف گوجرانوالا تک محدود ایک جٹ قبیلہ ہے جس کے اس ضلع میں 18 دیہات ہیں یہ دہلی کے چوہان بادشاہ اور چیمہ کے جدامجد کے بھائی پرتھوی راج کے پوتے چٹھہ کی اولاد ہونے کے دعوے دار ہیں۔ چیمہ سے دسویں پشت میں تقریباً چھ سو سال قبل داہر دسنبھل (مراد آباد۔ بھارت) سے چناب کے کناروں پر آیا اور گوجرانوالا کے جپ قبائل میں شادی کی۔ تقریباً 1600ء میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ سکھ دور میں انہوں نے کافی سیاسی اہمیت حاصل کر لی اور سرلیپل گریفن نے [روسائے پنجاب] نامی کتاب میں ان کے سرکردہ خاندان کے متعلق بتایا ہے۔ [زمرہ جات: پاکستان میں جاٹ قبائل پنجابی قبائل پنجاب کی

Scanned with CamScanner

ذاتیں۔ ذاتوں کا انسائیکلو پیڈیا،ص 182.]

گوجر / گجر:

گوجر (گجر)ایک قوم کا نام ہے، جو برصغیر میں دور دور تک آباد ہے۔ جو چھٹی صدی عیسوی میں برصغیر میں داخل ہوئے تھے۔ ان کی جسمانی خصوصیات ظاہر کرتی ہیں کہ یہ خالص ہند آریائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

گوجروں کا تعلق ہنوں سے تھا یہ ان کے بعد برصغیر میں آئے تھے اور انہوں نے راجپوتانہ کا بڑا حصہ فتح کر لیا اور کئی صدیوں تک برصغیر کی تاریخ میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ ڈی آر بھنڈارکر نے ثابت کیا ہے کہ گوجارے شمالی ہند میں 550 عیسوی کے قریب سفید ہنوں کے ساتھ یا ان کے بعد داخل ہوئے تھے۔ ان کا ذکر سب سے پہلے پانا کی کتاب [ہرش چرت] میں آیا ہے، جو انہیں ہنوں کی طرح ہرش کے باپ کا دشمن قرار دیا ہے۔

محمد عبدالملک نے [شاہان گوجراں] میں لکھا ہے کہ دوسرے ممالک میں اس قوم کو خزر، جزر، جندر اور گنور بھی کہا گیا ہے۔ برصغیر میں یہ پہلے گرجر کی صورت پھر گوجر ہو گیا۔ یہ لوگ گرجستان سے آئے تھے۔ بحیرہ خزر کا نام شاید خزر پڑ گیا کہ اس کے ارد گرد خزر یعنی گوجر آباد تھے۔ جو ھتین قبایل کی نسل سے ہیں۔ شاہان گوجر میں اگنی کل کی چاروں قوموں چوہان، چالوکیہ، پڑھیار اور پنوار کا ذکر گوجروں کے ضمن میں کیا ہے۔[زمرہ جات: پاکستان میں جاٹ قبائل پنجابی قبائل پنجاب کی ذاتیں۔ ذاتوں کا انسائیکلو پیڈیا]

اس کے علاوہ موضع اروپ میں مندرجہ ذیل اقوام بھی آباد ہیں۔ رحمانی، اعوان، انصاری، بٹ، جنجوعہ، میراثی، گل۔

موضع اروپ میں بولی جانے والی زبان:

پاکستان میں تقریباً 60 فیصد آبادی پنجابی بولنے والوں کی ہے۔ پنجابی بولنے والے لوگوں کی تعداد کم وبیش 10 کروڑ ہے۔ اس کے برعکس ہندوستان میں محض 3 فیصد آبادی پنجابی جانتی ہے۔ تاہم پنجابی ہندوستان کے صوبہ پنجاب کی سرکاری زبان ہے۔ جب کہ پاکستان میں پنجابی کو

Scanned with CamScanner

کسی قسم کی سرکاری پشت پناہی حاصل نہیں۔ پاکستان میں پنجابی زبان کے چھ لہجے ہیں، جن میں ماجھی، پوٹھوہاری، ملتانی تھاچھی، دھنی اور شاہ پوری لہجے ہیں۔

ماجھی پنجابی کا معیاری لہجہ ہے۔ یہ پنجاب کے دل تاریخی علاقے ماجھا میں بولا جاتا ہے۔ لاہور، شیخوپورہ، گوجرانوالا، فیصل آباد، قصور، اوکاڑہ، وزیرآباد، سیالکوٹ، نارووال، گجرات، پاکپتن، وہاڑی، خانیوال، حافظ آباد، منڈی بہاؤالدین میں بولی جاتی ہے۔

اردو لہجہ	ماجھی لہجہ
آپ کیا رہے ہیں؟	کیہ کرن دیا؟ کیہ کرنا ایں؟
آپ کہاں سے ہیں؟	تسیں کدھروں آئے او؟ تسیں کیتھوں آئے او؟
آپ کے گاؤں کا نام کیا ہے؟	تہاڈے پنڈ داناں کی اے؟
آپ کیا کر رہی ہیں؟	کی کردی ایں؟ کی کرنی ایں؟
ہم سینما گئے	اسیں سینما گئے ساں
وہ آئے تھے	اوہ آیا سی
بھوک	بُھکھ

اروپ میں بولی جانے والی زبان بھی پنجابی ہے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہاں اردو زبان اپنا گھر کر رہی ہے اور زیادہ تر نئی نسل اردو زبان بولتی ہے لیکن مادری زبان پنجابی ہے۔

موضع اروپ کے میلے اور تہوار:

☆۔ **میلہ باداشاہ پتن ولی**" [دیکھیے ص 224] کی درگاہ پر ہر سال دیسی مہینے کی 11 اہاڑ کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا رہا۔ اب تاریخ تبدیل کر کے اکتوبر کا پہلا جمعہ، ہفتہ، اتوار رکھ دیا گیا ہے۔

☆۔ **بابا گودر شاہ ولیؒ** [دیکھیے ص 228] اور **بابا جھل بیری** [دیکھیے ص 229] اروپ میں موجود درگاہ پر ہر سال رونق افروز منظر پیش کرتی ہیں۔

☆۔ **لکھ داتا** [دیکھیے ص 230] (حضرت سخی سرور سہروردیؒ خلیفہ شہاب الدین سہروردیؒ) کی ڈھیری پر میلہ ہر سال ۷ اہاڑ کو شروع ہوتا ہے جو تین دن تک جاری رہتا۔ قریبی قصبہ جنگو شاہ سے

Scanned with CamScanner

بابا بھوری دا۔ کے قافلہ کے ہم راہ افراد آتے۔ جو بکری کے بالوں سے بنے ہوئے لباس زیب تن کیے، ان کے ہاتھ میں چمٹہ، ماتھرا اور ڈھول وغیرہ ہوتے۔

☆۔**خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ** [دیکھیے ص 242] کے مزار اقدس پر بھی عرس دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں پورے پاکستان سے قوال حضرات تشریف لاتے ہیں۔

☆۔**عید میلاد النبی** کا متبرک دن کافی جوش و ولولے سے منایا جاتا ہے۔ خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ نے اس پاکیزہ روایت کی بنیاد رکھی۔ اروپ کے لوگ بازاروں کو دلہن کی طرح سجاتے ہیں۔ جگ مگاتی اور ٹم ٹماتی روشنیاں اس کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہیں۔ عید میلاد النبی کی یہ تقریبات اروپ میں بہت ہی مشہور ہیں۔ آج بھی یہ جذبہ اسی جوش و ولولہ سے قایم ہے۔

موضع اروپ میں نظام الصلوۃ کمیٹی کا قیام:

1984ء میں جنرل ضیاء الحق نے نظام الصلوۃ کمیٹیاں قایم کرنے کا آغاز کیا۔ ہر سرکاری ادارے میں اس کا نفاذ ممکن بنایا گیا۔

موضع اروپ میں اس کی سربراہی دو شخصیات کے حصہ میں آئی۔ محلہ بھنڈراں کی طرف سے حاجی غلام حیدر جنجوعہ کو ناظم الصلوۃ کمیٹی مقرر کیا گیا اور محلہ چیمیاں کی طرف سے حاجی مالک دین چیمہ کو ناظم الصلوۃ کمیٹی بنایا گیا۔ [شانِ مصطفیٰ، ص 2]

غلام رسول مسکین شاعر نے اس موقع پر ایک نظم بھی لکھی جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

گل میری اُتے بھائیو! عمل کماویو
پڑھان لئی نماز چا کمیٹیاں بناویو
صدر ضیاء الحق کیتا ایہ اعلان ایں
پڑھے اوہ نماز بندہ جہڑا مسلمان ایں
کولوں نئیں مَیں آکھدا ایہہ آکھدا قرآن ایں
حکم اللہ نبی والا دلوں نہ بھلاویو

گل میری اُتے بھائیو! عمل کماویو
پڑھان لئی نماز چا کمیٹیاں بناویو
نماز والوں دوستو نہ مکھ پرتانوناں
سچا مسکینؔ پیار نبی نال پاوناں
دلوں جانوں بھائیو حکم شرع دا بجاوناں
مولانا فقیر محمد صاحب سمجھاویو
گل میری اُتے بھائیو! عمل کماویو
پڑھان لئی نماز چا کمیٹیاں بناویو

(غلام رسول مسکینؔ)

موضع اروپ کے تاریخی مقامات

مڑھیاں / شمشان گھاٹ:

ہر مذہب میں کچھ جگہیں مقاماتِ مقدسہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہندو مذہب میں شمشان گھاٹ کی جگہ بہت مقدس خیال کی جاتی ہے۔ ہندو مذہب کے پیروکار اپنے مرجانے والے لوگوں کو آگ میں جلا دیتے ہیں اور اس رسم کو ’موکشا‘‘ یا ’’مکتی‘‘ کا نام دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں شمشان گھاٹ میں ’’چتائیں‘‘ جلائے جانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

محلہ چیمیاں میں واقع قبرستان کا کچھ حصہ پہلے ہندوؤں کی شمشان گھاٹ، مڑھیوں کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔ یہ اروپ کا قدیمی اور پہلا قبرستان ہے جو مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کا اکٹھا تھا، جہاں مسلمان دفنائے جاتے اور ہندوؤں اور سکھوں کے مردے جلائے جاتے۔ ہندوؤں اور سکھوں کے یہاں سے ہجرت کے بعد یہ مکمل مسلمانوں کا قبرستان بن گیا۔

اروپ کا پہلا مسلمان جو قتل ہوا، جسے اسی قبرستان میں دفنایا گیا۔اس کی قبر پر لوگ دیا جلایا کرتے، سال بعد ایک میلہ لگتا جس میں اس جنگ بُو کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا۔اس جنگ بُو کو دراصل علاقے میں چراگاہوں کی حفاظت کے لیے رکھا گیا۔لوگ اسے بہادر مانتے تھے،اس کا تعلق منڈیالہ وڑائچ کے خاندان سے تھا۔ جو اروپ پر قبضہ کیے ہوئے تھے۔اس قبرستان سے ملحقہ حویلی (جہاں بابا رحمت علی چشتی صابریؒ کا خاندان آکر آباد ہوا) پہلے پہل گاؤں کے دایرے (چوپال) کا کام دیتی رہی۔اس کے دو کمرے ہندوؤں کے پنڈتوں کے پاس تھے جو ان مڑیوں میں رہتے تھے۔اس حویلی میں ایک عدد کنواں بھی موجود تھا جسے بعد میں گھر کے مکینوں نے بند کر دیا۔

قدیم قبرستان:

موضع اروپ کے تاریخی قبرستان میں محلہ چیمیاں قبرستان، محلہ بھنڈراں قبرستان، محلہ اعواناں (قبرستان مہاجراں)، لکھاں داتا قبرستان، محلہ خاشے والہ قبرستان اور کمیٹی ہال سے ملحقہ قبرستان واقع ہیں۔

دایرہ / چوپال:

اروپ میں کل پانچ دایرے تھے۔جن میں ایک بادشاہی مسجد چوک کے پاس، دوسرا آرا چوک (دایرہ شبیگ) تیسرا آرا چوک (گرلز اسکول کے پاس) چوتھا حیات پورہ، اور پانچواں کمیٹی ہال محلہ بھنڈراں میں واقع ہے جس کا قیام 1937ء میں ہوا۔ پاکستان کے معرض وجود کے بعد محلہ بھنڈراں کے دایرہ کو ختم کر دیا گیا اور اس کو کمیٹی ہال کا نام دے دیا گیا جس میں مختلف دفاتر قایم کر دیے گئے جن میں یونین کونسل، پوسٹ آفس، واٹر سپلائی کا آفس، واپڈا کا آفس اور اب اس میں چیئر مین اور وائس چیئر مین کا آفس بھی بنا دیا گیا ہے۔دایرہ بادشاہی مسجد کے آدھے حصے میں واٹر پلانٹ لگا دیا گیا ہے۔البتہ باقی تینوں دایرے (آرے والا چوک، ایک حیات پورہ) اب بھی اپنے پرانے رسم و رواج لیے ہوئے بیٹھک یا چوپال کا کام دے رہے ہیں۔اب ان دایروں میں غمی میں محلے کے لوگ اکٹھے بیٹھ جاتے ہیں۔جدید دور میں جہاں مشترکہ خاندانوں کا روایتی نظام متاثر ہوا ہے وہاں پر دایرہ یا چوپال میں مل کر بیٹھ جانے کا نظام بھی متاثر ہوا ہے۔

Scanned with CamScanner

گردوارا:

گردوارا کیسر کور کے نام سے بہ طور یادگار آج بھی محلہ بھنڈراں میں موجود ہے۔1936ء میں اس کی بنیاد رکھی گئی اور یہ 1939ء کو مکمل ہوا۔گردوارہ کی عمارت اب گورنمنٹ گرلز پرائمری اسکول میں بدل چکی ہے۔اس عمارت کے ہال میں سیمنٹ کا اسٹیج موجود تھا جہاں بھائی کیرتن کرتے۔صحن میں آج بھی نشان صاحب (جھنڈا) کی جگہ موجود ہے اور دو تختیاں نسب ہیں۔نشان صاحب کی جن سجنو نے سیوا کی،ان کے نام اور فراہم کردہ چندہ کندہ ہے۔جو گرمکھی کلمات میں درج ہیں:۔

ترجمہ: یکم جنوری 1936ء 25روپے میلا رام اپنے پتا(والد)سورگ واسی، لالہ کسشی رام کی یاد میں،50روپے سردار سنتو کھ سنگھ اپنی سپتی (اہلیہ) بی بی کانسو کور کی یاد میں، 30روپے سردار بسنت سنگھ نے اپنے بیٹے دلیپ سنگھ کی یاد میں۔۔۔دلیپ سنگھ کا نومبر 1936ء میں انتقال ہو گیا۔

یکم جنوری 1939ء سردار وزیر سنگھ (ملٹری پنشنر)25روپے، بھائی سنت سنگھ گرنتھی پنڈ اروپ 15روپے، گیس سنگھ مستری 5روپے، بی بی نہال کوہ اُپل 10روپے۔

ماتارانی:

موضع اروپ کی اسکول گراؤنڈ کے جنوبی کنارے پر عبدالکریم اعوان کی زمینوں میں واقع ایک مقام۔ جہاں بیری کے درخت کے نیچے مخصوص جگہ پر ہندو مذہب کے لوگ پیسے ڈالتے تھے ۔چیچک کے مریض یہاں اپنی بیماری سے نجات کے لیے آتے ۔ان میں ہندوؤں کے علاوہ مسلم بھی پیش پیش دکھائی دیتے۔تقریباً1960ء کی دہائی میں اس کو ختم کر دیا گیا۔اب ایک محلہ بن چکا ہے۔اور ماتارانی کے نام سے مشہور ہے۔

بھابی کا چوبارہ:

اس کی وجہ تسمیہ اور پس منظر یہ ہے کہ اس چوبارہ کے موجودہ مکین محمود احمد عرف

Scanned with CamScanner

مودی (مرحوم) کے والد میراں بخش مرحوم اور ان کے بھائی قیام پاکستان سے بہت سال پہلے بڑے بڑے شہروں بمبئی، پونا ستارہ (حال آندھرا پردیش بھارت) دہلی، لاہور وغیرہ میں ٹیلرنگ کا اعلیٰ پایہ کے کاریگر اور بہت بڑی بڑی دکانوں کے مالک تھے۔ اور مذکورہ بالا شہروں میں واقع چھاؤنیوں میں فوج کی ہزاروں لاکھوں تعداد میں وردیاں (یونیفارم) تیار کرنے کا وسیع پیمانے پر مبنی ٹھیکیداری کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ قیام پاکستان کے بعد محمود احمد کے بزرگوں نے اپنا کاروبار کویت میں منتقل کرلیا تھا۔ 1947ء سے 1960ء تک کویت جانے والا یہ موضع اروپ کا واحد اور اولین خاندان ہے۔ والدین کے فوت ہونے کے بعد اس خاندان کے تمام بھائی اپنے والد اور والدہ کے بعد سب سے بڑے بھائی کی اہلیہ کو اپنی والدہ کی جگہ سمجھتے اور دلی احترام بھی کرتے۔ بڑی بھابی صاحبہ کو تمام گھریلو معاملات کے فیصلوں کے اختیارات دیتے ہوئے بھابی کا حکم خوش دلی سے بجا لاتے۔

چناں چہ اس چوبارہ کی تعمیر کے وقت میراں بخش مرحوم اور ان کے تمام بھائیوں نے اپنی بڑی بھابی کے احترام میں اس فلک بوس تین منزلہ بلند و بالا عمارت بنائی اور نام ''بھابی کا چوبارہ'' رکھ دیا۔ چوبارہ کی تعمیر کے بعد سے لے کر آج تک موضع اروپ میں پیدا ہونے والی چوتھی نسل کے لوگ بھی اروپ کی سب سے بلند ترین اونچی عمارت کو ''بھابی کے چوبارہ'' کے نام سے یاد رکھے ہوئے ہے۔

طلسمی عمارت اور گہرا کنواں:

مقبول احمد اعوان مرحوم ولد عبدالحکیم اعوان مرحوم جس مکان میں رہتے تھے۔ اس کے بیرونی دروازے کی شمالی دیوار کے ساتھ ایک گہرا کنواں تھا۔ کچھ تو پچاس فٹ کی بلندی پر واقع یہ آبادی۔۔۔! نہ جانے کن مشکلات، دقتوں سے اس بلند سطح سے کنویں کی کھدائی کے بعد پانی کا حصول ممکن ہوا ہوگا۔ کنویں کی منڈیر بہت نیچے دیکھنے سے پاتال جیسی گہرائیوں میں بہت دور پانی، تارے کی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس کنویں کے اوپر مشرقی جانب سامنے والی دیوار میں کنواں کھدوانے والے اور تیار کرنے والے کا نام ایک سنگ بنیاد پر لکھا ہوا دیوار میں نصب تھا۔

محمد رشید اعوان مرحوم جس مکان میں مقیم تھے۔ اس کا دروازہ مغرب کی طرف واقع گلی میں کھلتا تھا۔ اس عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ایک نیم تاریک اندھیری ڈیوڑھی سے گزرنا پڑتا،

Scanned with CamScanner

جہاں دن کے وقت بھی اندھیرا چھایا رہتا تھا۔ ڈیوڑھی سے گزرنے کے بعد روشن صحن اور اس کے بعد رہائشی کمرے اور ان کے عقب میں تعمیر شدہ چھوٹی کوٹھڑیاں، بڑا ہال کمرہ جسے پنجابی میں "پسار" (ٹی وی لاؤنج) کہتے ہیں۔ اور ان کے عقب میں تعمیر شدہ مذکورہ بالا تعمیر شدہ کوٹھڑیاں یہ سب کچھ۔۔۔ مرحلہ وار دیکھتے اور ان سے بتدریج گزرنے پر یہ عمارت طلسمی عمارت معلوم ہوتی تھی۔

پانچ کنوئیں (کھوہ):

قدیم اروپ میں سکھوں کی ملکیت پانچ کنوئیں (کھوہ) موجود تھے۔ پہلا کنواں "نواں کھوہ" کے نام سے نواں پنڈ روڈ پر واقع تھا۔ جو بلونت سنگھ کی ملکیت تھا۔ اس سمت سے مغرب کی جانب دو ایکڑ کے فاصلہ پر "پکا کھوہ" (صاحب سنگھ کی ملکیت) تھا۔ یہاں سے مزید مغرب کی جانب "چر میلی والہ کھوہ" واقع تھا۔ اور "شہ دلی والہ کھوہ" اور اس سے آگے "وزیر والہ" واقع تھا۔ ہر ایک کنوئیں کے آگے تھرا بنا ہوا تھا۔ تاکہ نمازی نماز ادا کر سکیں اور مسافر آرام کر سکے۔ بعد از قیام پاکستان یہ نشان ختم ہو گئے۔ [روایت ملک عطاء اللہ]

ٹبہ اروپ: [دیکھیں، ص 77]

محلہ بھنڈراں اور محلہ چیمیاں دیوار: [دیکھیں، ص 111]

موضع اروپ میں بجلی کی فراہمی:

1958ء میں گورنر مغربی پاکستان اختر حسین نے گوجراں والا کے کسی گاؤں کے دورے کا پروگرام بنایا۔ جب گوجراں والا کے کمشنر کو یہ خط موصول ہوا تو انہیں بہت فکر لاحق ہوئی کہ کس گاؤں کا دورہ کرایا جائے۔ ان کی کوشش تھی کسی ایسے گاؤں میں لے جایا جائے جہاں کی سڑکیں پختہ ہوں اور شہر سے قریب بھی۔ کمشنر نے چوہدری محمد حسین بھنڈر (چوہدری محمد انور بھنڈر کے والد) سابق MLA سے رابطہ کیا گیا کہ وہ گورنر صاحب کو اروپ کا دورہ کروا دیں اس کے لیے چوہدری محمد حسین بھنڈر مان گئے۔ اس سلسلے میں اروپ میں گورنر صاحب کے دورے کی تیاری پر بھرپور توجہ دی گئی۔ اروپ موڑ سے گاؤں تک رنگ برنگی جھنڈیوں سے راستوں کو سجایا گیا۔

گاؤں کے کچے پکے مکانوں کو رنگا رنگ پوچوں (مٹی میں رنگ ڈال کر) اور پینٹ سے نکھار دیا گیا۔ تقریباً دس دن پہلے اس کی تیاری شروع کر دی گئی۔ موضع اروپ ہر محکمے کی توجہ کا محور بن گیا۔ ایسے ایسے محکموں کا تانتا بندھ گیا جن کا پہلے کبھی نام بھی سننے میں نہ آیا۔ مثلاً محکمہ اصلاح احوال اراضی، محکمہ آبپاشی، محکمہ تعلیم، محکمہ پولیس، واپڈا، بل کہ ہر محکمہ کا انچارج ڈیوٹی پر موجود تھا۔ SDO واپڈا نے کہا کیوں نہ ہم گورنر صاحب کے آنے پر اروپ کو بجلی کی فراہمی دے دیں۔ چوہدری محمد حسین بھنڈر اور قصبہ کے لوگوں کو اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی تھی۔ بجلی کے کھمبے نصب کر دیے گئے۔ جگہ جگہ بلب، اسٹریٹ لائٹس لگا دی گئیں۔ دلھن کی طرح گاؤں کو سجا دیا گیا۔ آخر گورنر صاحب آئے موضع اروپ کا دورہ کیا اور ان سے بجلی کا افتتاح کروایا۔ اتنا خوبصورت گاؤں اروپ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جتنا خوب صورت اروپ اس وقت تھا اس سے پہلے کبھی دکھائی نہ دیا تھا۔ اس سارے کام کا سہرا چوہدری محمد حسین بھنڈر کے سر جاتا ہے۔

موضع اروپ کے ذرائع مواصلات:

تقریباً 1940ء کے قریب موضع اروپ تا اروپ موڑ میٹل سڑک بن چکی تھی۔

According to [District Census Report Gujranwala part-1, compliled by Akhlaque Hosain Kazi,1961, P-II,].

The other Roads maintanined by the District Council,both metalled and unmetalled, are as follows:-

1. Mansurwali-Ahmed Nagar Raod is a "C" class metelled and black topped one (6 Miles).
2. Aroop lind Raod-A metalled class "C" road 44 chains Long

اندرون گاؤں میں بھی سڑکوں پر سولنگ موجود تھی۔ سڑک بہ راستہ اروپ موڑ تا لاہور اور سیالکوٹ روڈ جو سنگل سڑک کے طور پر ایک دوسرے کو ملاتی تھی۔ موجودہ دور میں لاہور۔ سیالکوٹ روڈ بھی دورویا کر دی گئی ہے۔ جس کی بہ دولت اروپ کے قصبہ سے گوجراں والا شہر یا دوسرے شہروں تک رسائی آسان ہے اور فاصلوں میں اس کمی کی وجہ سے وقت میں بھی کمی آ چکی ہے۔ تیز رفتار ذرائع نقل و حمل سے معیشت پر بھی مثبت اثر پڑا ہے۔

☆☆☆

Scanned with CamScanner

موضع اروپ عہد بہ عہد

عہد قدیم:

موضع اروپ کی تاریخ کئی سوسالوں پر محیط ہے۔ یہ گاؤں وادی سندھ کی تہذیب سے پہلے کا موجود ہے۔ یہ ہندوؤں کی راج دھانی رہا۔ اس وقت یہ علاقہ ایک ٹیلہ کی شکل میں موجود تھا۔ کئی مرتبہ یہاں حملہ آوروں کی یلغار سے آباد اور ویراں ہوتا رہا۔ سیلاب نے بھی اس علاقے کو تہس نہس کیا۔ تاریخ سے کوئی ایسا حوالہ نہیں ملتا، جس سے پتہ لگایا جاسکے، یہ ٹیلہ کب سے ویران تھا۔

The Village now known as Aroop dates back to a pre-indus civilisation. It is said that the old village was destroyed by floods and a new village rebuilt over the remains. The old walls of the village are still seen in the old portion (mound). Because the village was rebuilt on remains, it is said that trees could not grow. The villagers still unearth artifacts such as pieces of potterty when they dig in the village.

The village was named"Aroopa", but it is unclear when this happened. Some say it was named after Rupra Singh a Sikh prince, around 1830-40. Aroopa was the capital of the Rupra state. At some stage a dike was counstructed around the village to protect against flooding.

[Participatory Rural Appraisal For Farmer Participatory Reserch in Punjab.Pakistan.Irene Guijt.Jules N.Pretty,p31]

موضع اروپ کو روپڑ ریاست کا دارالخلافہ کہا گیا ہے۔ روپڑ بھارت کے صوبہ ہریانہ کا شہر ہے۔ موجودہ دور میں اس کو روپ نگر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ روپڑ ایک قدیم ریاست تھی۔ جس کو اگر تاریخی حوالہ سے دیکھا جائے تو اس کا دور بھی وادی سندھ کی تہذیب کا ہے۔ اروپ سے اس کا فاصلہ تقریباً 260 کلومیٹر ہے۔ جس طرح ہڑپہ اور موہنجودوڑو کی تہذیب ختم ہوگئی اور شہر کے

شہر زمین بوس ہو گئے۔ معلوم پڑتا ہے کہ اروپ بھی اسی طرح غرق ہوا، بل کہ متعدد بار یہاں آبادکاری ہوئی مگر سیلاب اور آسمانی آفات کی بہ دولت غرق ہوتی رہی۔ دراصل وادی سندھ سے مراد صرف موجودہ صوبہ سندھ ہی نہیں بل کہ اس میں موجودہ پاکستان، افغانستان کا مشرقی حصہ، راجستان اور گجرات کا مغربی حصہ وادی سندھ میں شمار ہوتا ہے۔ دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں جہلم، چناب، راوی، ستلج اور کابل کے آس پاس کے میدانی علاقوں کو عرف عام میں ''وادی سندھ'' کہا جاتا ہے۔ زرخیز زمین مناسب پانی اور موزوں درجہ حرات کی بہ دولت وادی سندھ زراعت اور انسانی رہایش کے لیے موزوں ہے۔ اسی وجہ سے انسان کی ابتدائی بستیاں وادی سندھ میں بسیں۔ جو بالآخر وادی سندھ کی تہذیب ''انڈس ویلی سویلائزیشن'' کہلائیں۔

اس تہذیب کا دور 3300 ق م سے 1700 قبل مسیح تک بتایا جاتا ہے۔ 1931ء میں محکمہ آثار قدیمہ نے دوسرے مقامات پر اثری تلاش شروع کی۔ اس میں بڑی کامیابی ہوئی اور پتہ چلا کہ یہ قدیم تہذیب موہنجودڑو اور ہڑپہ تک محدود نہیں بل کہ اس کا سلسلہ صوبہ سندھ میں چھنودڑو، جھوکر، علی مراد اور آمری، صوبہ پنجاب میں روپڑ اور بلوچستان میں نال اور کلی کے مقام پر بھی قدیم تہذیب کے آثار موجود ہیں۔

اسی طرح اگر موضع اروپ کے ٹبہ کی کھدائی کی جائے تو ہمیں قدیم بسنے والے افراد کے رہن سہن اور زمانے کا تعین کرنا آسان ہوگا۔

[مخزن پنجاب] میں ذکر ہے کہ تین سو برس قبل جاٹ قوم بھنڈر نے دکن کے ملک سے آ کر اس گاؤں کو آباد کیا گیا۔ لیکن تاریخی اعتبار سے جاٹ قوم کا دکن کے علاقہ میں موجود ہونا، اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ دکن مرہٹوں کی سرزمین رہی ہے۔ کیوں کہ جاٹ زیادہ تر پنجاب میں گنگا جمنا کے دوآبے اور راجپوتانہ میں ملتے ہیں۔ سندھ کے کنارے بھی ان کی بہت سی قومیں آباد تھیں۔ دوسری طرف اگر مصنف کی اس بات کی تائید کر لی جائے تو مسئلہ دکن سے اروپ ہجرت کا ہے۔ کتاب میں 300 سال پہلے کی بات کی گئی ہے۔ جب کہ مصنف اپنی کتاب کا پہلا ایڈیشن 1870ء میں مکمل کر چکا ہے۔ ظاہر ہے اس کی تیاری اور تحقیق میں کافی عرصہ درکار تھا۔ اگر ہم اسی تاریخ سے تین سو سال پہلے جاتے ہیں۔ یہ 1570ء کا سن عیسوی سامنے آتا ہے۔ لیکن حیدر آباد

دکن کی بنیاد 1591ء میں قطب شاہی خاندان کے پانچویں حکمران محمد قلی قطب شاہ (1580-1612) نے رکھی۔ جو اپنی محبوبہ بھاگیہ متی کے مسلم نام حیدر محل پر بسایا۔

''دکن'' کا مطلب فرہنگ آصفیہ کے مطابق دکن یا جنوب کی سمت کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسری جانب اگر ہم مصنف کا موقف جنوبی سمت اخذ کریں تو اس میں لاہور سے منسلک بھارت کے پنجاب کا علاقہ شامل ہے۔ جہاں سے یقینا جاٹ قوم ہجرت کے بعد یہاں آ کر آباد ہوئی۔ اس وقت سکھوں کا دور دورہ تھا۔ ان کا مقصد ہی علاقوں پر قبضہ تھا۔

موضع اروپ میں خاندانوں کا قیام پذیر ہونا یا ہجرت کرنا سے یہ بات سامنے آتی ہے، دورِ سلاطین میں کابل سے دہلی تک جو مرکزی شاہراہ جاتی تھی۔ اروپ اسی پر واقع ہے۔ ماضی میں یہاں ایک سرائے کے آثار بھی ملتے تھے۔ گردونواح کا علاقہ سرسبز و شاداب تھا، ممکن ہے اسی آمدورفت اور ٹیلے کی بہ دولت لوگوں کی آباد کاری ممکن ہو۔

موضع اروپ کے ٹیلہ سے متصل مشرقی سمت میں ابھی بھی قدیم آبادی ''کچا قلعہ'' سے منسوب ہے۔ جو راجا کی فوج کے لیے مخصوص تھا اور تقریباً 4 سے 15 ایکڑ پر پھیلا ہوا تھا۔ قدیم بزرگوں کی روایت کے مطابق کم و بیش ایک ہزار سال پہلے قلعہ کے آثار موجود تھے۔ اونچا ٹیلہ اسی قلعہ کی عکاسی کرتا ہے۔ راجا کی گزرگاہ بادشاہی روڈ کی طرف سے ٹیلہ یعنی قلعہ کی جانب تھی۔ بادشاہی روڈ اور ٹیلہ کے درمیان نہ تو کوئی آبادی موجود تھی اور نہ ہی سڑک۔

موضع اروپ کے مشرقی جانب ٹبہ پر حضرت سخی سرور سہروردی (1130ء-1181ء) کی قیام گاہ کا موجود ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس وقت بھی اروپ کے آثار موجود تھے۔

قدیم زمانہ میں اس مقام پر ایک پختہ آبادی راجہ روپڑ چند کی آباد کی ہوئی موجود تھی۔ وہ کسی سبب سے ویران ہوگئی اور مدت مدید تک وہ ٹیلہ غیر آباد پڑا رہا۔ پھر بہت عرصہ تین سو برس کے مسمّی اوڈو جاٹ قوم بھنڈر نے دکن کے ملک سے آ کر اس گاؤں کو آباد کیا مگر نام وہی قدیم بانی کے نام سے اروپ قائم رہا۔ اب زمین داران قوم جاٹ، بھنڈر و چیمہ ورندھاوہ ہیں۔ زمانہ ضعف سلطنت مغلیہ میں بہ سبب شدت قحط کے بہت سے گھر اس قصبہ کے اجڑ کر چلے گئے

Scanned with CamScanner

تھے۔مغرب کی طرف باہر قصبہ کے مزار شاہ بہمن ولی کی مع ایک مسجد کے بنی ہوئی ہے اور دوسری خانقاہ گودڑ ولی کے مشہور ہے اور سمادہ اڈو باغی دیہہ کی موجود ہے۔عمارت اس کی پختہ وخام ملے ہوئے تین سو باون گھر اور آٹھ دکانیں ،ان میں سے ایک سو پچہتر گھر اور چار دکانیں پختہ ہیں اور دو ہزار ایک سو تراسی (2183) مردم شماری ہے۔[مخزن پنجاب،ص275،حصہ دوم]

تاریخ گوجراں والا، منشی گوپال داس،ص 26 ,25 میں اروپ کو یوں بیان کیا ہے:

زمانہ قدیم میں اس جگہ شہر آباد تھا، جس کو راجہ روپڑ نے بنایا پھر وہ شہر کسی سبب سے ویران ہو کر بہ صورت تھہ (ٹبہ) پڑا رہا۔عرصہ تین سو برس کا گزرا ہے کہ اس کو مسمّی اوڈو جٹ بھنڈر نے ملک دکن سے آ کر اس تھہ (ٹبہ) کو آباد کیا اور نام اس کا بر روایت نام راجہ بانی شہر اول کے روپ مشہور ہوا۔رفتہ رفتہ اروپ مشہور ہو گیا۔زمانہ ضعف سلطنت مغلیہ میں ایک دفعہ بہ سبب شدت قحط کے کئی گھر اس قصبہ کے غیر آباد ہو گئے تھے۔مگر بالکل ویران کبھی نہیں ہوا۔کوئی چیز اس جگہ کی ایسی نہیں کہ تحفہ مشہور ہو کہ لایق ذکر ہو۔شاہ پنن ولی کے ایک خانقاہ پختہ قصبہ سے باہر بہ جانب غروب واقعہ ہے۔گاؤں زمین معافی متعلق اس کی ہے اور ایک خانقاہ شاہ گودر ولی کی بھی ہے۔مسمی اوڈو کی سمادھی اس جگہ موجود ہے۔ملکیت اس کی بہ قبضہ زمینداران جٹ بھنڈر، چیمہ اور رندھاوہ ہے۔

عمارت اس کی پختہ باقی سب خام۔تین سو باون (352) گھر اور آٹھ دکانیں اس میں موجود ہیں اور ان میں سے 175 گھر اور 4 دکانیں پختہ ہیں۔اور باقی کے خام اور 2183 آدمی: تفصیل مرد 601،عورتیں 619،لڑکے 490 اور لڑکیاں 401 ہیں۔اس قصبہ میں کوئی منڈی کسی جنس کی تجارت کی نہیں ہے اور مسمی دولو جٹ بھنڈر ساکن قصبہ ہذا بہ عہدہ ذیلداری ممتاز ہے۔

"اروپ میں مکانوں کی کل تعداد 819 ہے، مردوں کی تعداد 2818 اور

خواتین کی تعداد 2516 ہے۔" [ڈسٹرکٹ گوجراں والا مردم شماری رپورٹ، حصہ 5،
ترتیب، 1961ء، ص، V-15]

خاندان جے پال:

997ء میں لاہور پر پال خاندان نے حکومت کی۔ پہلے جے پال حکمران رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا اننگ پال اور بعد میں اس کا پوتا جے پال دوم حکمران رہا۔ ہندوؤں کے اس دور میں اروپ پر ہندوؤں کا تسلط قایم رہا ہو۔ کیوں کہ اروپ بہت ہی سرسبز و شاداب ہونے کی بہ دولت حکمرانوں کی نگاہوں کا مرکز رہا۔

خاندان غزنوی کا دور:

امیر سبکتگین کے بعد اس کا بیٹا محمود غزنی کا بادشاہ بنا۔ اس نے 1001ء میں دس ہزار گھڑ سوار فوج کے ساتھ غزنی سے پشاور کی طرف پیش قدمی کی۔ یہاں پر لاہور کا راجا جے پال 12 ہزار گھڑ سواروں، 30 ہزار پیادہ فوج اور 300 ہاتھیوں کے ہم راہ اس کے مقابلے میں آیا۔ اس جنگ میں فتح کے بعد جے پال اور اس کے پندرہ ہزار سرکردہ سرداروں کو محمود نے قیدی بنا لیا۔ جے پال کے لڑکے اننگ پال نے بہت سا روپیہ دے کر اپنے باپ کو قید سے رہا کروایا۔ دو دفعہ کا بدعہدی اور شکست سے شرم سار ہو کر راجا جے پال نے اپنے آپ کو نااہل سمجھتے ہوئے اپنے بیٹے اننگ پال کی حمایت میں دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا اور چتا میں جل کر مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اننگ پال جانشین مقرر ہوا۔

محمود غزنوی وقتاً فوقتاً پنجاب پر اپنے حملے کرتا۔ اننگ پال کو شکست دینے کے بعد اس کے بیٹے جے پال دوم کو بھی شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ محمود نے لاہور کا انتظام اپنے جنرل ملک ایاز کے سپرد کیا۔ محمود کا 29 اپریل 1030ء میں 63 برس کی عمر میں اقتدار کے 33 ویں سال میں انتقال ہوا۔ سلطان محمود کے بعد سلطان مسعود، سلطان ودود، سلطان ابراہیم، سلطان موعود مسعود الکریم، سلطان بہرام شاہ اور سلطان خسرو شاہ اقتدار میں رہے۔ [تاریخ پنجاب، سید محمد لطیف، ص 193، تا 203]

خاندان غزنوی دور میں حضرت سخی سرورؒ موضع اروپ میں تشریف لائے اور اروپ میں بہ

Scanned with CamScanner

مقام ٹبہ پر اپنا مسکن بنایا۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے کچھ دیر یہاں آرام فرمایا اور دھونکل تشریف لے گئے۔ اس سے اندازہ لگانا آسان ہے کہ اس دور میں بھی اروپ کا ٹبہ اپنی اسی حالت میں موجود تھا اور یقیناً یہاں آبادی بھی ضرور ہوگی۔ آپ کے وصال کے کئی سو سالوں بعد آپ کے عقیدت مند ایک ہجوم کی شکل میں اسی راہ سے گزرتے اور اس مقام کی زیارت کے بعد آگے تشریف لے جاتے۔

خاندان غوری (1175ء تا 1206ء) کا دور ہو یا سلاطین غلاماں (1206ء تا 1290ء) کا، خاندان خلجی (1290ء تا 1320ء) حکمرانی میں ہو یا خاندان تغلق (1320ء تا 1413ء) یا خاندان لودھی (1451ء تا 1526ء) اروپ میں آبادکاری ہوتی رہی۔ بالآخر مغلیہ دور آگیا۔

پہلا عہد مغلیہ:

مغلیہ سلطنت کا دورِ 1526ء تا 1540ء تک رہا۔ جب کہ ظہیر الدین بابر (1526ء تا 1530ء) کے دور حکمرانی میں لوگوں کو شدید قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس شدت کے باعث بہت سے گھرانے یہاں سے ہجرت کر گئے۔ یہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ موضع اروپ اس سے پہلے بھی آباد تھا۔

عہد سوری: (1540ء تا 1555ء)

سوری خاندان کا دور حکومت 1540ء تا 1555ء رہا۔ شیر شاہ سوری (1540 تا 1545ء) کے دور میں موضع اروپ اسی طرح آباد تھا۔ شیر شاہ سوری نے موضع اروپ کا انتخاب کیا اور یہاں پر سوہدرہ کے بعد ایک سرائے بنائی۔ یہ جگہ بھی حضرت باواشاہ چنن ولی سرکارؒ کا دربار شریف اور اس سے ملحقہ جگہ کھیت کی شکل میں ابھی بھی موجود ہیں، جو وسیع اور کشادہ تھی۔ یعنی اس میں کوئی مکان نہ تھا سوائے سرائے کے، جو شیر شاہ سوری کے حکومتی عہدے داروں یا فوجیوں کے لیے استعمال میں تھی۔ اس کے قریب سے جرنیلی سڑک نکالی گئی جو ایمن آباد سے ہوتی ہوئی لاہور کی سمت بڑھتی ہے۔ یہ جرنیلی سڑک موضع اروپ میں اب بھی موجود ہے۔ اس کے بعد عہدہ مغلیہ (1555ء تا 1656ء) کا دوسرا دور اور پھر سکھوں نے اپنا تسلط قایم کرلیا۔

Scanned with CamScanner

عہد سکھ شاہی: (1799ء تا 1839ء)

راجہ رنجیت سنگھ (1799ء تا 1839ء) کے دور میں سکھ بہت مضبوط تھے۔ جس کی بہ دولت سکھوں نے مختلف علاقوں میں اپنا قبضہ کرلیا۔ اسی طرح موضع سنگوںوالی سے دولوں نامی سکھ نے اروپ پر اپنا قبضہ کرلیا۔ جو دو تین پشتوں تک قایم رہا۔ بعد میں اس خاندان نے اسلام قبول کرلیا اور اروپ میں ہی مقیم رہا۔

رنجیت سنگھ کے بعد کھڑک سنگھ، نونہال سنگھ، رانی چاند کور اور آخری دور دلیپ سنگھ کا رہا جس نے 1849ء میں انگریزوں کے ہاتھوں شکست کھائی۔ دوسری طرف اروپ میں راجا روپڑ چند اپنی حکمرانی قایم رکھے ہوئے تھا۔

عہد راجا روپڑ چند: (1830-40ء)

موضع اروپ راجا روپڑ چند کے دور حکومت میں روپڑ اسٹیٹ کا دار الخلافہ رہا۔ [دیکھیے ص 127]

عہد انگریز: (1848ء تا 1947ء)

انگریزوں کا دورِ حکومت 1848ء تا 1947ء رہا۔ حکومت برطانیہ نے پورے پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ انگریز دور حکومت میں جن شخصیات نے گوجراں والا کی تعمیر وترقی کے سلسلہ میں خاص کردار ادا کیا ان میں دو ڈپٹی کمشنرز، کرنل کلارک اور مسٹر آرتھر برانڈرتھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اسی دوران کھیالی دروازہ، لاہوری دروازہ اور سیالکوٹی دروازہ تعمیر ہوئے۔ [ادبی مجلہ مہک، گوجراں والا، ص، 38]

انگریزوں کے دور حکومت میں اروپ اپنی پرانی آب وتاب کے ساتھ چمکتا رہا۔ اس دور میں موضع اروپ میں کوئی بھی نمایاں ترقی نہ ہوسکی۔

سکھوں کا تسلط پاکستان بننے سے پہلے تک خال خال رہا۔ جن میں بھنڈر خاندان اس علاقے میں رہے۔ موضع اروپ کے 3600 ایکڑ رقبے میں سکھ زیادہ مضبوط نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ چند ایک ہندو گھرانے بھی تھے جو دکانداروں کی حیثیت سے موجود تھے۔ سردار بلونت سنگھ، سردار سنت سنگھ، سردار وزیر سنگھ، سردار صاحب سنگھ

Scanned with CamScanner

اور سردار ہری سنگھ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ سردار ہری سنگھ کا تعلق ورک فیملی سے تھا۔ جب کہ باقی کے سکھ بھنڈر رہتے تھے۔ ایک سکھ بھنڈر خاندان اروپ سے ہجرت کر کے کوٹلی اڑ بنگ منتقل ہو گیا۔ جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ سکھ خاندان یہاں سے بھارت منتقل ہو گئے۔

انگریز دور میں پہلی مرتبہ پنجاب کو پانچ ڈویژن میں تقسیم کیا گیا۔ لاہور ڈویژن میں 8 ڈسٹرکٹ شامل ہوئے۔ جن میں گوجراں والا، لاہور، سیالکوٹ، شیخوپورہ، منٹگمری (موجودہ ساہیوال)، لائل پور (موجودہ فیصل آباد)، امرت سر اور گرداس پور شامل تھے۔ ہر ڈسٹرکٹ کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک ڈپٹی کمشنر تعینات کیا جاتا، جو ڈویژن کے کمشنر کو رپورٹ کرتا۔ اس دورِ حکومت میں جن ڈپٹی کمشنرز کی گوجراں والا میں تعیناتی رہی۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ [گوجراں والا گزٹیئر ایڈورڈ۔ ایچ کولن، 1936ء، ص 39 تا 42]

Name of Deputy Commissioner	From	To
Captian Clarke	May 1849	Oct 1849
J.Morris	1849_Nov	Dec 1849
B.M.loveday	-	-
W.Ford	Jan1850	Nov 1850
E.Fraser	Dec 1850	Aug 1851
W.Forbes	Sep 1851	Oct 1851
Major J.Clarke	Nov 1851	Feb 1856
J.Morris	Mar 1856	Oct 1856
Captain J.S.Tigho	Nov 1856	Dec 1856
Captain J.M. Cripps	Jan 1857	Sep 1857
Colonel J.Clarke	Sep 1857	Feb 1858
Captain J.W.R.Elliot	Mar 1858	Nov 1858
Captian J.S.Trighe	Dec 1858	-
Captain Elliot	Jan 1860	Mar 1860
Mr.McMullen	Apr 1860	-
Captain Elliot	May 1860	Feb 1861
Mr.A.Brandreth	Mar 1860	May 1862

Scanned with CamScanner

Captain Urmstom	Jun 1862	Dec 1862
Mr.Powlett	Dec 1862	Oct 1863
Mr.A.Brandreth	Nov 1863	Feb 1864
Captain J.W.Bristow	Feb 1864	May 1864
Mr.A.Brandreth	May 1864	May 1865
Major H.P.Babbage	Jun 1865	Oct 1865
Mr.A.Brandreth	Nov 1865	Dec 1865
Major H.P.Babbage	Jan 1866	Oct 1868
Mr.A.Brandreth	Nov 1868	Feb 1869
Major H.P.Babbage	Mar 1869	Nov 1870
Mr.M.Macanliffe	Oct 1870	Jan 1871
Mr.O.Wood	Jan 1871	Feb 1871
Mr.G.R.Elsmie	Feb 1871	Mar 1871
Mr.D.G.Barkley	Mar 1871	8 May 1871
Captain R.T.M.Lang	8 May 1871	31 oct 1871
Mr.J.G.Cordery	Nov 1871	Dec 1871
Mr.D.G.Barkley	Jan 1872	28Feb 1872
Major F.J.Millar	28 Feb 1872	6 Jul 1872
Mr.F.C.Channing	18 Jul 1872	17 Aug 1872
Major F.J.Millar	18Aug 1872	20 Nov 1873
Mr.J.G.Cordery	20 Nov 1873	22 Oct 1875
Major F.D.Harington	22 Oct 1875	5 Jun 1876
Mr.A.R.Bulman	5 Jun 1876	20 Mar 1878
Mr.T.W.H.Talbort	20 Mar 1878	7 Apr 1879
Mr.A.R.Bulman	7 Apr 1879	4 Aug 1879
Captain A.S.Roberts	5 Aug 1879	4 Nov 1879
Mr.A.R.Bulman	5 Nov 1879	15 Mar 1881
Mr.W.Gardiner	15 Mar 1881	30 Jun 1881
Major A.S.Roberts	30 Jun 1881	7 Aug 1881
Colonel F.J.Millar	8 Aug 1881	11 Sep 1881
Major A.S.Roberts	12 Sep 1881	29 Nov1881
Mr.H.W.Steel	30 Nov 1881	9 Apr 1882
Mr.C.P.Bird	10 Apr 1862	19 May 1882
Mr.A.R.Bulman	20 May 1882	19 Mar 1883

Scanned with CamScanner

Mr.Macauliffe	20 Mar 1883	10 Jun 1883
Mr.R.W.Trafford	11 Jun 1883	8 Jun 1884
Major W.J.Parker	9 Jun 1884	25 Oct 1884
Major H.M.M.Wood	26 Oct 1884	8 Mar 1885
Mr.J.G.Silcock	9 Jun 1884	4 Sep 1885
Mr.G.Hughes	5 Sep 1885	16 Oct 1885
Mr.J.G.Silcock	10 Oct 1885	10 Nov 1885
Mr.H.W.Steel	11 Nov 1885	6 Feb 1887
Mr.G.Knox	7 Feb 1887	21 Apr 1887
Major R.Bartholomew	22 Apr 1887	13 Jun 1888
Mr.E.D.Maclagan	14 Jun 1888	28 Sep 1888
Major R.Bartholomew	29 Sep 1888	28 Feb 1889
Mr.G.Smyth	1 Mar 1889	18 Mar 1889
Mr.D.C.J.Ibbetson	19 Mar 1889	9 Dec 1889
Lieutenant C.S.De Butts Martindale	10 Dec 1889	18 Jan 1890
Mr.D.C.J.Ibbetson	19 Jan 1890	5 Apr 1890
Mr.M.F.O'Dwyer	6 Apr 1890	25 Jul 1890
Lieutenant F.P.Young	26 Jul 1890	21 Nov 1890
Mr.D.C.J.Ibbetson	22 Nov 1890	17 Aug 1891
Lieutenant G.C Beadon	18 Aug 1891	2 Dec 1891
Mr H.S Smith	3 Dec 1891	3 Feb 1892
Mr.J.G.M.Rennie	4 Feb 1892	22 Mar 1892
Lieutenant G.C.Beadon	23 Mar 1892	23 May 1892
Mr.W.C.Renouf	24 May 1892	23 Jun 1892
Lieutenant G.C.Beadon	24 Jun 1892	23 Oct 1892
Lieutenant F.P.Young	24 oct 1892	7 Nov 1892
Captain C.S.De Butts Martindale	8 Nov 1892	16 Dec 1892
Colonel R.T.M.Lang	17 Dec 1892	25 Mar 1893
Mr.A.Bridges	26 Mar 1893	22 Nov 1893
Colonel C.F.Massy	23 Nov 1893	14 Dec 1893
Lieutenant C.P.Egerton	15 Dec 1893	19 Mar 1894
Mr.M.F.O'Dwyer	20Mar 1894	1 Jul 1894

Scanned with CamScanner

Lieutenant F.P. Young	2 Jul 1894	3 Oct 1894
Mr. M.F. O'Dwyer	4 Oct 1894	1st Mar [illegible]
J.R. Drummond	2 Mar 1895	20 Jul [illegible]
Captain A.E. Barton	21 Jul 1896	27 Sep [illegible]
J.R. Drummond	28 Sep 1896	5 Apr [illegible]
Diwan Narindra Nath	6 Apr 1897	14 Apr [illegible]
W.B.DeCowrey, Esq.	15 Apr 1898	30 Jun 1899
Diwan Narindra Nath	1 Jul 1898	14 Sep 1899
S.W.Gracey	15 Sep 1899	16 Oct 1899
Dewan Narindra Nath	17 Oct 1899	27 Nov 1899
Dewan Tek chand	28 Nov 1899	29 Nov 1900
Dewan Narindra Nath	30 Nov 1900	4 Aug 1903
C.F.Usborne	5 Aug 1903	17 Oct 1903
C.W.Loxton	18 Oct 1903	22 May 1904
M.H.Harrison	23 May 1904	27 Oct 1904
E.A.Estoourt	28 Oct 1904	3 Jul 1907
N.Hancock Prenter	4 Jul 1907	4 Aug 1907
E.A.Estcourt	5 Aug 1907	19 Jun 1908
C.F.Strickland	20 Jun 1908	19 Jul 1908
E.A.Escourt	20 Jul 1908	13 Feb 1909
Shaikh Asghar Ali	14 Feb 1909	31 Jul 1912
Dewan Tek Chand	1 Aug 1912	13 Dec 1914
Rai Bahadur Lala Gauri Shankar	14 Dec 1914	21 Dec 1914
F.W.Kennaway	22 Dec 1914	5 Jun 1915
S.S.Bhai Dalip Singh	6 Jun 1915	19 Jul 1915
F.W.Kennaway	20 Jul 1915	29 Sep 1915
S.S.Bhai Dalip Singh	30 Sep 1915	2 Nov 1915
W.S.Hamilton	3 Nov 1915	2 Nov 1917
Let.Col A.J.O'Brien	3 Nov 1917	12 Jun 1919
Khan Bahadur M.Sultan Ahmed	13 Apr 1919	14 Apr 1919
Let.Col. A.J.O'Brien,	15 Apr 1919	18 Aug 1919
F.B.Waee	19 Jun 1919	10 Jul 1919

Scanned with CamScanner

Alan Mitchell	11 Jul 1919	13 Mar 1921
S.L.Sale	14 Mar 1921	21 Sep 1921
Sheikh Abdul Rehman	22 Sep 1921	17 Oct 1921
S.L.Sale	18 Oct 1921	14 Mar 1922
Alan Mitchell	15 Mar 1922	20 Aug 1923
Rai Bahadur Lala Radha Kishan	21 Aug 1923	12 Oct 1923
Alan Mitchell	13 Oct 1923	27 Mar 1924
Nawab Malik Muhammad Hayat Khan Noon	28 Mar 1924	15 Apr 1926
H.S.Malik	16 Apr 1926	30 Sep 1926
Nawab Malik Muhammad Hayat Khan Noon	1 Oct 1926	7 Aug 1928
Amin-ud-Din	8 Aug 1928	20 Mar 1929
Rai Bahadur Lala Labhu Ram	21 Mar 1929	16 Nov 1931
Khan Bahadur Mlik Zaman Mehdi Khan	17 Nov 1931	30 Jun 1934
M.Sahib Khan Noon	1 Jul 1934	

موضع اروپ بعداز قیام پاکستان:

قیام پاکستان کے بعد بہت سے سکھ خاندان یہاں سے نقل مکانی کر گئے۔ چند ایک مسلمان بھنڈر خاندان یہاں آباد رہے۔ چوہدری محمد حسین بھنڈر نے سکھوں کے زور کو توڑا اور موضع اروپ میں اپنا تسلط قایم رکھا۔ 1947ء کے بعد اروپ ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔ پختہ سڑکوں کا جال بچھا اور علاقے میں بجلی کی فراہمی ممکن ہوئی۔

Aroop is a very large village almost a town. Social Services. Schools (for boys and girls), clinics, hospitals are available in this town. Which is quite a deviation from most villages (of a smaller size) of Pakistan. Aroop's proximity to a large town

(Gujranwala) is also responsible for the relatively better standar of living of this town.
[Participatory Rural Appraisal for Farmer Participatory Research in Punjab, by Irene Guijt & Jules N.Pretty, London, 1992, p157]

☆☆☆

موجودہ عہد کا اروپ اور تعمیر و ترقی 2018 تک:

اب یہاں کافی ترقی ہو چکی ہے۔ شہر کے قریب ہونے کی وجہ سے بجلی، گیس اور ٹیلی فون کی سہولتیں میسر ہیں، یہاں کی زمین کافی زرخیز ہے، مگر کچھ لوگوں نے اس کاشت کاری کے کام کو چھوڑ دیا اور شہر میں جا کر ملازمت اور دوسرے دستی ہنر کو اپنا لیا ہے۔ لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہے۔ قصبہ سے ایک نہر بھی گزرتی ہے۔ جس کا نام ''راجباہ نور پور'' نہر ہے، یہ نہر 1926ء میں اپر چناب (1908ء) نندی پور کے مقام سے نکالی گئی۔ علاقے کی تمام سڑکیں پختہ اور شہر سے ملی ہوئی ہیں۔ قصبے کے درمیان میں ایک بڑا بازار ہے۔ جس کو ''گول بازار'' کہتے ہیں۔ یہ گول بازار عظیم روحانی بزرگ پنن شاہ ولیؒ، لکھاں داتاؒ، حضرت خواجہ برکت علی شاہؒ کے مزارت کے آگے سے گزرتا ہے۔ وقت میں تبدیلی کے ساتھ یہاں نئی کالونیاں بھی بننا شروع ہو گئیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر آہستہ آہستہ زرعی زمین رہائشی کالونیوں کی شکل لے رہی ہے۔ بچے اور بچیوں کے لئے ہائی اسکول اور ڈگری کالج قایم کیے گئے ہیں۔ لوگ اپنی پرانی روایات کو چھوڑ چکے ہیں۔ دقیانوسی نظام اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ہی دفن ہو گیا ہے۔ اب لوگ خود مختار زندگی گزارنے کے قایل ہیں۔

موضع اروپ کو کیوں کہ یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہر دور میں اروپ سے کوئی نہ کوئی ایم پی اے یا ایم این اے رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اروپ میں ترقیاتی کام ہوتے رہے۔ بے شک وہ چھوٹے درجے کے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کاوش میں نمایاں نام چوہدری محمد انور بھنڈر اور پیر غلام فرید کا ہے جب وہ ایم این اے یا ایم پی اے بنے تو انہوں نے اروپ اور اس سے ملحقہ تمام علاقوں کی سڑکوں کو میٹل یا کارپٹ روڑ میں تبدیل کر دیا۔ جس میں اروپ کا گول بازار، حیات پورہ روڑ، اروپ موڑ روڑ، معافی والہ روڑ، بٹراں والی روڑ، سنگو والی روڑ، شاہد والہ روڑ، نواں پنڈ روڑ

Scanned with CamScanner

اور خاص کر ترگڑی روڈ جو کہ اپنی تاریخ میں پہلی دفعہ کارپٹ روڈ بن رہا تھا۔

موضع اروپ میں دو بڑے پارک ہیں جن کا سہرا پیر غلام فرید کے سر جاتا ہے۔ اروپ کے تین بڑے گراؤنڈ بھی ہیں۔ ایک گراؤنڈ اروپ ہائی اسکول کے ساتھ ہے، اس گراؤنڈ کا کچھ حصہ گورنمنٹ بوائز مڈل اسکول اور گورنمنٹ بوائز ڈگری کالج کو دے دیا گیا ہے۔ دوسرا گراؤنڈ دربار حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کی طرف ہے جو فٹ بال گراؤنڈ ہے۔ تیسرا گراؤنڈ محلہ چیمیاں کی طرف ہے جو قبرستان کی جگہ ہے مگر ابھی گراؤنڈ کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

1947ء سے لے کر 2018ء تک موضع اروپ میں سروے کے دوران لوگوں میں جو رجحانات اور تبدیلی رونما ہوئی اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔

جن معاملات میں کمی آئی	جن معاملات میں اضافہ ہوا
اروپ کی بڑی فصل گندم میں کمی ہوئی	آبادی [1947ء-4000] [2018ء-45732]
درختوں کی پیداوار میں کمی آئی	لوگوں کے مسائل میں اضافہ ہوا
زراعت کی آمدن میں کمی واقع ہوئی	عورتوں کی تعلیم میں اضافہ / ووکیشنل تعلیم میں اضافہ
اخلاقی قدر و قیمت کم ہوئی	پورے گاؤں میں بجلی کی فراہمی
صبر و برداشت تحمل میں کمی آئی	آمدن میں اضافہ (غیر ملکی زرِ مبادلہ)
لوگوں میں زرعی زمین کی اہمیت کم ہوئی	اسکولوں میں اضافہ
علاقے میں چوپال پر بیٹھنے کا رجحان کم	پارک / کھیل کے میدان
کچے مکانوں میں کمی	لوگوں کا طرزِ زندگی بہتر ہوا
علاقے میں گیس آنے سے گوبر اور لکڑی کے استعمال میں کمی	اروپ کے رہائشی علاقوں میں اضافہ ہوا
کنوؤں (رہٹ) میں کمی	ذرائع نقل و حمل، سڑکیں، ذرائع مواصلات میں اضافہ
گھروں میں مویشی پالنا	چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ
مٹی کے برتنوں میں کمی	ملاوٹ میں اضافہ

Scanned with CamScanner

تازہ سبزیوں کی فراہمی	پکے مکانوں میں اضافہ
بے روزگاری میں اضافہ	ڈاکٹرز کی تعداد میں اضافہ
ڈاکٹرز کی نسبت عطائی میں کمی	گھروں کی تعداد میں اضافہ

☆☆

موضع اروپ کی اہمیت:

موضع اروپ اپنے علاقے کے تمام دیہاتوں سے بڑا دیہات ہے۔اس میں روزمرہ کی ضروریات زندگی کی تمام چیزوں کی دکانیں موجود ہیں۔ جہاں سے ہر قسم کی چیز باآسانی دستیاب ہیں جس کی وجہ سے ملحقہ تمام علاقہ یہاں خرید وفرخت کرتا ہے۔اروپ تعلیم وتربیت کے اعتبار سے بھی اپنے علاقے کے تمام گاؤں سے بہت آگے ہے جس کی وجہ سے دوسرے گاؤں کے طالب علم بھی یہاں آکر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔1990ء سے پہلے ترگڑی، بلے والی ،لمبانوالی ،کوٹ شاہاں، بٹراں والی ،سنگووالی، ابدال، گاگے والی، نندی پور، مترانوالی، اوٹھیاں، گولوٹیاں، معافی والی ، جگنہ ،فتومنڈ، ونیہ والہ، لوہیاوالہ سے طالب علم (بچے اور بچیاں) اروپ آکر پڑھتے تھے۔1990ء کے بعد بہت سے گاؤں میں میٹرک تک اسکول بن گئے اور طالب علم وہاں سے ہی تعلیم لینے لگے مگر اب (2018) بھی بہت سے طالب علم پڑھنے کے لیے موضع اروپ ہی آتے ہیں۔

☆☆☆

Scanned with CamScanner

باب سوم

اکابرین موضع اروپ

قاضی غیاث الدین:

مولوی غیاث الدین قاضی کے عہدہ پر فایز تھے۔ مغلیہ دور میں جب انگریزوں نے بنگال پر قبضہ کیا، ان کے دورِ حکومت میں عدالتوں کا قیام ہوا، جج کے ہم راہ ایک مسلمان قاضی بھی لازماً ہوتا۔ جہاں قاضی کا فتویٰ بھی تسلیم کیا جاتا اسی دور میں مولوی غیاث الدین قاضی کے عہدہ پر فایز ہوئے۔ ان کے مزید حالات دست یاب نہ ہو سکے۔ البتہ چوہدری کرم الٰہی صاحب ان کے بارے میں بتاتے تھے کہ،

> ''شاہ پنن ولیؒ کی قدیم خانقاہ کے احاطے میں بہت سی پرانی قبریں تھیں جن میں ایک نمایاں قبر قاضی غیاث الدین کی بھی تھی جو ونے (پودا) کے درخت کے نیچے تھی۔ افسوس بعد میں خانقاہ کے احاطے سے وہ ساری قبریں مسمار کر دی گئیں۔ آپ کا تعلق مسلم دورِ حکومت میں عدلیہ کے اعلیٰ ججوں سے تھا اور پورے علاقہ میں ان کے عدالتی احکامات پر عمل ہوتا تھا''۔

حاجی چوہدری کرم الٰہی:

چوہدری صاحب درویش منش انسان تھے۔ آپ کی ولادت 1867ء میں ہوئی۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے اولین طالب علموں میں سے تھے اور پنجاب کے 1890ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کے پہلے مسلم بی اے گریجوایٹ بھی۔ آپ ڈسٹرکٹ کونسل گوجراں والا کے

Scanned with CamScanner

سیکریٹری رہے۔ وہ ایک متوسط خاندان کے فرد تھے۔ انہوں نے اپنی قابلیت کی بناء پر دورانِ تعلیم وظائف حاصل کیے اور یہی وظایف ان کی تعلیم میں معاون رہے۔ ان کا اروپ میں بہت وسیع کتب خانہ تھا۔ جو وفات کے بعد منتشر ہوگیا۔ بچی کھچی کتابیں آج بھی اروپ میں اکثر لوگوں کے گھروں میں پائی جاتی ہیں اور اس واقعہ کے راوی پروفیسر محمد اسلم اعوان کے ذاتی کتب خانہ میں چوہدری کرم الٰہی مرحوم کے دستخط شدہ مکتوب امام ربانی" کا اردو ترجمہ کی جلدیں موجود ہیں۔ آپ خان بہادر چوہدری محمد حسین بھنڈر کے والد اور سابق سینٹر محمد انور بھنڈر کے دادا جان تھے۔

آپ کا وصال 74 سال کی عمر میں ۱۶ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ بہ مطابق 14 فروری بہ روز جمعہ 1941ء میں اروپ میں ہوا اور وہیں قبرستان محلہ بھنڈراں میں آپ کی قبر موجود ہے۔

چوہدری غلام حیدر بھنڈر (خاشے والہ):

چوہدری غلام حیدر کا نام بھی اروپ کے سابقہ سرپنچوں میں آتا ہے۔ آپ 12 دیہات کے سرپنچ تھے۔ 1945ء میں مسلم لیگ کی نمائندگی میں پیش پیش رہے۔ اپنے وقت کے اچھے اور مخلص لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کو کسی دشمنی یا غلط فہمی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ آپ کی رہایش لکھاں داتا دربار کے پاس تھی۔ خاشے والہ کے نام سے جانے جاتے تھے۔

چوہدری غلام قادر بھنڈر (ممبر):

غلام قادر بھنڈر 1920ء میں پیدا ہوئے۔ 1937ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول جی ٹی روڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1937ء میں موضع اروپ میں تین گریجوایٹ لوگوں کے علاوہ غلام قادر بھنڈر واحد میٹرک پاس فرد تھے۔ 1949ء سے 1952ء تک ڈسٹرکٹ بورڈ میں ملازمت کی، جو بعد ازاں چھوڑ دی۔ 1962ء میں یونین کونسل کے چار ارکان میں سے ایک غلام قادر بھنڈر تھے۔ اسی لیے ممبر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کا وصال 97 سال کی عمر میں 6 جون 2017ء بہ روز منگل ہوا۔

چوہدری نبی بخش بھنڈر:

چوہدری نبی بخش بھنڈر کا شمار موضع اروپ کے بڑے زمین داروں میں ہوتا تھا۔ آپ

Scanned with CamScanner

1923ء میں الف دین بھنڈر کے ہاں پیدا ہوئے۔ اللہ کے فضل سے جس چیز کو بھی ہاتھ لگاتے سونا بن جاتی۔ 1945ء میں آپ کی شادی کے اخراجات کے لیے چار کنال زمین فروخت کرنا پڑی۔ آپ آبائی طور پر چار ایکڑ زمین کے مالک تھے۔ 1999ء میں جب وصال ہوا، سات مربع زمین کے مالک تھے۔

سردار وزیر سنگھ:

آپ اروپ کی معتبر شخصیت تھے اور سکھ بھنڈر فیملی سے تعلق تھا۔ محکمہ آب پاشی میں ضلع دار کے عہدہ پر فائز رہے۔ ان کی حویلی آج بھی موجود ہے۔ محلہ بھنڈراں کی طرف سابق گردوارہ سے ٹبہ کی چڑھائی چڑھتے ہوئے واقع ہے۔

سردار سنت سنگھ:

سردار سنت سنگھ، سردار وزیر سنگھ کا بیٹا تھا۔ پاکستان بننے سے پہلے موضع اروپ کے مضبوط خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ اکالی پارٹی کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔ محلہ بھنڈراں میں ان کا آبائی مکان تھا۔

سردار بلونت سنگھ:

سردار بلونت سنگھ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اروپ کے سب سے بڑے زمین دار تھے۔ تقریباً 3 مربع زمین کے مالک تھے۔

صاحب زادہ فرزند علی صاحب:

آپ کی ولادت خواجہ علی محمد چشتی صابریؒ کے ہاں ہوئی۔ اخلاق، دردمندی، خلوص اور نفاست طبع میں اپنے والد گرامی خواجہ علی محمدؒ کی تصویر تھے۔ بی ایس سی تک تعلیم پائی اور بعد ازاں محکمہ مال کی ملازمت اختیار کی۔ طبعی میلان ملازمت کی طرف نہیں تھا۔ ہر چند کہ اہم سرکاری عہدوں پہ فائز رہے۔ مخلوق خدا کی بہتری کی تڑپ ہر وقت دل میں رہتی تھی۔ مظلوم کی دادرسی اور حق دار کو اس کا حق دلانے کے لیے مقدور سے بڑھ کر کوشش کرتے۔ فروری 2001ء میں فالج کا حملہ ہوا، جو جان لیوا ثابت ہوا اور 24 فروری 2001ء کو انتقال فرما گئے۔ آپ کو اپنے والد گرامی

Scanned with CamScanner

کے پہلو (ڈیرہ چاہ تیلی۔موضع اروپ) میں سپرد خاک کیا گیا۔

کرم الٰہی بھنڈر:

کرم الٰہی بھنڈر ولد اللہ داد بھنڈر کا شمار اروپ کے سرکردہ افراد میں ہوتا ہے۔ پٹواری کے عہدہ پر فائز رہے۔ دو مرتبہ اروپ یونین کونسل کے چیئرمین بھی منتخب ہوئے۔ آپ کے تمام بیٹے اعلیٰ عہدوں پر سرفراز ہوئے۔

صاحبزادہ شاہد خورشید:

آپ کی پیدائش 28 اپریل 1956ء میں موضع اروپ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم صاحب زادہ پیر خورشید علی چشتی صابری ؒ اہلِ اروپ میں عقیدت اور احترام کے ساتھ ''چھوٹے بادشاہ سلامت'' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ لقب حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابری ؒ نے عطا فرمایا۔ آپ خواجہ برکت علی چشتی صابری ؒ کے پوتے ہیں۔ صاحب زادہ شاہد خورشید نے 1969ء میں میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ بی اے گورنمنٹ کالج گوجراں والا سے اور بعد ازاں C.A انٹر اور پھر بینک میں بہ طور آفیسر تعینات ہوئے۔ مگر جلد ہی استعفیٰ دے دیا۔ کچھ عرصہ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ آپ اپنے والد گرامی حضرت خورشید علی چشتی صابری ؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عقیدت مندوں کی تربیت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آنے والے لوگوں کی نہ صرف روحانی تربیت بل کہ عقیدت مندوں کے ذریعے دنیاوی مسائل بھی حل کرواتے ہیں۔ جو سلسلہ چشتیہ کا خاصہ ہے۔ کیوں کہ مخدوم کی بہ جائے خادم بن کر خلق خدا کی خدمت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کو بے حد پسند ہے۔ آپ کو اردو، انگریزی کے علاوہ فارسی زبان پر بھی عبور حاصل ہے۔ علامہ محمد اقبال اور مولانا روم آپ کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ ان کے بے شمار اشعار از بر ہیں۔ جب راقم سے ملاقات ہوئی اس دوران بھی عشق مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر انہی شعراء کے کلام کی روشنی میں گفت گو فرمائی۔ اس سے اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ عشق مصطفیٰ آپ کے دل و دماغ اور الفاظ میں کوٹ کوٹ پر بھرا پڑا ہے۔ سرکار دو جہاں کی محبت کے

Scanned with CamScanner

تحت سیرت النبی پر ایک کتاب بھی مرتب کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی آپ کو اپنی امان میں رکھے۔

پیر خاقان علی چشتی صابری:

آپ کی پیدائش 16 جنوری 1991ء کو اروپ شریف میں ہوئی۔ شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے۔ پیر خاقان علی چشتی صابری ولد پیر کمال فرید چشتی صابری ولد پیر خواجہ دیدار علی چشتی صابری ولد خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ۔ ابتدائی تعلیم اروپ سے حاصل کی، ایف اے اور بی اے علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی سے پاس کیا۔ ایم اے سیاسیات کی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آپ بہت ہی قابل اور زیرک شخصیت کے مالک ہیں۔ اپنے بزرگوں کے مشن کو جاری رکھنے کی لگن انتہا درجہ کی ہے اور پیر ریاض فرید چشتی صابری معروف بہ رانجھن ماہی کے بعد آپ سے بیعت کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کے مریدین کی تعداد کافی ہے۔

☆☆

وابستگان شعبہ تعلیم وتدریس

محمد حسن صدیقی:

محمد حسن صدیقی یکم جولائی 1906ء میں گوجراں والا میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول گوجراں والا میں حاصل کی۔ گھر کی مالی حالت کے پیش نظر انہوں نے جلد ہی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ملازمت کی نوبت ایف۔اے کے بعد آئی۔ میٹرک انہوں نے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا تھا۔ بی۔اے، اور ادیب فاضل، یہ سارے امتحانات انہوں نے ملازمت کے دوران پرائیویٹ طور پر پاس کیے۔ 1925ء میں ملازمت کا آغاز گورنمنٹ ہائی اسکول رینالہ خورد (موجودہ ضلع اوکاڑہ) میں بہ طور ٹیچر کیا۔ 1936ء میں ڈی۔سی ہائی اسکول پتوکی میں سیکنڈ ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ 1939ء میں ڈی۔سی ہائی اسکول گکھڑ میں ہیڈ ماسٹر کا منصب سنبھالا۔ 1959ء ایم۔بی ہائی اسکول وزیر آباد، 1961ء ڈی ۔سی ہائی اسکول سوئیاں والا اور 1961ء میں موضع اروپ میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ 1964ء میں دوبارہ ڈی ۔سی ہائی

اسکول گکھڑ کے ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ اور یہیں سے 6 جون 1966ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ صدیقی صاحب کا انتقال گکھڑ میں (جہاں انہوں نے اپنا مکان بنالیا تھا) 5 نومبر 1975ء کو ہوا۔ محمد حسن صدیقی کو انگریزی زبان پر عالمانہ قدرت حاصل تھی۔ لاہور اور کلکتہ سے شایع ہونے والے بہت بڑے اور مشہور انگریزی اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' (یہ اخبار 1964ء کے لگ بھگ سابقہ صدر پاکستان فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خان عہد حکومت 27 اکتوبر 1958ء تا 25 مارچ 1969ء نے جبری طور پر بند کر دیا) اس اخبار کے عروج کے زمانہ میں تعلیم کے موضوع پر صدیقی صاحب کے انگریزی مقالات اس اخبار میں شایع ہوئے۔

محمد حسن صدیقی نے موجودہ گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ (اس وقت ڈی۔سی ہائی اسکول نام تھا) میں اپنی تعیناتی کے دوران، روزانہ گکھڑ آنے جانے کے بہ جائے ہائی اسکول اروپ کی عمارت کے ایک چھوٹے سے کمرہ میں اپنی رہایش اختیار کر لی تھی۔ جب کہ اہلِ خاندان، بچے ،اپنے گھر ، گکھڑ میں ہی قیام پذیر تھے۔ ہائی اسکول اروپ میں ہمہ وقتی (Whole Time) چوبیس گھنٹے رہایش کا اسکول کو بے پناہ فایدہ پہنچا کہ اسکول کے تمام اساتذہ، کلرک، درجہ چہارم کے ملازمین اسکول کے اوقات کا آغاز ہونے سے پہلے ہی اسکول میں آجاتے اور صدیقی صاحب کے مثالی نظم وضبط ،شعبہ تعلیم میں، فنافی التعلیم ہونے کے پیش نظر ہائی اسکول اروپ چند ماہ میں ہی ضلع گوجراں والا کے چند ایک مثالی اسکولوں گکھڑ، سوہدرہ، ایمن آباد، وزیر آباد، حافظ آباد اور گوجراں والا شہر کے گوجراں والا ہائی اسکول کی صف میں شمار ہونے لگا۔ اہلِ اروپ کی آنے والی نسلیں محمد حسن صدیقی کے اس احسان عظیم کو کبھی نہیں بھلا سکیں گی۔

چوہدری اللہ داد بھنڈر:

آپ کی پیدایش 1927ء میں کرم الٰہی بھنڈر کے ہاں ہوئی۔ پرائمری اروپ سے، میٹرک گورنمنٹ کالج گوجرنوالہ اور ایف اے کا امتحان خالصہ کالج گوجراں والا سے پاس کیا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمہ انہار میں ملازمت اختیار کی مگر طبیعت نے چاہا کہ تعلیم کے شعبہ سے منسلک ہوا جائے۔ اروپ ہائی اسکول میں بہ طور ہیڈ ماسٹر تعینات ہوئے تقریباً 35 سال تک ملازمت کی۔ 4 جون 1987ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ 26 مارچ 2000ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا

Scanned with CamScanner

ملے۔آپ کے دو صاحب زادے کرامت علی بھنڈر اروپ میں تعلیم کے شعبہ سے وابستہ ہیں اور نوازش علی بھنڈر کینیڈا میں مقیم ہیں۔
آپ کو شاعری سے بھی شغف تھا۔

نمونہ کلام:

اے نسیم سحر لے پیغام میرا ، ذرا سُوئے اروپ نگر جانا
گر چہ وہ دور ہے اور تو مجبور ہے،کوئے یار سے ہو کے گر جانا
یاس و قلق ، حرمان و الم ، ارمان کی دنیا لٹتے ہیں
اس محوِ حریم ناز تلک ، یوں کہہ کے بیان ہجر جانا
وہ یاد بہاریں آتی ہیں، اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے
اس درد نہانی کا درماں کوئی رشکِ مسیحا کر جانا
آمد ہے کسی کی اور کوئی مٹ مٹ کے غبار راہ ہوا
اے مستِ خرام ناز ذرا ، اس راہ سے آج گزر جانا
تیرا نام تو وردِ زبان سہی خواجہ دید تیری ۔ایمان سہی
اے راحتِ جاں ، ہے فخر سوا قربان تیرے پہ ہو جانا
سرکار کے در پر جانا ہے ، قدموں کی بلائیں لینا ہے
ہو کاش نصیبوں میں تیرے ، اے داؔو وہیں کا ہو جانا

☆

نہ جانے ان کا عزم رفتگی ہے
کہ دل پر چوٹ میرے آگئی ہے
گزاری تھیں خوشی کی چند گھڑیاں
انہیں کی یاد میری زندگی ہے
تصور پیر کا رہتا ہے دل میں
یہی تو بس ہماری بندگی ہے

Scanned with CamScanner

میں جن کا نام لے لے کر ہوں جیتا
جناب خواجہ برکت علی ہے
پلائی ہے مجھے پیر مغاں نے
خماری اور مستی یوں چڑھی ہے
زمانہ پوچھتا ہے داد مجھ سے
وہاں پر آنکھ کیسے جا لڑی ہے

میاں محمد اسلم:

آپ 15 فروری 1949ء کو موضع اروپ میں میاں رحمت اللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ 1966ء میں میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ 24 اپریل 1970ء کو بہ طور اسکول ٹیچر ملازمت کا آغاز کی۔ بعدازاں پرائیویٹ انٹر ڈگری اور ماسٹر کے علاوہ پیشہ وارانہ یعنی BEd اور MEd کی ڈگریاں حاصل کیں۔ 31 دسمبر 1998ء کو قبل از وقت ریٹائرڈ منٹ لے لی۔ 23 جنوری 2005ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ وہ ایک عظیم ٹیچر اور ایڈمنسٹریٹر تھے۔ ریٹائرڈ منٹ کے وقت گورنمنٹ ہائی اسکول میں بہ طور ڈپٹی ہیڈ ماسٹر کام کر رہے تھے۔ ہزاروں طالب علموں نے ان سے فیض حاصل کیا۔

رفاہی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ بزرگانِ دین سے عشق تھا۔ بہت سے طالب علم ان کی پُرخلوص توجہ کی بہ دولت آج کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔ اپنا موقف اس جرات سے بیان کرتے کہ سننے والے دانتوں میں انگلیاں ڈال لیتے۔ ایسے انسان صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ میں ان کے نام سے ایک بلاک مخصوص کیا گیا ہے۔

حاجی محمد مالک دین چیمہ:

آپ کی پیدائش 1941ء میں اروپ میں علی احمد چیمہ کے گھر ہوئی۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول گوجراں والا سے پاس کیا۔ ایف اے اور بی اے کے بعد شعبہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے۔ مختلف علاقوں کی درس گاہوں میں تعینات رہے۔ ہیڈ ماسٹر (گورنمنٹ مڈل اسکول، دھلوکی،

Scanned with CamScanner

وانڈ و گوجراں والا)، وائس ہیڈ ماسٹر (گورنمنٹ ہائی اسکول، کھیالی)، ہیڈ ماسٹر (گورنمنٹ مڈل اسکول ترگڑی)، سینئر ہیڈ ماسٹر (گورنمنٹ ہائی اسکول پنڈی بھٹیاں)۔ 1998ء میں ریٹائرو منٹ کے بعد سادگی کی زندگی بسر فرما رہے ہیں۔

ہیڈ ماسٹر مولوی غلام غوث:

آپ کی پیدائش 12 دسمبر 1951ء کو مولوی سردار علی کے ہاں ہوئی۔ پرائمری 1962ء میں گورنمنٹ پرائمری اسکول اروپ سے کی۔ میٹرک بھی 1967ء میں ہائی اسکول اروپ سے۔ اور 1969ء میں ایف اے کی تعلیم حاصل کی۔ اپنی ملازمت کا آغاز پی ٹی سی ٹیچر ابدال گورنمنٹ مڈل اسکول سے کیا۔ 1976ء میں گورنمنٹ پرائمری اسکول اروپ میں تعیناتی ہوئی۔ 1982ء میں ترگڑی اسکول میں سینئر وینکلر اور گلوکی (واہنڈو) اور ہائی اسکول اروپ میں بہ طور سینئر اسکول ٹیچر کام کیا۔ 2011ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول کوٹلہ عرب علی خاں (کھاریاں) میں بہ طور ہیڈ ماسٹر ریٹائرڈ ہوئے۔ 1982ء سے بہ طور مبلغ اور امام چھوٹی مسجد جامع غوثیہ اروپ میں فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

ابرار حسین بھنڈر:

آپ 29 فروری 1961ء کو موضع اروپ ضلع گوجراں والہ محلہ بھنڈراں میں چوہدری غلام قادر بھنڈر (ممبر) کے ہاں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان 1976ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ انٹر کامرس کالج پیپلز کالونی، گوجراں والہ سے۔ بی اے اور ایم اے کے امتحان پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے پاس کیے۔ 1988ء میں بی ایڈ لاہور سے پاس کرنے کے بعد ملازمت کا آغاز کیا۔ AEO اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں منڈیالہ بنگہ مڈل سکول میں ہیڈ ماسٹر تعینات ہوئے اور 2014ء میں قبل از وقت ملازمت سے رخصت لے لی۔ ابرار حسین بھنڈر عملی سیاست میں دل چسپی رکھتے ہیں اور ایک منجھے ہوئے مقرر بھی ہیں۔

Scanned with CamScanner

محمد اصغر کھوکھر:

آپ کی پیدائش 1934ء میں ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ میں سائنس کے استاد رہے۔ اور گورنمنٹ ہائی اسکول شیخوپورہ موڑ، جی۔ ٹی۔ روڈ گوجراں والا سے بہ طور سیکنڈ ہیڈ ماسٹر ریٹائرڈ ہوئے۔

پروفیسر ارشد محمود بھنڈر:

آپ کی پیدائش جون 1942ء کو چوہدری کرم الٰہی صاحب کے ہاں ہوئی۔ ایم ایس سی زوالوجی پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے کیا۔ گورنمنٹ کالج گوجراں والا میں بہ طور پروفیسر باٹنی کی تعلیم دیتے رہے۔ تقریباً 4 سال یہاں ملازمت اختیار کی۔ زیادہ وقت نائیجیریا میں گزرا۔ اس کے بعد جدہ (سعودی عرب) تشریف لے گئے۔ 73 سال کی عمر میں ریٹائرڈمنٹ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ موجودہ رہایش فیصل ٹاؤن، لاہور میں ہے۔ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

پروفیسر محمد اسلم اعوان:

آپ 31 اکتوبر 1952ء کو معراج الدین تھلوی ہوشیار پوری کے ہاں اروپ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی معراج الدین تھلوی ہوشیار پوری، حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابری کے دست حق پر بیعت سے مشرف تھے۔ آپ نے گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے میٹرک، گورنمنٹ کالج سیٹلائیٹ ٹاؤن گوجراں والا سے ایف اے اور بی اے کے امتحانات پاس کیے۔

ستمبر 1976ء میں یونی ورسٹی اورینٹل کالج پنجاب یونی ورسٹی لاہور میں داخلہ لیا۔ 1978ء میں ایم اے (اردو) کا امتحان پرائیویٹ پاس کرنا پڑا۔ 9 دسمبر 1980ء سے گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ چکوال بہ حیثیت اردو انسٹرکٹر تدریسی ملازمت کا آغاز کیا۔

31 مئی 1982ء سے مختلف شہروں لیاقت پور (ضلع رحیم یار خان)، گورنمنٹ کالج قلعہ دیدار سنگھ گوجراں والا، گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن گوجراں والا میں لیکچرار شعبہ اردو زبان و ادب اور گورنمنٹ پوسٹ کالج گریجوایٹ زمین دار کالج بھمبر روڈ گجرات، گورنمنٹ ڈگری کالج ڈسکہ (ضلع سیالکوٹ)، گورنمنٹ کالج راوی روڈ، لاہور اور گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ

Scanned with CamScanner

کالج گوجراں والا میں اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو کی حیثیت سے تعیناتی رہی۔ 29 اکتوبر 2012ء گورنمنٹ کالج کامونکی ضلع گوجراں والا سے بہ طور ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو ریٹائرڈ ہوئے۔

اسکول کی طالب علمی کے دوران پہلی نظم ہفت روزہ [قومی دلیر] گوجراں والا، مئی، جون 1968ء کے ایک شمارے میں بچوں کے صفحہ پر شایع ہوئی۔ 1976ء سے لے کر اب تک روزنامہ [نوائے وقت] لاہور، ہفت روزہ [چٹان] لاہور، ہفت روزہ [تکبیر] کراچی، روزنامہ [انصاف] لاہور اور ماہنامہ [ترجمان القرآن] ہفت روزہ [ایشیا] اور ہفت روزہ [آئین] ماہنامہ [اردو ڈائجسٹ] وغیرہ میں دینی سیاسی شخصیات کے سوانح پر مبنی بیسیوں مضامین کے علاوہ دیگر قومی وملی امور پر مراسلات شایع ہو چکے ہیں۔

پروفیسر محمد عاشق نوید:

آپ 1952ء میں رحمت علی کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک 1968ء تک تعلیم اروپ سے حاصل کی۔ ایف اے 1970ء میں گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن سے پاس کیا۔ بی اے گورنمنٹ کالج لاہور (1972ء) اور ایم سوشیالوجی 1974ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے پاس کیا۔ ملازمت کا آغاز 1979ء میں گورنمنٹ کالج مری ضلع راولپنڈی سے کیا۔ آپ سابق صدر سوشیالوجی (گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجراں والا) تھے۔ وفات 24 مئی 1998ء میں ہوئی۔ آپ کو قبرستان محلہ بھنڈراں، موضع اروپ میں سپرد خاک کیا گیا۔

پروفیسر شائستہ نوید چیمہ:

آپ 4 اپریل 1955ء کو چودھری مشتاق احمد کے ہاں چک نمبر 41 سرگودھا میں پیدا ہوئیں۔ میٹرک چوبرجی گارڈن ہائی اسکول لاہور سے 1970ء میں کیا۔ ایف ایس سی اور بی ایس سی آپ نے اسلام آباد ایف 7 ٹو سے پاس کیے۔ آپ نے قائدِ اعظم یونی ورسٹی اسلام آباد سے 1978ء میں ایم ایس ای بیالوجی میں ڈگری حاصل کی۔ بہ طور لیکچرار 1983ء میں ملازمت کا آغاز کیا۔ 1988ء میں آپ گورنمنٹ انٹر کالج سمبڑیال میں بہ طور پرنسپل چارج سنبھال لیا۔ بعد

Scanned with CamScanner

ازاں آپ قلعہ دیدار سنگھ، کھاریاں، گوجر خاں اور جھنڈا چیچی، راولپنڈی میں کالج برائے خواتین کی پرنسپل رہیں۔ بہ طور پرنسپل 25 سال خدمت سرانجام دی اور 2015ء میں ریٹائرڈ ہوئیں۔

آپ اپنے شوہر پروفیسر عاشق نوید چیمہ کی بے وقت موت کے بعد اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت احسن طریقے سے کی اور آج کل آپ اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ آپ کے دو بیٹے نہد نوید اور اسد نوید انجینئر ہیں اور آسٹریلیا مقیم ہیں، جب کہ آپ کی بیٹی شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد میں ڈاکٹر ہے۔

پروفیسر میاں محمد اشرف:

آپ 16 دسمبر 1958ء کو موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میاں نور محمد 1947ء میں ضلع جالندھر تحصیل پھلور (بھارت) کے ایک گاؤں کمال پور سے ہجرت کر کے اروپ میں آباد ہوئے۔ 1974ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ انٹر اور ڈگری کے امتحانات بہ طور پرائیویٹ امیدوار پاس کیے۔ 1984ء میں ایم اے پولیٹی کل سائنس کا امتحان پنجاب یونی ورسٹی سے بہ طور پرائیویٹ امیدار پاس کیا۔ اور یونی ورسٹی بھر میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

اسی دوران 1985ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ 12 ستمبر 1985ء کو گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ سے بہ طور لیکچرار اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج ڈسکہ اور گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجراں والا میں کچھ عرصہ تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ 28 مئی 1991ء سے تا حال گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن گوجراں والا میں تعینات ہیں۔ ایسوسی ایٹ پروفیسر سیاسیات ہونے کے علاوہ شہریت، سیاسیات اور مطالعہ پاکستان کے موضوع پر کئی نصابی کتب کے مصنف بھی ہیں۔

پروفیسر غلام دستگیر چیمہ:

آپ کی پیدائش 6 اپریل 1959ء کو غلام نبی چیمہ کے ہاں ہوئی۔ 1975ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ انٹر اور ڈگری کے امتحانات گورنمنٹ کالج گوجراں

Scanned with CamScanner

والا سے پاس کرنے کے بعد پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے ایم اے انگلش کی ڈگری حاصل کی۔ 18 فروری 1987ء کو گورنمنٹ کالج ڈسکہ میں بہ طور لیکچرار تعینات ہوئے۔ 1994ء میں گورنمنٹ کالج گوجراں والا تبادلہ ہوا۔ 22 اپریل 2015ء کو ہارٹ اٹیک کے باعث دوران سروس انتقال فرما گئے۔ آپ کو قبرستان محلہ چیمیاں میں سپردِ خاک کیا گیا۔ آپ کامیاب استاد، شرافت کے پیکر اور محنتی استاد تھے۔ افسوس راقم الحروف کی خواہش تھی ملاقات کی جائے مگر یہ ممکن نہ ہو سکا۔

پروفیسر طارق جاوید بٹ:

پروفیسر طارق جاوید 4 ستمبر 1968ء کو موضع اروپ میں عبدالرحمن بٹ کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1984ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ انٹر اور بی اے کے بعد ایم اے (اسلامیات) کی ڈگری گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن گوجراں والا سے حاصل کی۔ اسکول میں ٹیچر اور اکاؤنٹس آفس کی ملازمت کے بعد 1994ء میں مرے کالج میں لیکچرار تعینات ہوئے۔ 1995ء میں ان کا تبادلہ فقیر محمد کالج پیپلز کالونی ضلع گوجراں والا میں ہوگیا۔ اسلامیات کی نصابی کُتب کے مصنف کی بناء پر پنجاب بھر سے خراج تحسین حاصل کیا۔ 22 ستمبر 2015ء کو اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔

لیکچرار وقاص حسین:

آپ 4 نومبر 1972ء کو فریاد حسین کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان 1988ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا، ایف اے گوجراں والا بورڈ سے بی اے، ایم اے اور بی ایڈ کی تعلیم پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے حاصل کی۔ 1998ء میں فیڈرل سائنس کالج واپڈا ٹاؤن، گوجراں والا میں بہ طور لیکچرار اسلامیات کے عہدہ پر فائز ہیں۔

پروفیسر رانا عارف علی:

آپ 18 جولائی 1976ء کو اپنے ننھیال گاؤں موضع رکھ کیکراں والی ضلع گوجراں والا میں پیدا ہوئے۔ دادا 1947ء میں ضلع جالندھر تحصیل کپورتھلہ (بھارت) سے ہجرت کر کے موضع گرجاکھ ضلع گوجراں والا میں آباد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ مڈل اسکول موضع گرجاکھ سے

حاصل کی۔ گورنمنٹ پی بی ماڈل ہائی اسکول گوجراں والا سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایف اے ، بی اے اور ایم اے (اردو) تک کے تمام تعلیمی مدارج گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ کالج گوجراں والا میں طے کیے۔

بہ طور لیکچرار اردو پہلی تقرری 2002ء میں گورنمنٹ ڈگری کالج علی پور چٹھہ میں ہوئی۔ جنوری 2006ء میں اپنی مادرِ علمی گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ کالج میں تبادلہ کے بعد سے تا حال اسی ادارے میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ زمانہ طالب علمی میں کالج میگزین [کارواں]، [کالج] اخبار اور [کالج نامہ] کے سٹوڈنٹ ایڈیٹر بھی رہے۔

2006ء کے اواخر میں آبائی علاقہ گرجاکھ سے ترک سکونت اختیار کر کے مستقل طور پر موضع اروپ سے متصل پروفیسر کالونی میں آباد ہو گئے۔ حال ہی میں علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد سے تحقیقی مقالہ [بیدم وارثی کی شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ] کی کامیاب تکمیل پر ایم فل کی ڈگری ایوارڈ ہوئی۔ 2013ء میں پنجاب پروفیسرز اینڈ لیکچرار ایسوسی ایشن کے انتخابات میں پی پی ایل اے گوجراں والا ڈویژن کے صدر منتخب ہوئے اور اساتذہ کے مسائل کے حل کے لیے کوشاں ہیں۔ آج کل گورنمنٹ کالج اروپ (بوائز) بہ طور پرنسپل تعینات ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر علی احمد:

آپ کی پیدائش 20 دسمبر 1976ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد بی ایس سی اور ایم ایس سی پنجاب یونی ورسٹی سے پاس کیے۔ ایم فل بہاؤالدین یونی ورسٹی ملتان سے پاس کیا۔ میتھ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی لاہور سے حاصل کی۔ مختلف کالجز اور یونی ورسٹیز میں بہ طور لیکچرار اور اسسٹنٹ پروفیسر اپنے فرائض سرانجام دیے، جن میں کمیونٹی انٹر کالج (گوجراں والا)، پیٹرومین ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (گوجراں والا)، یونی ورسٹی آف سرگودھا ،گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی (لاہور)۔ آج کل جازان یونی ورسٹی (جازان۔ سعودی عرب) میں بہ طور اسسٹنٹ پروفیسر اپنی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

پروفیسر سلامت علی چیمہ:

آپ 7 مئی 1977ء کو موضع اروپ میں اللہ دتہ چیمہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1994ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے میٹرک، گورنمنٹ کالج سیٹلائیٹ ٹاؤن گوجراں والا سے FSc، گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ 2002ء میں گورنمنٹ مولانا ظفر علی خاں ڈگری کالج وزیر آباد میں لیکچرار بنے۔ 2011ء میں ڈائریکٹ کوٹہ پر اسسٹنٹ پروفیسر بنے۔ آج کل گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سیٹلائیٹ ٹاؤن، گوجراں والا میں فرائض ادا کر رہے ہیں۔

پروفیسر جواد حسین اشرف:

آپ 10 مئی 1983ء میں میاں محمد اشرف کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ انٹر اور بی ایس سی کی تعلیم گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سیٹلائیٹ ٹاؤن گوجراں والا سے حاصل کی۔ ایم ایس سی شماریات پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے سویڈن کی یونی ورسٹی Orebro میں داخلہ لیا۔ ملازمت کا آغاز دی بینک آف پنجاب میں بہ طور آفیسر گریڈ III سے کیا۔ اکتوبر 2015ء میں گورنمنٹ ڈگری کالج گکھڑ منڈی سے بہ طور لیکچرار ہیں۔ اس کے علاوہ لاہور کے نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس میں پی ایچ ڈی کے سکالر بھی ہیں۔

پروفیسر خرم اشفاق:

12 اپریل 1987ء کو اشفاق احمد کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان اروپ سے پاس کیا۔ کامرس کالج پیپلز کالونی گوجراں والا سے انٹر پاس کیا۔ ایم۔ کام کی ڈگری پنجاب یونی ورسٹی، گوجراں والا کیمپس سے حاصل کی۔ ایم فل اور ACCA کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد۔ گورنمنٹ کامرس کالج پیپلز کالونی گوجراں والا میں ملازمت کا آغاز کیا۔ اس وقت گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی فیصل آباد میں ملازمت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

پروفیسر ریاض احمد:

آپ شعبہ ریاضی کے پروفیسر ہیں۔ اردو شاعری سے بھی شغف ہے۔

Scanned with CamScanner

پروفیسر ڈاکٹر خدیجہ دستگیر:

آپ 22 جنوری 1992ء میں پروفیسر غلام دستگیر کے ہاں اروپ میں پیدا ہوئیں۔ میٹرک سینٹ پیٹرز انگلش ہائی اسکول گوجراں والا سے 2007ء میں کیا اور ایف ایس سی کا امتحان پنجاب کالج سے 2009ء میں پاس کیا۔ اس کے بعد آپ نے 2014ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونی ورسٹی لاہور سے ڈاکٹر آف فیزیکل تھراپی کی ڈگری حاصل کی۔ ابھی آپ لاہور یونی ورسٹی گجرات کیمپس میں ڈاکٹر آف فیزیکل تھراپی پر ٹریننگ دے رہی ہیں۔

لیکچرار محمد زاہد رضا:

آپ عطاء اللہ کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم یہیں سے حاصل کی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے میٹرک، گوجراں والا بورڈ سے ایف اے، پنجاب یونی ورسٹی سے بی اے اور ایم اے کے امتحانات پاس کیے۔ بی ایڈ کرنے کے بعد گفٹ گروپ آف کالجز گوجراں والا میں بہ طور لیکچرار شعبہ اردو فرایض دے رہے ہیں۔ شاعری سے بھی شغف رکھتے ہیں۔

؎ مفلسی میں جیا کرتے ہیں عشاق
غمِ جاناں ان کی غذا ہوتا ہے
عبث ہی ڈھونڈتا ہے چارہ گر کو زاہدؔ
دردِ محبت لا دوا ہوتا ہے

لیکچرار عمران شاہد بھنڈر: [دیکھیں ص 176]

شیخ محمد سلیم:

شیخ محمد سلیم ولد شیخ محمد امین سنام ضلع پٹیالہ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ کالج سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ ملازمت کا آغاز محکمہ تعلیم میں بہ طور اے ڈی آئی (A.D.I) کیا۔ ڈیرہ دون، نوح اور روہتک میں تعینات رہے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے۔ 1947ء میں بہ طور ڈی آئی جہلم میں تعینات ہوئے۔ بعد ازاں گورنمنٹ ہائی اسکول کھوتہ اور خوشاب میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ 1952ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول چنیوٹ سے بہ طور ہیڈ ماسٹر ریٹائرڈ ہوئے۔

مرحوم ایک بلند پایہ دینی اور علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے خاندان کے دینی

Scanned with CamScanner

اور علمی رتبہ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سیرت النبی کے موضوع پر مولانا شبلی نعمانی (وفات 1914ء) کی لکھی ہوئی کتاب کے بعد قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کتاب [رحمۃ اللعالمین] کا شمار ہوتا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری" رشتے کے اعتبار سے شیخ محمد سلیم کے ماموں سسر تھے۔

انہیں موضع اروپ ضلع گوجراں والا میں 120 ایکڑ زمین الاٹ ہوئی۔ ریٹائرڈ منٹ کے بعد موضع اروپ میں رہائش اختیار کی۔ آپ مسجد نور مبین مدرسہ کے بانی بھی تھے۔ شیخ محمد سلیم علم و ادب کی دولت بانٹنے میں بہت فیاض تھے۔ اردو فارسی کے علاوہ انگریزی زبان و ادب پر گہرا اور عالمانہ عبور رکھتے۔ انگریزی کی تعلیم سے فی سبیل اللہ استفادہ کرنے والے ایف۔ اے اور بی۔ اے کے بے شمار طلبہ تھے۔ آپ کے صاحبزادے شیخ سلطان محمود کے بہ قول ان کے شاگرد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، جن میں ارشاد احمد بھنڈر، میجر میاں ثناء اللہ، پروفیسر ارشد محمود بھنڈر، محمد ارشد بھنڈر، خدا یار بھنڈر، محمد الطاف ربانی بھنڈر، غلام صابر بھنڈر کے نام قابل ذکر ہیں۔

ملک محمد دین:

آپ اروپ کے رہائشی تھے۔ شہر گوجراں والا کے سکولوں کے قدیم ترین اساتذہ میں سے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ عطا محمد ہائی اسکول گوجراں والا کے سابق اور پرانے استاد محمد حسین مجروح مرحوم بھی آپ ہی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی عمر تقریباً سو سال تھی وصال 1974ء میں ہوا۔

ماسٹر اشفاق مغل:

آپ ای ڈی او ایجوکیشن کے عہدہ پر فائز رہے ہیں۔

ماسٹر ارشاد احمد:

آپ 1947ء میں اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے ہندوستان سے پاکستان کے موضع اروپ میں آئے۔ اور یہیں پرورش پائی۔ ایف اے پاس کرنے کے بعد 1966ء میں شعبہ تعلیم میں بہ طور استاد تقریباً 30 سال تک تعلیمی فرائض سرانجام دیئے۔ بہت ملن سار تھے، جس محفل میں بیٹھتے ہر کسی کا دل جیت لیتے۔ جہاں تک ممکن ہوتا خدمت خلق میں بڑھ چڑھ کر سرانجام

Scanned with CamScanner

دیتے۔اور ہر کسی سے خوش اخلاقی سے پیش آتے بل کہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔آپ کی ایک خوبی بہت سے لوگوں کو برسر روزگار کروانے کا اعزاز ہے۔ جو آج بھی ان لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔آپ کا وصال دسمبر 1990ء میں دوران سروس ہوا۔

فضل دین کشمیری:

آپ موضع اروپ کے قدیم اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔آپ کی رہایش گلی خان بہادر چوہدری محمد حسین بھنڈر اروپ میں واقع تھی۔اپریل 1988ء میں وصال ہوا۔

سعیدہ اختر:

آپ ارشاد احمد صاحب کی زوجہ محترمہ ہیں۔ 1947ء میں ہجرت کر کے فیصل آباد کی تحصیل جڑانوالہ میں رہایش پذیر ہوئیں۔شادی موضع اروپ میں ہوئی، اپنے خاوند کی طرح ٹیچنگ کے شعبہ سے وابستہ ہوگئیں۔تقریباً 30 سال اروپ کی بچیوں کو علم سے منور کیا۔انتہائی سادہ ، باپردہ اور صوم وصلوۃ کی پابند خاتون تھیں۔

پرنسپل ایم۔اے راشد:

5 مئی 1974ء کو موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔میٹرک اروپ ہائی اسکول سے پاس کیا۔ ایف ایس سی اور بی ایس سی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد پرائیویٹ اسکول کا آغاز کیا۔معافی والہ میں پاک اتحاد انگلش ہائی اسکول کے نام سے 1997ء میں بنیاد رکھی۔ بہ طور پرنسپل اس کے فرایض سرانجام دے رہے ہیں۔

پرنسپل راحیلہ شفیق:

آپ ڈاکٹر شفیق احمد اعوان کی اہلیہ ہیں۔ایم ایس سی کیمسٹری ہیں اور ایک پرائیویٹ اسکول میں بہ طور پرنسپل اپنے فرایض سرانجام دے رہی ہیں۔

ہیڈ مسٹریس ثمینہ اختر:

آپ ایم اے راشد صاحب کی اہلیہ ہیں۔ 1989ء میں گورنمنٹ پرائمری اسکول

Scanned with CamScanner

لمبانوالی سے تعلیمی شعبہ میں قدم رکھا۔ اس وقت گورنمنٹ ماڈل پرائمری اسکول اڑ بنگ (متصل اروپ) میں بہ طور ہیڈ مسٹریس اپنے فرایض سرانجام دے رہی ہیں۔

☆☆

موضع اروپ کے علماء اکرام

مولوی ظہیر الدین:

موضع اروپ کی ایک اہم شخصیت مولوی ظہیر الدین کا نام بھی سرفہرست ہے۔ 1950ء میں 90 سال کی عمر میں وصال ہوا۔ مسجد نور مبین میں بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ فرماتے۔ آپ کے متعلق سنا، بہ قول ابرار بھنڈر کے دادا جان کہ مولوی ظہیر الدین نماز فجر کی آذان بہت ہی میٹھے اور پُرسوز لہجے میں پڑھتے۔ مسجد کے اردگرد سکھ گھرانے موجود تھے۔ سکھوں کا ایک گروہ ان کے خلاف ہوگیا۔ ان کا موقف تھا، جب آپ صبح کی آذان دیتے ہیں۔ ہماری خواتین کے اس وقت گھر کے کام کاج (لسی بنانا، صفائی وغیرہ) کا وقت ہوتا ہے۔ وہ تمام کام چھوڑ کر مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہوجاتی ہیں۔ اس آواز پر مدہوش ہوکر ایسی مگن ہوتی ہیں کہ انھیں ہوش نہیں رہتا۔ مبادا کہیں یہ مسلمان نہ ہوجائیں۔

حافظ جلال دین:

حافظ جلال دین اوائل میں اہلِ حدیث تھے۔ خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کی وساطت سے آپ کی ملاقات خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ سے ہوئی۔ ان کی نگاہ برق نے حافظ صاحب کی کایا پلٹ دی اور آپ اہلِ سنت کی راہ پر چل پڑے۔ امید ہے کہ آپ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے دستِ حق پر بیعت سے بھی مشرف ہوئے ہوں۔ آپ ماسٹر غلام غوث کے دادا جان تھے۔

اپنے وقت کے بہت پایہ کے عالم دین ہوئے۔ آپ چوں کہ حافظِ قرآن بھی تھے، لہذا

Scanned with CamScanner

خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کو قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر بھی پڑھائی۔ شاعری سے بھی شغف تھا۔ اکثر اشعار بھی کہتے۔ دورانِ تقریر کبھی کبھی جوش میں آکر فرماتے،

آؤ نی سیو چلیئے
در ملک صاحب دا ملیے

اس کے علاوہ ایک اور شعر جوان کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔

کھس کھس کرو نہ بھائیو، کیہ ولاں وچ آئی
نئیں تماشا بھنڈاں والا سنو پیغام الٰہی

[بہ قول: ہیڈ ماسٹر غلام غوث]

مولوی سردار علی:

آپ کی پیدائش 1901ء میں سنگھوالی ضلع گوجراں والا میں جلال دین کے ہاں ہوئی۔ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین تھے اور ساری زندگی دین کی خدمت کی۔ مولوی صاحب کا ایک اہم کردار جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، وہ گجو چتی دایرے والی مسجد کو دوبارہ آباد کرنا ہے۔ جس کا نام بعد میں تبدیل کر کے غوثیہ مسجد رکھا گیا۔ یہ مسجد غیر آباد ہو چکی تھی۔ اس کی وجہ وہ جنات کا قبضہ تھا، جس وجہ سے لوگ خوف کے مارے مسجد میں نہ جاتے۔ دوسرا کارنامہ جامع مسجد گلزارِ مدینہ کی آبادکاری کا سہرا بھی انہی کے سر جاتا ہے۔ آپ کا وصال 7 مارچ 1979ء میں ہوا۔

[بہ قول: ہیڈ ماسٹر غلام غوث]

حکیم میاں عنایت اللہ:

آپ حکیم میاں فیروز دین ولد حکیم میاں امام دین کے ہاں 1917ء میں پیدا ہوئے۔ آپ جامعہ مسجد نورِ مبین محلہ بھنڈراں میں خطیب تھے۔ آپ ایک مخصوص منظوم انداز میں خطابت کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ دوسرے خطیبوں سے مختلف تھے اور آپ کا خطاب عوام الناس میں بہت پسند کیا جاتا، جامعہ مسجد نورِ مبین میں تقریباً 20 سال تک خدمت کی۔ آپ کے والد حکیم میاں فیروز دین بھی جامعہ مسجد نورِ مبین کے خطیب تھے۔ آپ اپنے والد حکیم میاں فیروز دین کی

Scanned with CamScanner

وفات کے بعد جامعہ مسجد نور بین کے خطیب بنے۔آپ حضرت میاں علی محمد چشتی صابریؒ سے بیعت تھے مگر آپ حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کے عقیدت مند تھے اور آپ کو جو کچھ بھی عطا ہوا وہ حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ سے عطا ہوا۔

حکمت میں آپ اپنے والد حکیم میاں فیروز دین کے شاگرد ہونے کے باعث حکمت میں بہت نام کمایا۔اروپ کے آس پاس تمام علاقے آپ سے علاج کرواتے۔آپ نے دوسری جگہ جانے کے لیے تانگہ گھوڑا رکھا ہوا تھا۔تقریباً 50 سال حکمت میں لوگوں کی خدمت کی۔

ایک دفعہ خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سرکار میں کبھی کبھی مریض کی بیماری کا سن کر الجھ جاتا ہوں کہ اس کو اس بیماری میں کون سی دوا دوں۔حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ نے فرمایا حکیم عنایت اللہ جب کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تو تم اپنی پگڑی تھوڑی سی اوپر کر کے اپنے سر کو ہاتھ سے کھلجا لیا کرو، اس سے تم کو اس مسئلے کا حل سامنے نظر آ جائے گا۔حکیم صاحب کہتے تھے کہ جب بھی مجھ کو کوئی ایسا واقعہ درپیش آیا میں نے ایسا ہی کیا اور کامیاب رہا۔آپ نے حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کی نسبت سے تقریباً 35 سال دربار شریف میں لنگر تقسیم کرنے کی ڈیوٹی سرانجام دی۔آپ نے 69 سال کی عمر میں، مارچ 1986ء کو وفات پائی، آپ کو اپنے آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

قاری ظہیر مصطفیٰ صدیقیؒ:

آپ کی پیدائش 1929ء میں پانی پت ضلع کرنال میں ہوئی۔قیام پاکستان کے وقت ہجرت کے بعد قدیم قصبہ ایمن آباد کے کچہری محلہ میں آ کر آباد ہوئے۔آپ نے جب مرکزی جامع مسجد اروپ میں پڑھانے کا آغاز کیا تو ناظرہ اور حفظ قرآن کے اس سلسلے اور مدرسہ کے سرپرست عبدالرحیم سیٹھی مرحوم (مالک راہوالی گنہ فیکٹری) نے مالی تعاون سے بھرپور ساتھ دیا۔قاری ظہیر مصطفیٰؒ بہت ہی شیریں زبان، خوش خلقی میں معروف، متقی اور انتہائی محنتی استاد تھے۔آپ کے اروپ آمد سے یہاں خوش گوار دینی انقلاب آ گیا تھا۔60-1959ء کے سالوں میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ مڈل اسکول تھا۔صبح کے وقت فجر کی نماز کے بعد تقریباً پچاس طلبہ ایسے تھے جو مڈل اسکول میں اپنی کلاسوں میں جانے سے پہلے اور گرمیوں کی ظہر کے بعد جز وقتی

Scanned with CamScanner

ان سے قرآن حکیم پڑھتے اور چھتیس کی تعداد میں ایسے طلبہ تھے۔ جنہوں نے پرائمری اسکول پاس کر حفظ کرنا شروع کیا۔ یہ چھتیس طلبہ فجر تا عشاء ہمہ وقت ان سے حفظ قرآن کی تعلیم حاصل کرتے۔ عصر کی نماز کے بعد آپ کل وقتی طلبہ کو سیر کے لیے لے جاتے۔ طلبہ کے ہاتھ میں سیپارے ہوتے اور اروپ مسجد سے لے کر ایک میل کے فاصلے پر واقع چاہ معافی والا (موجودہ معافی والا موڑ) تک سیر کرتے ہوئے سیپارے پڑھتے ہوئے جاتے۔ آپ کی وفات اگست ۱۹۹۱ء میں ہوئی، اور قصبہ ایمن آباد ضلع گوجرانوالا میں سپرد خاک کیا گیا۔

قاری سید خضر حسین شاہ:

آپ 1944ء میں سید چراغ حسین چشتیؒ ولد سید حاکم حسین چشتیؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم آپ نے 13 سال میں حاصل کی، جس میں آپ نے قرآن مجید، صرف ونحو، منطق وفلسفہ، تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ، علمِ معانی، علم کلام شامل ہیں۔ جن جن شہروں سے آپ نے یہ تعلیم حاصل کی اس میں پسوال، سکھے کی منڈی، قلعہ دیدار سنگھ، بھکی شریف، لاہور، گوجرانوالا، فیصل آباد اور گجرات شامل ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں علامہ مولانا نذیر احمد نقشبندی، علامہ تاج دینؒ، علامہ مولانا محمد شریف ہزاروی، علامہ مولانا غلام رسول رضویؒ، علامہ مولانا عبدالعزیز چشتی، علامہ مولانا صائم چشتی شامل ہیں۔ آپ نے حضرت حافظ محمد قمرالدین چشتی سیالویؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے بہ حیثیتِ خطیب ومبلغ موضع اروپ میں جامع مسجد گلزار مدینہ میں تقریباً دو سال اپنی خدمات سرانجام دی۔ آپ جب خطاب کرتے تھے تو لوگوں پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ دین کے معاملے میں بہت آگے تھے اور دینی معاملات میں لوگ آپ سے مستفیض ہوتے تھے۔ آج کل آپ جامع مسجد غوثیہ رضویہ منڈی بہاؤالدین میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

پروفیسر حافظ ڈاکٹر محمد شفیق شاذلی:

آپ 3 ستمبر 1970ء کو چک 189 رسول پور تحصیل وضلع فیصل آباد میں محمد رفیق کے ہاں پیدا ہوئے۔ اسی سال آپ کا خاندان فیصل آباد سے ہجرت کر کے اپنے آبائی گاؤں ڈھلم ڈاکخانہ

Scanned with CamScanner

پڈیانہ، ضلع سیالکوٹ منتقل ہو گیا۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ میٹرک تا بی اے اور درس نظامی کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ طالب علم کی حیثیت سے تعلیم جاری رکھی۔ 1995ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے ریگولر ایم اے ایجوکیشن نمایاں پوزیشن سے پاس کیا۔ اور ایم اسلامیات کی ڈگری بھی حاصل کی۔ ڈبل ایم اے کے بعد لبنان یونی ورسٹی سے اصول فقہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

آپ سلسلہ قادریہ شاذلیہ میں حضرت شیخ غلام رضا محمد علوی قادری شاذلی مدظلہ العالی کے دست حق پر بیعت سے مشرف ہیں۔ درس نظامی کی تعلیم شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ غلام حیدر خادمی مدظلہ العالی سے حاصل کی۔ شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد عالمؒ سے دورہ حدیث مکمل کیا اور فاضل عربی کا امتحان بھی پاس کیا۔

1984ء میں قرآن پاک حفظ کیا اور 1985ء سے تا حال ہر سال نمازِ تراویح میں مستقل قرآن مجید سنانے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ حافظ صاحب نے موضع اروپ میں جامع مسجد نور مبین میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ جامع اسلامیہ سبیل القرآن کی 1999ء میں بنیاد رکھی۔ ترجمہ القرآن اور دورہ قرآن کی کلاسز جاری کیں۔ اپنے فرائض احسن طریقہ سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک مجلہ [النعمانیہ] کے نام سے سیالکوٹ سے شائع کر رہے ہیں۔

قاری علی حسین چشتی سیالوی:

آپ حکیم عنایت اللہ کے ہاں 1954ء میں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ دو بھائی اور ایک بہن آپ سے بڑے اور دو بھائی اور ایک بہن آپ سے چھوٹے ہیں۔ میٹرک آپ نے 1971ء میں اروپ سے کیا اس کے بعد آپ نے درسِ نظامی کا آٹھ سال (1972ء تا 1980ء) کا کورس جامعہ رضویہ بھکی شریف پھالیہ سے کیا۔ 1983ء میں دورہ تفسیر قرآن، جامعہ فاروقیہ چوک گھنٹہ گوجراں والا سے کیا۔ 1984ء میں آپ نے تنظیم المدارس (حدیث پاک) کا کورس کیا۔ اس کے بعد اپنے والد حکیم عنایت اللہ کے ساتھ منسلک ہو گئے اور حکمت میں شاگردی شروع کر دی، اور اس کے ساتھ ہی جامعہ مسجد گلزارِ مدینہ کی امامت اور خطابت بھی سنبھال لی، اور ابھی (2016ء) تک آپ یہ ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔ مسجد کی یہ خدمت بے لوث کرتے

Scanned with CamScanner

ہیں۔ تقریباً 24 سال بچوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم بھی دی۔ حکمت میں بھی نام کمایا ہے، دنیا بھر سے لوگ آپ سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

1972ء میں حضرت حافظ محمد قمر الدین چشتی سیالویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے جن کی وجہ سے آپ چشتی سیالوی کہلاتے ہیں۔ خطابت کے ساتھ ساتھ نعت خوانی میں بھی بہت اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ جواں عمری میں ضلع اور صوبے کی سطح پر بہت سے نعت کے مقابلوں میں حصہ لیا اور پہلی پوزیشن حاصل کی، اس کی ہی بنا پر آپ کو اکتوبر 1988ء کو کل پاکستان مقابلہ نعت خوانی کے لیے دعوت نامہ آیا، جس میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ یہ مقابلہ پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن اور پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے زیرِ اہتمام تھا۔ اس طرح اروپ کے پہلے پاکستان ٹیلی ویژن اور براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے نعت خواں ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔

پاکستان کی بڑی بڑی محافل میں اپنی آواز کا جادو جگا چکے ہیں۔ قرآت پر بھی عبور حاصل ہے۔ آپ کی آواز بہت ہی پیاری اور دلوں میں گھر کر جاتی ہے، نعت پڑھتے ہوں یا قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہوں، آپ کی آواز سننے والے کو وجد طاری ہو جاتا ہے۔

آپ اسی محبت کو لے کر پچھلے 27 سال سے جامع مسجد گلزارِ مدینہ میں سالانہ محفلِ نعت کروا رہے ہیں جس کے مکمل اخراجات آپ خود ادا کرتے ہیں۔ اس محفلِ نعت میں پاکستان بھر سے بڑے بڑے نعت خواں حضرات تشریف لاتے ہیں، اس طرح آپ اروپ میں نعت شریف کے فروغ کے لیے بھی کوشاں ہیں اور بہت نامور نعت خوانوں کو اروپ میں متعارف کروا چکے ہیں۔

اہلِ علاقہ کی ہر خوشی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں اور لوگ اس کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔ دینی معاملات ہوں یا دنیاوی معاملات آپ کو اس پر مکمل عبور حاصل ہے اور اس میں آپ اہلِ علاقہ کی خدمت کرتے ہیں۔

پروفیسر حافظ نصیر حسین قادری:

آپ عطاء محمد کے ہاں 1974ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک اور انٹر گوجراں والا سے پاس کیے۔ ایم اے اسلامیات، اردو، عربی کی ڈگری پنجاب یونی ورسٹی سے حاصل کیں۔ بی ایڈ کے بعد اجمل طبیہ کالج، راولپنڈی سے چار سالہ حکمت کورس (نیشنل کونسل فار طب پاکستان) مکمل

Scanned with CamScanner

کیا۔اس کے علاوہ آٹھ سالہ درس نظامی کورس بھی کیا۔ ایم فل کی تعلیم ابھی حاصل کر رہے ہیں۔آج کل پنجاب گروپ آف کالجز،شہاب پورہ،سیالکوٹ بہ طور پرنسپل فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

قاری اعجاز احمد:

آپ 30اکتوبر 1974ء میں حاجی غلام نبی کے ہاں پیدا ہوئے۔تجوید القرآن 1988ء میں مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد نور مبین موضع اروپ سے حفظ القرآن کی تعلیم حاصل کی۔ مارچ 2001ء سے مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد نور مبین میں کلاس حفظ القرآن ناظرہ میں بچوں کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کر رہے ہیں اور بہ طور امام خطیب خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں۔آپ کو مسجد داتا علی ہجویریؒ معروف بہ داتا گنج بخش،لاہور میں 1996ء میں رمضان المبارک کے موقع پر صوبائی سطح پر شبینہ پڑھانے کی خصوصی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

قاضی محمد یوسف:

آپ لمبانوالی ضلع گوجراں والا کے رہنے والے ہیں۔12سال (1975ء تا1987ء) تک موضع اروپ میں بہ طور عالم دین اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔آپ کا تعلق ایک علمی گھرانے سے ہےاور اپنے علاقے میں بھی مدرسہ چلارہے ہیں۔

مولوی امام دین:

مولوی صاحب محمد دین رحمانی کے ہاں 1904ء میں پیدا ہوئے۔نوجوانی محنت مشقت میں گزری۔موضع اروپ محلہ چیمہ میں مسجد کے لیے جگہ دی۔ جو مسجد کمہاراں کے نام سے موسوم ہوئی۔ ساری عمر اس مسجد میں امامت کرائی۔ انتہائی دین دار اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔1984ء میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

☆☆

Scanned with CamScanner

موضع اروپ کے ڈاکٹر، طبیب اور معالج

ڈاکٹر سعید احمد شاذلی:

آپ 15 جنوری 1966ء کو موضع اروپ میں حاجی اللہ دتہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1981ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول سے میٹرک کیا۔ گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا سے ایف ایس سی اور راولپنڈی میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔ الشفاء آئی ٹرسٹ راولپنڈی سے آئی سپیشلائزیشن کی۔ آپ نے جگنہ بازار گوجرانوالا میں سعید شازلی آئی ہسپتال کا قیام کیا جہاں پر آپ صبح کے اوقات میں اور شام کو سرکٹ ہاؤس کے سامنے نیشنل ہسپتال میں خدمتِ خلق کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مہر علی چیمہ: [دیکھیں ص، 196]

ڈاکٹر سحر فاطمہ:

آپ بابر حسین (دھوگڑی والے) کی صاحب زادی ہیں۔ ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد لاہور میں ہاؤس جاب کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر صوبیہ اشفاق:

آپ مارچ 1989ء میں اشفاق احمد کے ہاں پیدا ہوئیں۔ فیصل انگلش ہائی اسکول اروپ سے میٹرک کیا۔ نیشنل سائنس کالج گوجرانوالا سے ایف ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ 2012ء میں قائداعظم میڈیکل کالج بہاول پور سے ایم بی بی ایس پاس کیا۔ چلڈرن ہسپتال لاہور میں ہاؤس جاب کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر ربیعہ عباس:

آپ 27 ستمبر 1992ء کو عباس علی کے ہاں پیدا ہوئیں۔ میٹرک 2008ء میں جدید دستگیر آئیڈیل ہائی اسکول سے پاس کیا۔ پنجاب کالج فار وومین سے ایف ایس سی کی تعلیم حاصل کی۔ 2015ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی لاہور سے ایم بی بی ایس پاس کیا۔ آج کل میو ہسپتال میں ہاؤس جاب کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر ابوبکر رؤف :

ڈاکٹر ابوبکر 26 دسمبر 1991ء کو عبدالرؤف کے ہاں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے 2007ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایف ایس سی کے بعد ایم بی بی ایس کی ڈگری کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونی ورسٹی لاہور سے حاصل کی۔ مئی 2015ء سے میوہسپتال لاہور میں بہ طور ہاؤس آفیسر کام سرانجام دے رہے ہیں۔

آصف فاروق اعوان:

آپ 2 دسمبر 1971ء کو موضع اروپ میں حاجی نذیر احمد اعوان کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1989ء میں سینٹ پیٹرز انگلش ہائی اسکول گوجراں والا سے میٹرک اور سول لائنز کالج لاہور سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ فارمیسی کی ڈگری پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے حاصل کی۔ 2001ء میں ڈرگ انسپکٹر بھرتی ہوئے۔ ڈسکہ پسرور، سمبڑیال، گوجراں والا، منڈی بہاؤالدین اور نارووال میں تعینات رہے۔ 2 سال چیف فارماسسٹ سرورسز ہسپتال لاہور رہے۔ آج کل ڈپٹی ڈرگ کنٹرولر کی حیثیت سے ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری ملتان میں کام کر رہے ہیں۔
پاکستان کرکٹ بورڈ گوجراں والا ڈویژن میں واحد گریڈ 2 ایمپائر اور نیشنل کرکٹ اکیڈمی لاہور Level II کوچ ہیں۔

حکیم سائیں محمد دین قادری:

آپ کی پیدائش 1900ء میں یار محمد کے ہاں موضع اروپ میں ہوئی۔ حکیم صاحب پڑیاں والی سرکار کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ بابا خوشی محمد آف نتھرانوالی کے مرید تھے۔ مرشد پاک کا حکم تھا کہ ایک آنہ فی پڑی (دوائی کی پڑیا) لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ اسی فرمان کے تحت ہمیشہ ایک آنہ ہی وصول کیا۔ عوام الناس کی کثیر تعداد آپ کے ہاتھ سے شفایاب ہوئی۔ آپ کی رہائش محلہ بھنڈر اروپ میں تھی۔ شکار کا بے حد شوق تھا۔ شکاری کتے بھی رکھے ہوئے تھے۔ حکیم صاحب کا وصال ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ روز منگل بہ مطابق 29 اپریل 1975ء کو ہوا۔

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر صابر محمود:

صحت اور علاج کے حوالہ سے ڈاکٹر صابر محمود مرحوم کا کلینک اہلیان اروپ اور قرب وجوار کے دہات کے لیے کسی بڑے اسپتال سے کم نہ تھا۔ ڈاکٹر صابر محمود ایک کوالیفائیڈ ڈسپنسر تھے۔ 1970ء کی دہائی میں چند سال اروپ رورل ڈسپنسری (Aroop Rural Dispansary) کے انچارج رہے۔ بعد ازاں سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے کر اروپ محلہ چیمیاں میں صابر کلینک کے نام سے کلینک کھولا۔ ڈاکٹر صابر اپنی صفائی پسندی اور خوش لباسی کی وجہ سے بھی مشہور تھے۔

روز نامہ جنگ کے ایک سینئر کالم نگار وجاہت مسعود نے 2015ء میں اپنے ایک کالم میں لکھا تھا۔ ''جب کسی مریض کی حالت زیادہ خراب ہو جاتی تو کہا جاتا، تانگہ لاؤ اور اروپ میں ڈاکٹر صابر کے پاس لے چلو۔'' ڈاکٹر صابر مئی 2003ء میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

حکیم عنایت اللہ: [دیکھیں ص 161]

موضع اروپ کے ہسپتال:

میاں افضل ٹرسٹ ہسپتال (ترک منشیات):

بیسک ہیلتھ یونٹ (B.H.U) اروپ:

الرحمت ٹرسٹ میڈیکل کمپلیکس معافی والہ:

زبیدہ میڈیکل کلینک معافی والہ:

موضع اروپ کے وکلاء

چوہدری ارشاد احمد:

آپ کی پیدائش 20 اگست 1937ء کو موضع اروپ میں چوہدری کرم الٰہی کے ہاں ہوئی۔ پرائمری کی تعلیم اروپ سے حاصل کی، 1953ء میں میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول گوجراں والا سے، ایف اے 1956ء اور بی اے 1958ء میں اسلامیہ کالج گوجراں والا سے پاس کیا۔

Scanned with CamScanner

1960ء میں قانون کی تعلیم پنجاب یونی ورسٹی لاء کالج سے حاصل کی۔ 1966ء تک وکالت کی پریکٹس کرتے رہے۔ 1972ء میں محکمہ قانون میں انڈر سیکرٹری پوسٹ پر فائز ہوئے۔ ریسرچ سے دل چسپی کے باعث 1978ء میں محکمہ زرعی اصلاحات اسلام آباد میں تعیناتی ہوئی۔ 1983ء میں وفاقی وزارت قانون میں جائنٹ سیکرٹری رہے۔ 1991ء میں جوڈیشنل ممبر ٹریبونل بھی رہے۔ 1997ء میں محکمہ میں بہ طور سیکرٹری تعینات ہوئے اور اسی دوران ریٹائرڈمنٹ ہوئی۔

ریٹائرڈمنٹ کے بعد تین سال تک ملازمت میں توسیع کر دی گئی اور 2000ء سے 2009ء تک ایوان صدر میں بہ طور سیکرٹری لاء فائز رہے اس دوران جناب رفیق تارڑ، پرویز مشرف اور آصف علی زرداری کے ساتھ کام کیا۔ آپ کے صاحب زادے غلام سرور بھنڈر ڈسٹرکٹ کورٹ گوجراں والا میں وکالت کرتے ہیں۔

چوہدری محمد انور بھنڈر: [دیکھیں ص، 193]

چوہدری الطاف ربانی بھنڈر (ایڈووکیٹ):

آپ یکم جنوری 1942ء کو موضع اروپ میں چوہدری سلطان علی بھنڈر کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا شمار بھی گاؤں کی اہم شخصیات میں ہوتا تھا۔ میٹرک ڈی سی ہائی اسکول اروپ اور بی اے گورنمنٹ زمین دار کالج گجرات سے پاس کیا۔ ایل ایل بی کے بعد ڈسٹرکٹ کورٹ گوجراں والا میں وکالت کا آغاز کیا۔ وکالت کے دوران ہی کویت چلے گئے جہاں پورٹ پر بہ طور سپروائزر 14 سال ڈیوٹی کی۔ بعدازاں واپس آکر دوبارہ پریکٹس شروع کی۔ والی بال اور فٹ بال کے بہت ہی اچھے کھلاڑی رہے۔ اپنے اسکول کے دور میں دو مرتبہ ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ جیتے۔ آپ انتہائی ملن سار شخصیت تھے۔ 4 فروری 2011ء کو واصل حق ہوئے۔

چوہدری خورشید انور بھنڈر (ایڈووکیٹ):

آپ 1952ء کو موضع اروپ میں چوہدری محمد انور بھنڈر کے ہاں پیدا ہوئے۔ سنٹرل ماڈل اسکول لاہور سے 1968ء میں میٹرک کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے اور پنجاب یونیورسٹی لاء کالج سے ایل۔ایل۔بی کے امتحانات پاس کیے۔ آپ لاہور ہائیکورٹ کے جج،

Scanned with CamScanner

ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب اور ڈی جی نیب پنجاب خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آج کل لاہور ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ میں پریکٹس کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کرکٹ کے نامور کھلاڑی ہے۔ پیف منسٹر الیون بہ مقابلہ ویسٹ انڈیز پاکستان کی نمائندگی بھی کی۔

محمد ابراہیم بھنڈر:

آپ جناب علی محمد چشتی صابری" کے صاحب زادے ہیں۔ پیدائش 15 اکتوبر 1951ء میں اروپ میں ہوئی۔ آٹھ سال بہ طور وکیل پریکٹس کے بعد 1984ء میں بہ ذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی منتخب ہوئے۔ 2004ء میں ڈپٹی ڈائریکٹر آف انٹی کرپشن اور اس کے علاوہ مختلف اضلاع کے اٹارنی جنرل بھی رہے۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں اور وکالت کی پریکٹس کر رہے ہیں۔

چوہدری منظور قادر بھنڈر:

چوہدری منظور قادر بھنڈر 4 فروری 1966ء کو موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ضلع کونسل میں ملازم تھے۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج مری میں سٹوڈنٹ ایکشن کمیٹی کے صدر اور گورنمنٹ کالج گوجراں والا میں سٹوڈنٹس یونین کے نائب صدر رہے۔ اس وقت گوجراں والا بار ایسوسی ایشن کے سرگرم رکن ہیں۔ سال 2000ء میں گوجراں والا بار کے نائب صدر بھی رہے۔

بشیر اللہ چیمہ:

بشیر اللہ چیمہ کی پیدائش 26 جنوری 1969ء میں موضع اروپ میں سلطان احمد چیمہ کے ہاں ہوئی۔ میٹرک 1985ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ ایف اے اور بی اے اسلامیہ کالج گوجراں والا سے۔ ایل ایل بی 1997ء میں پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے کیا۔ 2003ء میں باقاعدہ وکالت کا آغاز کیا۔ آج کل ڈسٹرکٹ کورٹ اور ہائی کورٹ گوجراں والا میں پریکٹس کر رہے ہیں۔

رفاہی کاموں میں دل چسپی رکھتے ہیں۔ اپنے دادا مالک دین کے شروع کیے گے کاموں

کو بہت احسن طریقے سے نبھا رہے ہیں۔ جس میں جامع مسجد گلزار مدینہ، دایرہ گوچی اور جنازگاہ کے معاملات شامل ہیں۔ تقریباً 3 سال اروپ تھانہ کی مصالحتی کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔

عمران شہزاد حسن بھنڈر:

16 دسمبر 1978ء کو محمد اشرف بھنڈر کے ہاں پیدا ہوئے۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ انٹر گورنمنٹ کالج گوجراں والا اور ایل ایل بی کی ڈگری 2004ء میں بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان سے حاصل کی۔ 19 ستمبر 2005ء سے ڈسٹرکٹ بار ایسوی ایشن گوجراں والا میں پریکٹس کر رہے ہیں۔

چوہدری عمران قادر بھنڈر:

آپ کی پیدائش 4 مارچ 1980ء میں غلام قادر بھنڈر کے ہاں ہوئی۔ میٹرک 1996ء میں پاس کیا۔ انٹر گورنمنٹ کالج گوجراں والا اور بی اے ایل ایل بی کی ڈگری پنجاب یونی ورسٹی سے 2004ء میں حاصل کی۔ آج کل ہائی کورٹ میں پریکٹس کر رہے ہیں۔

ضیاء ابراہیم بھنڈر:

آپ کی پیدائش 24 مارچ 1980ء میں اروپ میں صاحب زادہ محمد ابراہیم بھنڈر کے ہاں ہوئی۔ محمد علی جناح لاء کالج گوجراں والا سے وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد اب لاہور میں بہ طور وکیل پریکٹس کر رہے ہیں۔

حافظ قیصر نوید:

30 جون 1980ء میں رحمت علی کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم اروپ سے، انٹرمیڈیٹ گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن اور بی کام کا امتحان 2003ء میں گوجراں والا کالج آف کامرس سے پاس کیا۔ ایل ایل بی کی ڈگری 2005-2007ء میں حاصل کی۔ 2011ء سے بہ طور اسسٹنٹ پبلک پراسیکیوٹر کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

محمد عظیم رضا اعوان:

آپ کی پیدائش 10 مارچ 1982ء کو محمد سرور اعوان کے ہاں موضع اروپ میں ہوئی۔ میٹرک اروپ سے پاس کیا۔ F.Sc کے بعد B.A اور وکالت کا امتحان پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے پاس کرنے کے بعد LLM کا امتحان 2012ء میں انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد سے پاس کیے۔ پنجاب پولیس میں اے ایس آئی اور سب انسپکٹر کے فرائض سرانجام دیے۔ شعبہ وکالت سے وابستگی 2011ء میں ہوئی اور تا حال جاری ہے۔

طاہر محمود ایڈووکیٹ:

آپ کی پیدائش موضع اروپ میں مشتاق احمد کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اروپ سے حاصل کی، بی اے گورنمنٹ کالج گوجراں والا سے 1983ء میں کیا۔ 1986ء میں پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ 8 سال کا عرصہ وکالت میں گزرا۔ 1997ء میں چوہدری شاہد اکرم بھنڈر کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ 2001ء میں سینٹ میری اسکول کا آغاز کیا۔ آج کل اسی اسکول سے وابستہ ہیں۔

حافظ عاصم رضا چیمہ:

آپ کی پیدائش 10 اکتوبر 1984ء میں محمد یعقوب چیمہ کے ہاں اروپ میں ہوئی۔ پنجاب یونی ورسٹی گوجراں والا کیمپس سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔

حافظ شعیب علی:

27 دسمبر 1984ء کو میاں خادم علی کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک اور ایف اے کا امتحان سبیل القرآن اسلامک سنٹر اروپ موڑ سے پاس کیے۔ ایل ایل بی کی ڈگری پنجاب یونی ورسٹی اسلام آباد سے حاصل کی۔

شگفتہ صابر:

12 جولائی 1987ء کو سائیں غلام صابر چشتی صابری نظامی کے ہاں، چاہ معافی والہ اروپ میں ایک ہونہار بیٹی نے جنم لیا۔ جس کا نام شگفتہ صابر رکھا گیا۔ آپ سائیں مہر دین چشتی

صابری کی پوتی ہیں۔ 2003ء میں گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول اروپ سے میٹرک پاس کیا۔ 2005ء میں انٹر اور 2007ء میں بی اے کا امتحان گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن گوجراں والا سے امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ 2010ء میں یونی ورسٹی آف پنجاب گوجراں والا کیمپس سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ مارچ 2015ء کو سرکاری وکیل (Public Prosecutor) کا چارج لیا۔ ستمبر 2015ء کو سیالکوٹ میں سول جج / جوڈیشل مجسٹریٹ کا چارج لیا۔ اس عہدہ پر فائز ہونے والی موضع اروپ کی پہلی خاتون ہیں۔

عثمان اختر چیمہ:

آپ کی پیدائش 16 جون 1987ء کو محمد اختر چیمہ کے ہاں موضع اروپ میں ہوئی۔ میٹرک اروپ سے پاس کیا۔ LLB کا امتحان آپ نے پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے 2010ء میں پاس کیا اور اس کے بعد گوجراں والا میں پریکٹس شروع کر دی۔ آپ پروفیشنل لائیر کلب گوجراں والا کے صدر ہیں اور ممبر ہائی کورٹ بار لاہور ہیں۔

فیاض احمد اُپل:

پیدائش 7 مارچ 1987ء میں موضع اروپ میں ہوئی۔ میٹرک اروپ ہائی اسکول سے کیا۔ ایف اے اور بی اے کے امتحانات گورنمنٹ کالج گوجراں والا سے پاس کیے۔ 2013ء میں ایل ایل بی کے بعد پریکٹس شروع کر دی۔

ندیم قادر بھنڈر:

آپ چوہدری غلام قادر بھنڈر کے صاحب زادے ہیں۔ لاہور میں پریکٹس کر رہے ہیں۔ پاکستان تحریک انصاف کے صوبائی عہدیدار تھے۔ اس کے علاوہ صوبائی حلقہ پی پی 95 سے پاکستان تحریک انصاف کے بہ طور امیدوار بھی رہے۔

حافظہ منزہ اقبال:

آپ محمد اقبال کی صاحب زادی ہیں۔ وکالت کی پریکٹس کرتیں ہیں۔ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن گوجراں والا کی ممبر ہیں۔ آپ کا تعلق محلہ چیمہ اروپ سے ہے۔

Scanned with CamScanner

نبیلہ اقبال:

نبیلہ اقبال بھی محمد اقبال کی صاحب زادی ہیں۔ وکالت کی پریکٹس کرتی ہیں۔ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن گوجرانوالا کی ممبر ہیں۔ آپ کا تعلق محلہ چیمہ اروپ سے ہے۔

☆☆

موضع اروپ کے ادیب

عمران شاہد بھنڈر:

عمران شاہد بھنڈر 16 فروری 1979ء میں شاہد سلیم بھنڈر کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک دستگیر آئیڈیل ہائی اسکول، ڈی سی روڈ گوجرانوالا سے۔ ایف اے اور بی اے گورنمنٹ کالج گوجرانوالا سے پاس کیے۔ ایم اے (انگلش لٹریچر) کی ڈگری برمنگھم یونی ورسٹی سے حاصل کی۔

صحافت کا سفر دس سال پہلے شروع کیا۔ ایکسپریس نیوز میں کالم لکھتے ہیں۔ بہت سے رسائل، اخبارات اور جریدوں میں کالم چھپ چکے ہیں۔ جن میں [اسبات] سہ ماہی انڈیا، [مژگان] سہ ماہی انڈیا، [ذہن جدید] سہ ماہی، ہمبل (اسلام آباد)، [تسطیر فنون] لاہور، [زر نگار] لاہور، [ادبِ لطیف] لاہور، [ارتقاء] کراچی، [سوشلسٹ اردو] کراچی وغیرہ۔

انگلینڈ میں بہ طور لیکچرار فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ پسندیدہ مضامین سوشل سائنس، جنرل ازم اور فلاسفی ہیں۔ فلسفہ سے متعلق مندرجہ ذیل کُتب ترتیب دے چکے ہیں۔ جن میں [فلسفہ اور سامراجی دہشت]، [فلسفہ مابعد جدیدیت تنقیدی مطالعہ]، [مابعد جدیدیت امتزاجی تنقید]، [لبرل ازم پوسٹ ماڈرن ازم مارکسزم] شامل ہیں۔ [مکالمہ از راقم الحروف]

شہباز اکمل صابری:

آپ کی پیدائش 10 اکتوبر 1977ء کو موضع اروپ میں فیض محمد چشتی صابری کے ہاں ہوئی۔ 1990ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے میٹرک کیا۔ 1992ء میں اسلامیہ کالج سے

Scanned with CamScanner

ایف اے پاس کیا اور 1993ء میں کمپیوٹر کے کورسز کرنے کے بعد ایک پرائیویٹ ادارے میں کمپیوٹر آپریٹر کی جاب کرنے لگے۔ ساتھ ساتھ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ مارکیٹنگ کے شعبے میں بہ طور سیلز کوآرڈینیٹر کام سرانجام دینے لگے۔ 2003ء میں آپ بہ طور برانچ مینجر مقرر ہوئے اور اسی عہدہ پر فایز رہ کر اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

اس کے علاوہ آپ مصنف، صحافی، ادیب، کالم نگار اور محقق ہیں۔ آج کل بہ طور مصنف آپ کی چار کتب زیرِ طبع ہیں، جن میں پہلی [بزرگ کامل] جو ایک مکمل قرآن و سنت کی روشنی میں تحقیق کام ہے۔ کتاب کا مسودہ حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے جو بالکل آخری مراحل میں ہے۔ دوسری کتاب اپنے پیشوا حضرت ایوب علی شاہ چشتی صابریؒ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ تیسری کتاب حضرت اللہ دتہ ساہی چشتی صابریؒ کے حالات زندگی پر ہے اور چوتھی کتاب حضرت پیر ریاض فرید چشتی صابریؒ معروف بہ رانجھن ماہی (دیکھیں ص 260) کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ حضرت بادہ شاہ پنن ولی سرکارؒ اور اپنے ماموں شوکت جمیل مستانہ (نعت گو اور نعت خواں شاعر) کے حالاتِ زندگی لکھنے کا بھی ارادہ ہے۔

بہ طور صحافی 1996ء میں لاہور کے ایک اخبار روزنامہ [مرکزی اخبار] کے ادبی اڈیٹر کے طور پر کام کرنے لگے۔ اس کے بعد روزنامہ [جسٹس] گجرات اور ماہانہ [سفیرِ خبر انٹرنیشنل] کے ساتھ منسلک ہوگئے۔ آپ [سفیرِ خبر انٹرنیشنل] کے ادبی فورم کے صدر ہیں اور روزنامہ [جسٹس] کے ادبی ایڈیٹر بھی ہیں۔ آپ کئی نامور شعراء کے انٹرویوز بھی کر چکے ہیں۔ جو ادبی ستاروں کا تعارف اور انٹرویوز کے نام سے انٹرنیٹ پر اپ لوڈ ہوتا ہے اور یہ انٹرویو روزنامہ نئی بات اسلام آباد سے بھی شایع ہوئے ہیں۔ آپ شاعری سے بھی شغف رکھتے ہیں۔

نمونہ کلام:

باتیں سب ادھوری ہیں آپ ﷺ کی ذات کے بغیر
کتابیں سب ادھوری ہیں آپ ﷺ کی ذات کے بغیر
سلطانِ انبیاء ہیں میرے آقائے نامدار ﷺ
نبوتیں سب ادھوری ہیں آپ ﷺ کی ذات کے بغیر

Scanned with CamScanner

شبِ برات کو مرتبہ ہے عبادت کا مگر
راتیں سب ادھوری ہیں آپ ﷺ کی ذات کے بغیر
ذکرِ مصطفی ﷺ سے مشعین ہیں سب انبیاء کی کتاب
کتابیں سب ادھوری ہیں آپ ﷺ کی ذات کے بغیر
قیامت کے روز بھی ہو شفاعتِ مصطفی ﷺ
جنتیں سب ادھوری ہیں آپ ﷺ کی ذات کے بغیر
ہم پہ کرم ہے اکمل اپنے آقائے کل مختار ﷺ کا
شفاعتیں سب ادھوری ہیں آپ ﷺ کی ذات کے بغیر

☆

میری تو سانس بھی چلتی ہے آپ ﷺ کے نام کے ساتھ
زندگی کہہ کے انہیں ﷺ پکاروں تو یہ غلط نہ ہو گا

☆

مدت کے بعد میرے گھر میں چاند اترا کچھ پل
مدت کے بعد ہم نے چاندنی پھیلتے ہوئی دیکھی

☆

اب کے بار شام آئے تو مجھے بھی ساتھ لے لینا
مجھے بھی شام ہونا ہے ، شام ہو جانے کے بعد

☆

ماضی کو بھی میں نے حال رکھا ہے
اس کا پیار اب بھی سنبھال رکھا ہے
روز کرتے ہیں یاد ان کی یادوں کو
عجب سے نقش کا دل میں خیال رکھا ہے

Scanned with CamScanner

☆

مالک ہیں آپ میرے ، اے شاہِ دیواں غریب نوازؒ
پالک ہیں آپ میرے ، اے شاہِ دیواں غریب نوازؒ
تورے بنا یہ دُکھڑا میں سناؤں جا کے کس کو
سالک ہیں آپ میرے ، اے شاہِ دیواں غریب نوازؒ
آپ لاج رکھنا موری،آپ ؒہیں ہی لاج والے
پالک ہیں آپ میرے ، اے شاہِ دیواں غریب نوازؒ

☆

محمد نوید اکرم اعوان شازلی:

آپ 4 فروری 1980ء کو محمد اکرم اعوان کے ہاں اروپ میں پیدا ہوئے۔میٹرک کا امتحان 1995ء میں اروپ سے پاس کیا۔ 2001ء میں اسلام آباد پولیس میں بھرتی ہو گئے۔2003ء میں آپ نے اے ایس ٹی سکواڈ کی تربیت لی۔2004ء اور 2015ء میں نے آپ امریکہ سے کمانڈو کورس کیا۔2005ء سے 2010ء تک پاکستان پولیس کے ٹریننگ انسٹریکٹر رہے۔2010ء اور پھر 2016ء میں آپ نے آل پاکستان پولیس شوٹنگ مقابلوں میں دو دفعہ گولڈ میڈل جیتا۔

2011ء میں بہ طور رائٹر سامنے آئے اور ایک کتاب [ذرا سوچیے ایسا کیوں ہے] کے نام سے لکھی۔جس میں دنیا کے روزمرہ مسائل کو ایک نئے انداز میں اجاگر کیا ہے۔

☆☆

موضع اروپ کے شعراء

محمد حنیف فناؔ بلند شہری:

آپ کا نام محمد حنیف تھا اور فناؔ کے نام سے شہرت حاصل کی۔فناء کا تعلق بھارت کے

علاقے بلند شہر (یوپی) سے تھا، اسی نسبت سے نام کے آگے بلند شہری لکھتے۔ بچپن سے ہی شعر کہنے کی خداداد صلاحتیں موجود تھیں۔ آپ قمر جلالوی کے شاگرد خاص تھے اور کلام کو بہت ہی مقبولیت حاصل ہوئی۔

میں ہوں فنا قمر کی تجلی سے فیض یاب
دنیا میں ہے چراغ ادب مری شاعری

آپ سلسلہ قادریہ میں محمد شیر میاں قادری نقشبندیؒ (پیلی بھیت، بھارت) کے توسل سے داخل سلسلہ تھے۔ اسی عقیدت مندی اور طریقت سے متاثر ہو کر فنا نے اپنی شاعری کو معرفت سے آراستہ کیا۔

بخشی سلامت قوال، نصرت فتح علی خاں، صوفی محمد طفیل قصوری قوال اور اختر شریف قوال (اروپ والے) نے آپ کا بہت سا کلام پڑھا۔ جو لوگوں میں زبان زد عام ہے۔ فنا نے اپنی زندگی میں بہت خوب صورت کلام لکھا۔ آپ کی عقیدت حضرت خواجہ صوفی محمد نقیب اللہ شاہ (نقیب آباد شریف) سے بہت زیادہ تھی۔ اسی نسبت سے اپنا کلام خواجہ محمد نقیب اللہؒ کے مرید خاص امان اللہ نظامی نقیبی (درباری قوال) کے حوالے کر گئے اور یہ وصیت بھی کی، میرے کلام کو چھپوانے کے جملہ حقوق صرف حضرت خواجہ صوفی محمد نقیب اللہ شاہؒ کو حاصل ہوں گے۔ 1992ء میں امان اللہ نظامی قوال نے 100 غزلیات پر مشتمل مجموعہ کلام کراچی سے چھپوایا۔ یہ مجموعہ کلام جناب حسن نواز (نزالی) صاحب کے توسل سے راقم الحروف تک پہنچا۔

فناء کو دست شناسی میں بھی عبور حاصل تھا۔ اکثر لوگ آپ کو اپنے ہاتھ کی لکیریں دکھاتے۔ زندگی کے آخری ایام موضع اروپ (ضلع گوجراں والا) میں اختر شریف قوال کے ہاں گزرے۔ داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی درگاہ پر اختر شریف قوال کے ساتھ لاہور آئے۔ وہیں ان کو دل کا دورہ پڑا اور آپ واصل حق ہوئے۔ ان کی وصیت کے مطابق موضع اروپ ضلع گوجراں والا میں دفن کیا۔ آپ کا وصال 26 نومبر 1986ء بہ مطابق 23 ربیع الاول ۱۴۰۷ھ بہ روز بدھ ہوا۔ آپ کی قبر بالمقابل مزار اقدس خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ (اروپ) میں موجود ہے۔ [دیوان فنا، فنا بلند شہری، ص 1 تا 3]

نمونہ کلام:

مست نظروں سے اللہ بچائے ، مہ جمالوں سے اللہ بچائے
ہر بلا سر پہ آجائے میرے ، حسن والوں سے اللہ بچائے
ان کی معصومیت پر نہ جانا، ان کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا
لُوٹ لیتے ہیں یہ مسکرا کر ، ان کی چالوں سے اللہ بچائے
بھولی صورت ہے باتیں ہیں بھولی، منہ میں کچھ ہے مگر دل میں کچھ
لاکھ چہرا سہی چاند جیسا ، دل کے کالوں سے اللہ بچائے
دل میں ہے خواہش حوروجنت اور ظاہر میں شوق عبادت
بس ہمیں شیخ جی آپ جیسے ، اللہ والوں سے اللہ بچائے
ان کی فطرت میں ہے بے وفائی ، جانتی ہے یہ ساری خدائی
اچھے اچھوں کو دیتے ہیں دھوکہ، بھولے بھالوں سے اللہ بچائے

☆

میرے رشکِ قمر تو نے پہلی نظر، جب نظر سے ملائی مزا آگیا
برق سی گرگئی ، کام ہی کر گئی آگ ایسی لگائی مزا آگیا
اے فناؔ شکر ہے آج بعد فنا، اس نے رکھ لی میرے پیار کی آبرو
اپنے ہاتھوں سے اس نے مری قبر پہ، چادر گل چڑھائی مزا آگیا

☆

جو مٹا ہے تیرے جمال پر وہ ہر ایک غم سے گزر گیا
ہوئیں جس پہ تیری نوازشیں وہ بہار بن کے سنور گیا
مجھے سب خبر ہے میرے صنم کہ رہ فنا میں حیات ہے
اسے مل گئی نئی زندگی تیرے آستاں پہ جو مر گیا

Scanned with CamScanner

☆

فنا یہ سوچ کر اس کے کرم سے لولگائی ہے
وہی کام آئے گا میرے کہیں جانے سے کیا ہوگا

☆

ایک احرام محبت میں دو عالم ہیں فنا
یہ تماشہ ہے صنم تیرے تماشائی کا

☆

ان کے قدم کو چوموں گا مل کر غبار میں
اے عشق خاک کر دے مجھے کوئے یار میں
کس کو سناؤں حال غم کوئی غم آشنا نہیں
ایسا ملا ہے درد دل جس کی کوئی دوا نہیں
عشق کی شان مرحبا عشق ہے سنت خدا
عشق میں جوبھی مٹ گیا اس کو کبھی فنا نہیں

مولوی غلام رسول مسکینؔ:

غلام رسول مسکین ولد فقیر محمد کا تعلق موضع اروپ محلہ بھنڈراں سے ہے۔ ۱۳۵۵ھ / 1936ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم پائی۔ آپ کا ایک پنجابی مجموعہ کلام [شانِ مصطفیٰ] کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آیا۔ غلام رسول کا تعلق نوشاہی سلسلہ سے ہے اور آپ شریف احمد شرافت نوشاہیؒ کے دست گرفتہ تھے۔ [تذکرہ شعرائے نوشاہیہ، شرافت نوشاہی، ص، 703]

نئیں جے مرشد جہیا کسے دا پیار آکھاں زار و زار روندیاں
وچھڑ جدوں دے گئے نے سرکار آکھاں زار و زر روندیاں
شرافت اِک واری خواب وچ آؤ جے
ساڈے دِل دی پیاس نوں بجھاؤ جے

آقا گھٹ کے کلیجے نال لاؤ بے
ساڈی عشق والی وَج دی پئی تار راکھاں زاروزار روندیاں

میرا پتا

مینوں ملن دی رکھے جے خواہش کوئی غلام رسول مسکین اے نام میرا
کھوکھر ذات اے مینڈری یاد رکھیو چیتا بُھلنا نہ دل و جان میرا
اڈہ ویگناں دا بالکل نال ساڈے وِچ خاص اروپ مکان میرا
محلہ بھنڈراں کسے توں آن پچھیو ہر اِک ہے واقف خاص و عام میرا

☆

پہلے رب کریم دی صفت کریئے جہدی سب توں اُچڑی شان ویکھو
جن بشر ملائک تے حور غلماں سبھے جہدی تعریف آلان ویکھو
زمین پانی تے اُوپر ترئی جس نے کھڑا تھماں دے باجھ آسمان ویکھو
کریے کہہ تعریف مسکینؔ بعدہ اس دی شان توں مَیں قربان ویکھو

☆

میرے کملی والیا سائیاں تیتھوں تن تن گھول گھمانواں
جے اپنے کول بُلانویں جالی چُم اکھیاں تے لانواں
تیرے موہڈے کملی کالی تیری سب توں شان نرالی
جڑھ کفر دی پٹ وکھالی منّے تیریاں رب رضاواں
میرے کملی والیا سائیاں تیتھوں تن تن گھول گھمانواں
جے اپنے کول بُلانویں جالی چُم اکھیاں تے لانواں
تتی رو رو کردی زاری پئی ترس دی جان وچاری
میری کد آوے گی واری کنوں دل دا حال سنانواں
میرے کملی والیا سائیاں تیتھوں تن تن گھول گھمانواں

Scanned with CamScanner

جے اپنے کول بلانویں جالی چم اکھیاں تے لانواں

تیرا عالی سخی گھرانہ پیا جاندا کُل زمانہ

کوئی بنے مسکین بہانہ بن وچ قدماں میں آنواں

میرے کملی والیا سائیاں تیتھوں تن تن گھول گھمانواں

جے اپنے کول بلانویں جالی چم اکھیاں تے لانواں

[شریف التواریخ، ج3، ح11، ص307۔ تذکرہ شعرائے نوشاہیہ، ص،703]

خضر حیات عابرؔ:

ان کا نام خضر حیات، تخلص عابرؔ ہے۔ والد کا نام محمد مالک ولد فتح بن فضل دین بن ولی داد قوم بھنڈر ہے۔ موضع اروپ بھنڈراں میں سکونت تھی۔ ۳ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ / یکم جنوری 1952ء کو پیدا ہوئے، میٹرک تک تعلیم پائی اور محکمہ آب کاری و محصولات میں ملازم رہے۔ سید ممتاز احمد ولد سیّد کرم الٰہی نوشاہی ساہن پالوی کے مرید تھے۔ [تذکرہ شعرائے نوشاہیہ، شرافت نوشاہی، ص، 451]

مناجات

یا غفور، رحیم، کریم، اکبر، یا رحمان، غفار، قدیر مولا

تینوں واسطہ زلف حبیب دا ای بگڑی ہوئی سنوار تقدیر مولا

او گنہار، دکھیار، لاچار، اجز، ہاں بے چین، بے کار، دلگیر مولا

لگ لگ تیر سریر غربال ہو یا غماں گھیریا برسدے نیر مولا

میرے عیباں قصوراں نوں کج لویں ہاں تقصیر دی اک تصویر مولا

ایس عابرؔ حقیر تے کرم کر کے ایہدے غماں دی توڑ زنجیر مولا

[تذکرہ شعرائے نوشاہیہ، شرافت نوشاہی، ص، 451]

نعت شریف

کملی والا حبیب خدا احمد میرا آقا عدیم النظیر ہے ایہہ

Scanned with CamScanner

کائنات دی جان سردار سور شاہ مرسلاں شانِ قدیر ہے ایہہ
جہی صفت ہے قادر کریم کردا شاہد اتے بشیر نذیر ہے ایہہ
جدھے نور نے چمن نوں چمک بخشی آبدار سراج منیر ہے ایہہ
جدھے علم دی جگ تے دُھم پے گئی-یہنا عالم علیم خبیر ہے ایہہ
دل کبریا نور مبین بے ظل شاہد اتے امیر و خطیر ہے ایہہ
بوہے اوسدے جھکیا رہو عابرؔ تیرا آقا زمانے دا پیر ہے ایہہ

[تذکرہ شعرائے نوشاہیہ،ص451]

سردار بی بی:

ان کا نام سردار بی بی، تخلص سردارؔ ہے۔محمد شریف چیمہ کی زوجہ ہیں۔نواں پنڈ،اروپ کی رہنے والی تھیں۔تقریباً1929ء میں پیدا ہوئیں اور ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ /1959ء کو سید شریف احمد شرافت نوشاہیؒ کے دست پر بیعت ہوئیں۔

اپنے پیشوا کے متعلق ایک سی حرفی لکھی۔

الف آؤ سیو ساہن پال ولے میرے پیرا دا کرو دیدار سیو
اوہ تے خاص محبوب شریف احمد نالے رب دا اے پیارا یار سیو
اوہدے در اُتے جا کے بہہ رہیے اوہ ہے منگتیاں نوں دیون ہار سیو
ہے سردارؔ شرافت دی بیعت کیتی شالا اوہ نہ کرے انکار سیو

ب برہوں دی اگ فراق والی میرے وچ سینے پئی بلدی اے
میرے پیر دی شان کمال یارو مینوں خوشی بڑی اس گل دی اے
تیرے حسن جمال نوں ویکھ کے تے شمع اتے پروانی پئی جل دی اے
ہے سردارؔ دا دل اداس ہویا خط پیر نوں لکھ کے گھل دی اے

[شریف التواریخ،ج3،ح11،ص387۔تذکرہ شعرائے نوشاہیہ،ص321]

محمد عالم صوفیؒ:

محمد عالم ولد رمضان نواں پنڈ اروپ کے رہنے والے تھے۔ 1933ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ پیشہ کے اعتبار سے نجاری تھے۔ سید شریف احمد شرافت نوشاہیؒ کے دست پر بیعت ہوئے۔

الف آ نوشہ ویکھ حال میرا ہو گیا میں بہت دلگیر جانی
تیرے عشق دی بھل ہے پیر مینوں گئی توڑ لکھڑا چیر جانی
پتا لگے نہ کوئی اس مرض والا شک گیا اے میرا سریر جانی
صوفیؔ آکھے نہ کرو علاج میرا سد لو شرافت شاہ پیر جانی

ج جے اکبر نالوں ودھ جاپے قسم رب دی دید شریف احمد
مال دولتاں دی نہیں کی کوئی بخشو جام توحید شریف احمد
تہناں خوف خطرہ کاہدا حشر دا اے جیہڑے ہون مرید شریف احمد
صوفیؔ رب میلے اج آن مینوں اوہ نور سعید شریف احمد

ق قلم بیچاری نہ لکھ سکے میرے پیر دیاں عالی شان صفتاں
ہوندی ختم نہ توریاں تاریاں تھیں کیہڑا کرے تحریر انسان صفتاں
میرے پیر اتے ہو جان عاشق جیہڑے ویکھدے نال دھیان صفتاں
صوفیؔ کی ثنا سنائے یارو ناہیں آوندیاں وچ بیان صفتاں

[شریف التواریخ، ج 2، ص 450۔ تذکرہ شعرائے نوشاہیہ، ص 433]

خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ: [دیکھیں، ص 242]

صاحب زادہ ریاض فریدؒ: [دیکھیں ص 260]

خواجہ علی محمد چشتی صابریؒ: [دیکھیں ص 249]

Scanned with CamScanner

صوفی فتح محمد خاں روہیلہ ؒ: [دیکھیں ص 239]

لیکچرار محمد زاہد رضا: [دیکھیں ص 157]

شہباز اکمل صابری: [دیکھیں ص 175]

رانا محمد ریاض:

2 اگست 1973ء کو محمد احسان (آف دوگڑی والے) کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ، جب کہ ایف ایس سی اور بی ایس سی کی ڈگری گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن گوجراں والا سے حاصل کی۔ ایم ایس سی میتھ کی ڈگری ایف سی کالج لاہور سے 1997ء میں صدارتی سکالرشپ کے اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ مسلسل تعلیم سے وابستہ ہیں۔ 2011ء میں ایل ایل بی کی ڈگری پنجاب یونی ورسٹی سے حاصل کی۔ آج کل علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی سے ایم بی اے کے طالب علم ہیں۔ 2003ء سے بہ طور ریونیو آفیسر گیپکو (GAPCO) کام کر رہے ہیں۔ شعروشاعری سے دل چسپی رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری کی دو کتب [شہر دل کی گلیوں میں] اور [جمال] شایع ہو چکی ہیں۔ قلمی نام احمد ریاض ہے۔

☆☆

موضع اروپ کے نعت خواں

اروپ کے قدیم نعت خواہان میں قابلِ احترام اسم گرامی آتے ہیں، شاہ محمد تھلوی، پیر سردار علی (اونچی بسی شریف)، معراج دین تھلوی، علی احمد تھلوی اور مشتاق احمد (قول پور نزد ہردو تھلہ شریف، بھارت)۔ یہ تمام احباب سرکار خواجہ محمد دیوان چشتی صابری ؒ کی حیات مبارکہ میں انہی کا کلام انہی کی بیان کردہ طرز پر پڑھتے۔ پاکستان ہجرت کے بعد اروپ میں یہ گروہ ذوق کے ساتھ کلام پڑھتا دکھائی دیتا۔ اور راقم الحروف کے گھر واقع لاہور میں کئی سالوں تک 14 نومبر کو محفل وارثیہ میں تشریف لاتے رہے۔ ان کی آواز اور کلام کی ریکارڈنگ آج بھی دلوں کو تسکین بخشتی ہے۔

Scanned with CamScanner

معراج دین چشتی صابریؒ:

آپ کی پیدائش 1915ء میں لاہور کے مشہور بازار سید مٹھا میں میراں بخش کے ہاں ہوئی۔ چھوٹی عمر میں والد کا وصال ہو گیا۔ننھیال ہردو تھلہ (ہوشیار پور۔ بھارت) میں والدہ ساتھ لے گئیں۔ آپ کا گاؤں کینتھاں تھا۔ حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ نے 18 سال کی عمر میں بیعت فرمایا اور سایہ شفقت سر پر رکھا۔ آپ خواجہ دیوان صاحبؒ کی نعت شریف انہی کی طرز پر لکھی گئیں پڑھتے۔نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ تہجد گزار بھی تھے۔ آپ کے سات بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ جن میں پروفیسر محمد اسلم اعوان سر فہرست ہیں۔ آپ کا وصال 26 فروری 2007ء میں اروپ میں ہوا۔ مہاجرین کے قبرستان بر طرف محلہ بھنڈراں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ [از مکالمہ: پروفیسر محمد اسلم اعوان]

طاہر محمود مجددی:

طاہر محمود مجددی ولد غلام نبی 1966ء میں اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک اروپ سے ہی کیا اور پرائیویٹ ادارے میں ملازمت اختیار کی۔ مولانا سعید احمد مجددی کے دست پر بیعت کی۔نعت خوانی کا شوق بھی آپ کو اسی آستانے سے ملا۔ پھر آپ نے گوجراں والا کے بہت مشہور نعت خواں استاد میاں محمد یوسف نقشبندی (جن کا نام پاکستان کے نامور نعت خوانوں میں آتا ہے) کے باقاعدہ شاگرد بنے۔ اور 1995ء میں بہ طور نعت خواں سامنے آئے۔ چار البم سی ڈی کے صورت القمر کیسٹ ہاؤس اور ادارہ تنظیم الاسلام مارکیٹ میں آ چکے ہیں۔نعت خوانی کے سلسلے میں آپ پاکستان کے بڑے نعت خوانوں کو اروپ شریف میں متعارف کروا چکے ہیں۔

نذیر احمد صابری:

نذیر احمد ولد خوشی محمد 1965ء میں اروپ میں پیدا ہوئے۔ 1987ء میں حضرت پیر ریاض فرید چشتی صابریؒ معروف بہ رانجھن ماہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔نعت شریف کا آغاز مسجد اور اسکول سے کیا اور پھر دربار شریف میں بھی نعت کے لیے اکثر حاضری دیتے رہتے۔ آپ مختلف شہروں کی کئی بڑی محفلوں میں نعت پڑھ چکے ہیں۔ آپ کا تعلق درباری قوال پارٹی سے بھی رہا ہے جس میں آپ طبلہ نواز تھے اور اچھے راگ لگانے کے بھی ماہر تھے اب یہ درباری قوال پارٹی نہیں رہی۔

Scanned with CamScanner

اسد نذیر:

اسد نذیر ولد نذیر احمد 1992ء میں اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک 2008ء میں اروپ سے کیا اور آئی کام 2010ء میں گفٹ یونی ورسٹی سے سکالرشپ پر کیا۔ آپ پرائیویٹ ادارے میں اکاؤنٹس آفیسر ہیں۔ نعت خوانی کی نسبت آپ کو اپنے والد نذیر صابری سے ملی۔ نعت شریف کا آغاز اسکول سے کیا اور ہر سال مقابلوں میں پہلی پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ 2009ء میں آرٹ کونسل گوجراں والا ڈویژن کا محفلِ نعت مقابلہ ہوا جس میں آپ پہلے نمبر پر آئے اور اس کی بنا پر گفٹ یونی ورسٹی میں سکالرشپ ملی۔ اسی سال 2009ء گفٹ یونی ورسٹی میں مقابلہ نعت ہوا اس میں بھی آپ نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ 2014ء میں ریڈیو پاکستان گوجراں والا ڈویژن کا محفلِ نعت مقابلہ ہوا اور نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ حضرت خواجہ غریب نواز محمد دیوان چشتی صابریؒ کی بہت سی نعتوں کو نئی طرز میں کمپوز کیا ہے۔ نعت خوانی کی لگن میں، نئی نسل میں بہت کمال کی شخصیت ہیں۔

عطا اللہ:

آپ 2 اگست 1956ء میں اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک 1972ء میں اروپ سے کیا۔ 1973ء میں پی ٹی سی کا امتحان پاس کیا اور 1979ء میں تعلیم کے شعبے سے وابستہ ہوئے اور تعیناتی اروپ میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ایف اے اور سی ٹی کیا اور پھر 1995ء میں بی اے کیا اور اس کے بعد بی ایڈ (آپ ایک پرائمری اسکول اروپ کا واقع بتاتے ہیں کہ ایک روز ہم کچھ اساتذہ بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایک استاد قادیانی تھا تو میری کسی بات پر اس قادیانی استاد سے بحث ہوگئی تو اس نے میری تعلیم کو چیلنج کیا کہ تم کون سا بی اے، بی ایڈ ہو، تو میں نے کہا کہ اب تم کو بی اے، بی ایڈ کر کے دیکھاؤں گا۔ تو پھر میں نے بی اے، بی ایڈ چیلنج کے طور پر کیا)۔

1998ء میں اروپ ہائی اسکول میں آ گئے اور وہی سے ہی 2016ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ شروع سے ہی ایک اکیڈمی بنا رکھی ہے جس میں طالب علموں کو بلا معاوضہ پڑھاتے ہیں اور یہ سلسلہ اب تک قایم دایم ہے۔

شاذلی سلسلے سے بیعت ہیں۔ ایک بہت اچھے نعت خواں ہونے کی وجہ سے مختلف محافل میں نعت شریف پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہے۔

Scanned with CamScanner

نادر فراز:

آپ 1973ء میں فیض محمد چشتی صابریؒ کے ہاں اروپ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پرائمری تک تعلیم ہے اور کارپینٹر ہیں۔ کام کے سلسلے میں آج کل سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ نعت شریف کا آغاز بچپن میں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے کیا۔ آپ کی آواز بہت اچھی اور سریلی ہے اور کئی بڑی محافل میں نعت پڑھ چکے ہیں۔

☆☆

موضع اروپ کے فنکار اور قوال

تایا برکت علی (اداکار):

تایا برکت اکتوبر 1917ء میں نوردین پٹواری کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ اروپ کی قابلِ احترام شخصیت تھی۔ درزی کے پیشہ سے وابستہ رہے۔ بزرگ ہونے کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑا آپ کو "تایا برکت" کے نام سے یاد کرتا۔ اروپ سے لاہور چلے گئے تھے اور 1960ء کی دہائی میں فلم کے شعبہ سے منسلک ہوئے، جہاں کچھ کرداروں پر پرفارم بھی کیا۔ جن میں چند نمایاں فلموں کے نام درج ذیل ہیں۔ عشق نچاوے گلی گلی، مستانہ ماہی، زمانہ، سیاں اناڑی اور برداشت۔ 23 مارچ 2000ء میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

محمد شریف قوال (اروپ والے):

آپ ریاست پٹیالہ (بھارت) کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ موسیقی کی تعلیم اس وقت کے مشہور گائیک اساتذہ سے حاصل کی۔ اپنے مخصوص کلاسیکل انگ کی بہ دولت مہاراجاؤں اور امراء کے درباروں میں اکثر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے۔ 1947ء کے بعد لاہور آئے اور پھر موضع اروپ میں خواجہ برکت علیؒ کی بارگاہ میں حاضری دی۔

قیام پاکستان کے بعد جب محمد شریف موضع اروپ کے لیے چلے تو ادھر خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ (اروپ) نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ آج مخدوم علی احمد صابرؒ ہمارے لیے قوال بھیج رہے ہیں۔ خواجہ برکت علیؒ نے اسی نسبت سے خاں صاحب اور اہلِ خانہ کو ایک مکان دے

Scanned with CamScanner

کر مستقل رہائش فراہم کی۔ خاں صاحب کا وصال 1978ء میں اروپ میں ہوا اور مرقد خواجہ برکت علیؒ کے مزار کے صحن میں بنی۔

اختر شریف، صابر حسین خان قوال (اروپ والے):

فن قوالی میں نام پیدا کرنے والی دونوں شخصیات کا تعلق بھارت کے نامور قوال محمد شریف خان کے گھرانے سے ہے۔ جنہوں نے اپنے والد کی طرح قوالی کے فن کو دنیا میں پیش کر کے عروج حاصل کیا۔ اختر شریف قوال نے قوالی کا آغاز 1955ء میں اپنے والد گرامی کے ساتھ اکٹھے شروع کیا۔ اختر شریف صابر حسین خان نے استاذ بخشی سلامت علی خان قوال جو کہ اس وقت کے بہت نامور قوال اور استاد فتح علی خان، مبارک علی خان کے شاگرد تھے، ان کی شاگردی اختیار کی اور اپنے استاد کی خدمت کی۔ دونوں بھائیوں نے اندرون اور بیرون ملک بہت سے پروگرام پرفارم کیے۔ اختر شریف کو قوالی میں منفرد مقام حاصل ہے۔ یہ سریلے اور بول بانٹ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی صابر حسین خان راگ داری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ دونوں بھائی کلام کا چناؤ بہت اچھا کرتے ہیں۔ اختر شریف جو بڑے ہیں کی آواز کھلی اور بھرپور ہے جب کہ چھوٹے بھائی صابر حسین کی آواز قدرے مدھین (باریک) اور پرسوز ہے۔ دونوں کا تال میل خوب ہے۔ راقم الحروف کی سالانہ محفل میں ایک عرصہ تک حاضری دی۔

فتح محمد چیمہ:

آپ کی پیدائش تقریباً 1920ء کے لگ بھگ دین محمد چیمہ کے ہاں موضع اروپ محلہ چیمہ میں ہوئی۔ گائیکی کا شوق رکھتے تھے۔ لوک داستانیں مرزا صاحباں، سسی پنوں اور مناجات حضرت غوث الاعظمؒ، اور ڈھول شہزادہ پڑھنے میں اس قدر ملکہ حاصل تھا کہ میلے لوٹ لیتے۔ ایک مرتبہ بڑانوالی ضلع گوجراں والا میں عالم لوہار کے مقابلہ میں مرزا صاحباں کی داستان پڑھی۔ عالم لوہار نے اپنے ساتھ شمولیت اور معقول معاوضہ کی پیشکش کی مگر فتح محمد چیمہ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ گانا صرف میرا شوق ہے۔ جولائی 1983ء میں تقریباً 63 برس کی عمر میں وصال ہوا۔ ان کا بیٹا محمد منشاء اپنے والد کے فن کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

Scanned with CamScanner

محمد نذیر وارثی:

آپ ریاست پٹیالہ (بھارت) کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔آپ محمد شریف قوال کے بھائی تھے۔موسیقی کی تعلیم اس وقت کے مشہور گائیک اساتذہ سے حاصل کی۔اپنے مخصوص کلاسیکل انگ کی بہ دولت مہاراجاؤں اور امراء کے درباروں میں اکثر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے۔اپنے وقت کے بہت اچھے طبلہ نواز تھے۔1947ء کے بعد لاہور آئے اور پھر موضع اروپ میں سکونت اختیار کی۔

محمد نذیر خاں وارثی،فقیر بیدم شاہ وارثی" سے بیعت تھے۔آپ کو فقیر بیدم وارثی"، فقیر اوگھٹ وارثی"،فقیر حیرت شاہ وارثی"،فقیر ابر شاہ وارثی" اور مختلف بزرگانِ دین کا بہت زیادہ کلام زبانی یاد تھا جس میں اردو اور فارسی کلام شامل تھا،اکثر اوقات اپنی لگن میں چھوٹی بڑی محفل میں بیٹھے ہوئے یہ کلام پڑھتے رہتے تھے۔آپ کو وارثی سلسلے سے بہت زیادہ پیار تھا،اکثر اپنے وارثی بھائیوں کو ملنے لاہور اور دوسرے شہروں میں چلے جاتے تھے۔ایک دن ایسے ہی گھر سے لاہور گئے مگر واپس نہ آئے۔گھر والوں کی تلاش کے باوجود آپ کا کوئی پتہ نہ چل سکا،اس طرح آپ کے وصال کا کسی کو کوئی علم نہیں ہے۔آپ ایک درویش صفت انسان اور اچھے اخلاق کے مالک تھے۔راقم الحروف کے گھر اکثر تشریف لاتے۔

☆☆

موضع اروپ کے صحافی

امتیاز احمد اعوان:

آپ ملک منظور احمد اعوان آف ہردو تھلہ شریف (بھارت) کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ اور گورنمنٹ ڈگری کالج ڈسکہ سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔1991ء میں روزنامہ [پاکستان] سے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز کیا۔بعد ازاں 1996ء میں پاکستان کے سب سے بڑے اخبار [جنگ] سے منسلک ہوگئے اور 2015ء تک بہ

Scanned with CamScanner

طور سینئر رپورٹر ڈسٹرکٹ گوجراں والا کے صدر منتخب ہوئے۔ 8 جولائی 2015ء سے پی ٹی وی گوجراں والا کے نمائندہ خصوصی کے طور پر بھی کام کر رہے ہیں۔

محمد سعید اعوان:

محمد سعید اعوان 12 فروری 1962ء کو نذیر احمد اعوان تھلوی کے ہاں پیدا ہوئے۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ انٹر اور ڈگری کا امتحان گورنمنٹ کالج گوجراں والا سے پاس کیا۔ اسلامیہ یونی ورسٹی بہاول پور سے ایم اے انگلش کا امتحان دیا۔ English Language Teching کا ڈپلومہ پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے حاصل کیا۔ [The Frontier Post]، [The News] اور [Dawn] میں متعدد مضامین شایع ہو چکے ہیں۔ ان کا خصوصی شعبہ شوبز ہے۔ گوجراں والا ڈویژن کے واحد رائٹر ہیں جن کے دو سے زائد انگلش میں آرٹیکل ہیں۔

☆☆

موضع اروپ کے اربابِ سیاست

خان بہادر چوہدری محمد حسین بھنڈر:

موضع اروپ کا ذکر آتے ہی آج قدیم نسل کے حاشیہ خیال پر فوراً خان بہادر محمد حسین بھنڈر کا نام آتا ہے۔ حکومت برطانیہ نے آپ کو "خان بہادر" اور "او بی ای (OBE)" کے خطابات سے نوازا۔ آپ چوہدری محمد انور بھنڈر کے والد گرامی ہیں۔ 1947ء سے پہلے اروپ میں انہوں نے سکھوں کا زور توڑا اور اپنی وجاہت کو منوایا۔ چوہدری محمد حسین 28 ستمبر 1898ء میں چوہدری کرم الٰہی کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ 1916ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول گوجراں والا سے میٹرک۔ اسلامیہ کالج لاہور سے 1920ء میں بی اے پاس کیا اور 1922ء میں پنجاب یونی ورسٹی لاء کالج سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ اسی سال گوجراں والا میں وکالت کے پیشے کا آغاز کیا۔ انہوں نے وکالت کو اپنایا اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ [مہک گوجراں والا نمبر، ص، 749]

Scanned with CamScanner

چوہدری محمد حسین اپنی ذاتی، شرافت اور قابلیت کی بناء پر خاصے مقبول تھے اور یونی نسٹ پارٹی کے امید تھے۔ ان کے مقابلہ میں فیروز والہ کے غیر معروف مگر پُر جوش چوہدری ظفر اللہ خان کو لیگ کا ٹکٹ ملا تھا۔ [مہک گوجرانولہ، ص، 131]

چوہدری محمد حسین بھنڈر 1924ء میں ممبر ڈسٹرکٹ کونسل منتخب ہوئے۔ 30-1929ء میں انہیں دوبارہ بلا مقابلہ ڈسٹرکٹ کونسل کا رکن چنا گیا اور اس بار وہ ڈسٹرکٹ کونسل کے وائس چیئرمین رہے۔ انہوں نے کواپریٹو تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ وہ صوبائی کواپریٹو یونین کے رکن اور نائب صدر بھی رہے۔ پندرہ سال تک سنٹرل کواپریٹو بنک گوجراں والا کے اعزازی سیکرٹری کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ 1936ء میں گوجراں والا صوبائی اسمبلی کے بلا مقابلہ MLA (Member of Legislative Assembly) منتخب ہوئے۔ اس وقت پنجاب اٹک سے دہلی تک تھا۔ اور 36 اضلاع پر مشتمل تھا۔ اروپ کی پہلی میٹل سڑک اور بجلی کی فراہمی کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے۔

16 جون 1983ء کو چند روزہ علالت کے بعد مالک حقیقی سے جا ملے۔ انہیں ان کے آبائی گاؤں اروپ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کے تین بیٹے ہیں چوہدری محمد اکرم بھنڈر، چوہدری محمد اسلم بھنڈر اور چوہدری محمد انور بھنڈر۔ [مہک گوجراں والا نمبر، ص، 749، مکالمہ از راقم الحروف]

چوہدری محمد انور بھنڈر:

چوہدری محمد انور بھنڈر کی ولادت 3 اپریل 1929ء میں چوہدری محمد حسین بھنڈر کے ہاں موضع اروپ میں ہوئی۔ آپ اچھی طبیعت کے مالک ہیں اور بزرگان دین سے لگاؤ بچپن سے ہے۔ حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کے مریدوں میں شمار ہوتا ہے۔

پرائمری کے بعد میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے 1944ء میں پاس کیا۔ ہندو کالج سے ایف اے اور خالصہ کالج (اسلامیہ کالج) گوجراں والا سے 1948ء میں بی اے کی تعلیم حاصل کی۔ 1950ء میں پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے وکالت کا امتحان پاس کیا اور پریکٹس کا آغاز کیا۔

اپنی سیاسی زندگی کا آغاز 1954ء میں بہ طور ممبر ضلع کونسل کیا۔ 1957ء میں ضلع کونسل (ڈسٹرکٹ بورڈ) کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ 1960ء تا 1961ء میں یونین کونسل اروپ کے چیئرمین رہے۔ 16 جولائی 1963ء تا 12 جون 1969ء تک مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی

Scanned with CamScanner

کے اسپیکر مقرر ہوئے۔ 1977ء میں دوبار پنجاب اسمبلی کے اسپیکر مقرر ہوئے۔ مگر یہ دورانیہ بہت مختصر رہا۔ اسی دوران 1974ء تا 1989ء پاکستان بار کونسل کے رکن رہے۔ 1994ء تا 1999ء سینٹر کے عہدہ پر فائز رہے۔ 2003ء تا 2009ء دوبارہ سینیٹر منتخب ہوئے۔

چوہدری محمد انور بھنڈر بیان کرتے ہیں، 1965ء میں جنرل الیکشن کا اعلان ہوا۔ میں نے صاحب زادہ خورشید علی چشتی صابریؒ (معروف بہ چھوٹے بادشاہ) سے دعا کے لیے عرض کی اور کچھ دیر حاضر خدمت رہا۔ پھر گھر واپس آ گیا۔ تقریباً ایک ہفتہ بعد ایک آدمی آپ کا خط لے کر آیا۔ میں نے لفافہ کھولا تو تحریر تھا۔ تم بلا مقابلہ منتخب ہو گئے ہو۔ الیکشن جب شروع ہوا تو میرے مقابلے میں 7 آدمیوں نے درخواستیں دیں۔ میں دوبارہ حاضر ہوا تو فرمایا، کسی سے ووٹ مانگنے کی ضرورت نہیں، درخواستیں واپس لینے کی مقررہ تاریخ سے قبل ہی میرے تمام مخالف امیدوار ایک ایک کر کے مقابلہ سے دست بردار ہو گئے اور میں بلا مقابلہ مغربی پاکستان اسمبلی کا ممبر منتخب ہو گیا، اور بعد میں سپیکر بھی بن گیا۔ آپ کا وصال 27 ستمبر بروز جمعۃ المبارک 2019ء کو لاہور میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ اروپ میں لیڈی پارک میں بعد از نماز مغرب ادا کرنے کے بعد احاطہ حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابری میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ [از مکالمہ راقم الحروف]

صاحب زادہ ملک غلام فرید:

صاحب زادہ ملک غلام فرید موضع اروپ ضلع گوجراں والا میں 1942ء میں صاحب زادہ ملک دیدار علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ایک بار آپ بڑے بادشاہ سلامتؒ کی انگلی پکڑے جا رہے تھے کہ خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ نے فرمایا کہ دیدار علی کا دل چاہتا ہے کہ میرا بیٹا غلام فرید اسمبلی کا ممبر بنے۔ چناں چہ آپ 1985ء میں پنجاب اسمبلی کے ممبر بنے۔ 2013ء کے انتخابات میں آپ دوبارہ صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

مسز شازیہ فرید:

آپ صاحب زادہ ملک غلام فرید کی صاحب زادی ہیں۔ پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے ایم اے اردو پاس کیا۔ 2008 تا 2013 پاکستان مسلم لیگ (ن) پنجاب اسمبلی کی ممبر اور اسپیشل کمیٹی پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کی ممبر رہیں۔ اس کے علاوہ بہ طور ایجوکیشن سٹرلنگ کمیٹی، گوجراں والا کی چیئر پرسن اور چیف منسٹر ٹاسک فورس فار وومن ڈویلپمنٹ کی وائس چیئر پرسن کے فرائض سر انجام

رہے۔ مئی 2013ء کے انتخابات میں مسلم لیگ (ن) کے ٹکٹ پر خاتون سیٹ پر ایم این اے منتخب ہوئیں۔ آپ مسلم لیگ (ن) ضلع گوجراں والا کی سیکرٹری ہیں۔

شاہد اکرم بھنڈر:

آپ کی پیدائش 1954ء میں ہوئی۔ پاکستان آرمی میں کیپٹن رہے۔ 1979ء میں لاء کرنے کے بعد فوج سے دست بردار ہو گئے۔ 1985ء میں ضلع کونسل کے الیکشن میں حصہ لیا۔ 1990ء اور 1997ء میں MPA رہے۔ 2002ء کو MNA منتخب ہوئے۔ وزیر مملکت برائے قانون رہے۔

چوہدری نوید انور بھنڈر:

چوہدری نوید انور 22 اپریل 1957ء کو چوہدری محمد انور بھنڈر کے ہاں پیدا ہوئے۔ لاہور سے بنیادی تعلیم کے بعد پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے کیمیکل انجینئر کی ڈگری حاصل کی۔ کچھ عرصہ راوی ریان لاہور میں ملازمت کی۔ انگلستان سے ایم بی اے اور ایم ایس سی پروجیکٹ مینجمنٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ کینیڈا سے فنانس میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ 2005ء میں یونین کونسل اروپ کے ناظم بھی منتخب ہوئے۔

فرید اقبال اعوان:

26 دسمبر 1969ء کو غلام نبی اعوان کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ انٹر گورنمنٹ کالج گوجراں والا، بی اے کا امتحان ایم اے او کالج لاہور سے پاس کیا۔ تعلیم کی تکمیل پر پاکستان یوتھ آرگنائزیشن کے پلیٹ فارم سے منشیات کے خلاف تحریک کا آغاز کیا۔

سیاست کا باقاعدہ آغاز 1998ء سے کیا۔ 2001ء میں ناظم یونین کونسل اروپ منتخب ہوئے۔ مئی 2013ء کے انتخابات میں صوبائی اسمبلی پنجاب پی۔ پی 95 کے آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن میں حصہ لیا اور قابل ذکر ووٹ حاصل کر کے تیسرے نمبر پر رہے۔ نومبر 2015ء میں چیئرمین یونین کونسل اروپ منتخب ہوئے۔

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر مہر علی چیمہ:

آپ کی پیدائش 6 دسمبر 1961ء میں رحمت علی چیمہ کے ہاں موضع اروپ میں ہوئی۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ اور انٹر گورنمنٹ کالج گوجراں والا سے پاس کیا۔ بی فارمیسی پنجاب فارمیسی کونسل سے کی۔ اروپ میں میڈیکل کے شعبہ میں نام پیدا کیا۔ سیاست کے میدان میں اہم کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ 2001ء اور 2005ء میں نائب ناظم یونین کونسل اروپ رہے۔ آٹھ سال وارڈ نمبر 5 میں چیئرمین زکوۃ وعشر کمیٹی خدمات انجام دیں۔

چوہدری مظفر حسین بھنڈر:

آپ کی پیدائش 10 مارچ 1974ء کو موضع اروپ میں منور حسین بھنڈر کے ہاں ہوئی۔ بی اے کی تعلیم گورنمنٹ کالج گوجراں والا سے حاصل کی۔ محکمہ ٹیلی فون میں بہ طور سپروائزر 19 سال تک فرائض سرانجام دیے۔ تقریباً کچھ عرصہ سے سیاست سے وابستہ ہیں۔ رحمن ویلفیئر سوسائٹی کی سرپرستی بھی آپ کے ذمہ ہے۔ اس تنظیم کا کام علاقہ میں انسانیت کی فلاح و بہبود سے متعلق معاملات کو دیکھنا ہے اور ان کی بروقت مدد کرنا ہے۔ 2010ء سے یہ فلاحی تنظیم موضع اروپ میں مختلف کام سرانجام دے چکی ہے۔ آپ 2013ء میں اروپ یونین کونسل کے وائس چیئرمین منتخب ہوئے۔

☆☆

دیگر شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد

چوہدری غلام صابر:

آپ 18 اپریل 1945ء کو محمد خاں بھنڈر کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1960ء میں پبلک ہائی اسکول گرجاکھی دروازہ گوجراں والا سے میٹرک پاس کیا۔ ایف اے اور بی اے کے بعد 1960ء میں بہ طور ASI بھرتی ہوئے۔ 1971ء میں مشرقی پاکستان روانگی ہوئی اور بہ طور جنگی قیدی گوالیار، بھارت میں رہنے کے بعد 1973ء میں واپس آئے۔ آپ بلا مقابلہ ممبر یونین کونسل اور چیئرمین زکوۃ وعشر کمیٹی بھی رہے۔

Scanned with CamScanner

نوازش علی بھنڈر:

آپ اللہ داد بھنڈر کے صاحب زادے ہیں۔ 1956ء میں پیدا ہوئے۔ الیکٹریکل انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی اور ننندی پور میں 12 سال تک ملازمت جاری رکھی۔ 1999ء میں کینیڈا منتقل ہوگئے۔

خدایار بھنڈر:

آپ اگست 1947ء میں اروپ ضلع گوجراں والا میں چوہدری کرم الٰہی کے ہاں پیدا ہوئے۔ پرائمری اور میٹرک کا امتحان اروپ سے پاس کیا۔ ایف ایس سی گورنمنٹ کالج گوجراں والا اور بی ایس سی گورنمنٹ کالج لاہور سے پاس کی۔ آپ سول چیف انجینئر کے عہدہ سے 2007ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ محکمہ پنجاب ہائی وے ڈیپارٹمنٹ میں تعینات رہے۔ بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ میں بھی بہ طور پروجیکٹ مینجر کام کیا۔ لاہور میں ماڈل ٹاؤن میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ جن میں ایک بیٹا میڈیکل کالج میں تعلیم حاصل کر رہا ہے، دوسرا بیٹا قطر میں ملازمت پر فائز ہے اور ایک بیٹی ڈاکٹر، چھوٹی صاحب زادی ایم بی اے ہے۔

ملک امانت علی:

قدیم بزرگوں کے بہ قول آپ بہت بلند و بالا، طاقت ور، خوب صورت اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ ہمیشہ مظلوم اور غریب انسانوں کی حمایت کرنے والے۔ آپ ریلوے انجینئر کے عہدہ پر فائز تھے۔ 1929ء میں وفات ہوئی۔ بڑا قبرستان نزد عطاء محمد اسکول گوجراں والا میں سپرد خاک کیا گیا۔ اروپ کے قدیم رہائشی ملک صلاح الدین کشمیری کے عزیزوں میں سے تھے۔

غلام سرور بھنڈر:

آپ موضع اروپ میں چوہدری فضل احمد بھنڈر کے ہاں 5 نومبر 1946ء کو پیدا ہوئے۔ 1962ء میں میٹرک کیا۔ 1967ء میں بی ایس سی آنرز ایگریکلچر زرعی یونی ورسٹی فیصل آباد سے پاس کیا۔ 1969ء میں ایم ایس سی آنرز ایگرانومی (Agronomy) کی ڈگری حاصل

Scanned with CamScanner

کی۔ 1971ء میں ایگری کلچر آفیسر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فیصل آباد تعینات ہوئے۔ نومبر 2006ء کو بہ طور ایگرانومسٹ رائس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کالا شاہ کاکو ریٹائرڈ ہوئے۔

شکور علی چیمہ:

آپ 1951ء میں رحمت علی چیمہ کے ہاں اروپ میں پیدا ہوئے۔ 1968ء میں میٹرک اروپ سے اور ایف اے 1970ء میں گورنمنٹ کالج گوجرانوالا سے پاس کیا۔ 1976ء میں آپ نے محکمہ صحت میں نوکری اختیار کر لی، اور کلرک، ہیڈ کلرک سے ہوتے ہوئے آفس سپرنٹنڈنٹ کے عہدے تک کے سفر طے کیے۔ 1999ء اور 2009ء کا کچھ عرصہ آپ نے سیالکوٹ میں بھی گزارا مگر باقی کی تمام ملازمت گوجرانوالا میں ہی سرانجام دی۔ آفس سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے 2011ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ سماجی خدمات کے حوالے سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔

احسان الٰہی چیمہ:

آپ کی پیدائش 1959ء میں اروپ میں ہوئی۔ میٹرک اروپ سے 1975ء میں کیا۔ 1977ء میں ایف ایس سی اور 1979ء میں بی ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد 1984ء میں فارماسسٹ کا امتحان پاس کیا۔ 1985ء میں آپ نے ایم فل کیا اور 1988ء میں اپنا ایک پرائیویٹ ہسپتال اروپ موڑ پر بنالیا، دو سال تک پریکٹس کی۔ 1990ء میں آپ بہ طور ہسپتال فارماسسٹ گورنمنٹ سول ہسپتال گوجرانوالا میں خدمت سرانجام دینے لگے۔ اور تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گزارا۔ اس کے بعد 1998ء میں ڈرگ انسپکٹر جہلم تعینات ہوئے۔ 1999ء تا 2002ء چکوال کے ڈرگ انسپکٹر رہے۔ 2003ء میں حافظ آباد کے ڈرگ انسپکٹر بنے اور یہاں دو سال گزارے۔ 2005ء میں بہ طور ڈرگ انسپکٹر گوجرانوالا میں چارج سنبھالا۔ 2007ء تا 2009ء سیالکوٹ میں ڈرگ انسپکٹر تعینات رہے۔ 2010ء تا 2012ء بہ طور اوایس ڈی پسرور اور اس کے بعد اوکاڑہ پھر ساہیوال میں تعینات رہے۔ آپ ایک بار پھر بہ طور ڈرگ انسپکٹر سیالکوٹ آ گئے اور 2014ء میں گوجرانوالا بہ طور ڈسٹرکٹ ڈرگ کنٹرولر تعینات ہوئے۔ 2015ء تا 2016ء بہ طور ڈسٹرکٹ ڈرگ کنٹرولر گجرات میں گزارا۔ نومبر 2016ء میں

Scanned with CamScanner

صوبہ پنجاب کی ڈرگ ناسک فورس کے ممبر بن گئے اور تا حال وہیں ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ شاذلی سلسلے میں بیعت بھی ہیں۔

صفدر علی چیمہ:

آپ 1960ء میں رحمت علی چیمہ کے ہاں اروپ میں پیدا ہوئے۔ 1978ء میں محکمہ بنیادی مرکزِ صحت میں نوکری اختیار کر لی، اور سپروائزر کی ڈیوٹی سرانجام دینے لگے۔ 2010ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ کی شخصیت سماجی کارکن کی وجہ سے مقبولِ عام تھی۔ غریب لوگوں کا سہارا اور شفقت کا دستِ راست تھے۔ آپ بہت ہی اچھے اخلاق کے مالک بھی۔ زندگی کے آخری چند سال جگر کے عارضہ میں مبتلا رہے جس کی وجہ سے باوجود علاج کے صحت یاب نہ ہو سکے اور جنوری 2016ء میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

محمد اسلم چیمہ:

آپ 7 اکتوبر 1962ء کو خوشی محمد چیمہ کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق اروپ محلہ چیمہ کی با اثر فیملی سے ہے۔ آپ نے میٹرک کا امتحان 1978ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے پاس کیا۔ ملازمت کا آغاز 1981ء کو لاہور سے کیا۔ 1989ء کو کمشنر آفس گوجراں والا میں بہ طور اسسٹنٹ ناظر ذمہ داری سنبھالی۔ 1999ء میں ڈویژنل ناظر کمشنر آفس تعینات ہوئے۔ پھر 2016ء تک D.C.O آفس میں ڈسٹرکٹ ناظر رہے۔ جب کہ 2017ء سے تا حال ڈپٹی کمشنر آفس میں سپریٹینڈنٹ اور ڈسٹرکٹ ناظر کے عہدے پر فائز ہیں۔

اسلم چیمہ صاحب ایک ملن سار اور خلق خدا کی خدمت کرنے والی شخصیت ہیں۔ اپنے وسیع تعلقات اور اختیار کو انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

نذر حسین چیمہ:

آپ 1966ء میں غلام رسول چیمہ کے ہاں اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک 1983ء میں اروپ سے پاس کیا۔ اسکول کے بہت اچھے کھلاڑیوں میں آپ کا نام سرِ فہرست رہا ہے، کبڈی اور گولہ بازی کے بہترین کھلاڑی بھی رہے۔ 1988!ء میں آپ نے محکمہ بنیادی مرکزِ صحت میں

Scanned with CamScanner

نوکری اختیار کر لی اور سپر وائزر کی ڈیوٹی سر انجام دینے لگے۔ آپ 1994ء میں اروپ مارکیٹ کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے۔ 2013ء میں آپ نے محکمہ بنیادی مرکزِ صحت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ کی شخصیت سماجی کارکن کی وجہ سے مقبولِ عام ہے۔ آپ غریب لوگوں کو سہارا دیتے ہیں، اور دینی و دنیاوی معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

سجاد حسین اشرف:

2 مارچ 1980ء کو موضع اروپ میں پروفیسر میاں محمد اشرف کے ہاں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے میٹرک، گورنمنٹ کالج گوجراں والا سے ایف ایس سی اور ہیلے کالج آف کامرس لاہور سے بی کام کا امتحان پاس کیا۔ انسٹی ٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹینٹس آف پاکستان سے C.A انٹر کیا۔ آج کل سمبڑیال ڈرائی پورٹ (سیالکوٹ) میں بہ طور ٹیم لیڈر فنانس اینڈ اکاؤنٹس کام کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر شفیق احمد اعوان:

آپ حاجی نذیر احمد اعوان کے صاحب زادے ہیں اور موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ 1983ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایف ایس سی اور ایم ایس سی کیمسٹری کے امتحانات گورنمنٹ کالج لاہور سے پاس کیے۔ ایم ایس سی میں گورنمنٹ کالج لاہور میں پہلی اور پنجاب یونی ورسٹی میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ ایم فل کی ڈگری قائد اعظم یونی ورسٹی اسلام آباد سے حاصل کی جب کہ Ph.d کی ڈگری کنگ فہد یونی ورسٹی دہران، سعودی عرب سے حاصل کی۔ آج کل بہ طور پرنسپل سائنسٹیفک آفیسر جوہر آباد گروٹ چوک کام کر رہے ہیں۔

محمد ارسلان خاں:

محمد ارسلان خاں، راج محمد خاں کے گھر 12 فروری 1988ء کو پیدا ہوئے۔ فیصل میموریل انگلش ہائی اسکول اروپ سے میٹرک اور گورنمنٹ کالج گوجراں والا سے FSc کا امتحان پاس کیا۔ لاہور Pharmaceutical Sciences College سے فارمیسی کی ڈگری حاصل کی۔ قائد اعظم یونی ورسٹی اسلام آباد سے ایم فل کیا۔ 16 اپریل 2015ء سے بہ طور ڈرگ انسپکٹر نوشہرہ

درگاں (گوجراں والا) میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

☆☆

سماجی، رفاہی ادارے اور ان سے وابستہ شخصیات

چوہدری مالک دین ملنگ:

آپ کی پیدائش 1897ء میں موضع اروپ میں ہوئی۔ جوانی کے دور سے ہی خواجہ برکت علی چشتیؒ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ تقریباً 5 سال کا عرصہ ان کے ساتھ گزارا اور انہی سے روحانی تربیت ہوئی۔ 1940ء کی دہائی میں خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کے دستِ حق پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ بہت ہی مضبوط جسم کے مالک تھے۔ باوقار، جفاکش اور دیانت دار تھے۔ قد 6 فٹ اونچا، عمر 104 سال کی پائی۔

1963ء میں یونین کونسل کے بی ڈی ممبر (Basic Democradic Member) رہے، جس کا عرصہ تقریباً 4 سال ہوتا تھا۔ تین مرتبہ اس عہدہ پر نمائندگی ملی۔ موضع اروپ میں رفاہی معاملات میں بہت اہم کردار ادا کیے۔ جامع مسجد گلزار مدینہ کی بنیاد 1930ء کے عشرہ میں رکھی۔ دایرہ گجودی پتی کی بنیاد تقریباً 1960ء کے عشرہ میں اور مقامی جنازگاہ کی بنیاد بھی 1963ء میں رکھی۔ محلہ چیمیاں کے ناظم الصلوۃ کمیٹی بھی رہے۔ وصال 2001ء میں سو سال سے زائد عمر میں ہوا۔ خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کے مزار اقدس کے عقب میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

حاجی شاہ محمد:

بے لوث عوامی خدمت میں شہرت رکھنے والے حاجی شاہ محمد کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ 11 اگست 1928ء کو موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان اسلامیہ ہائی اسکول لاہور کینٹ سے پاس کیا۔ کئی ایک دیگر ملازمتوں کے بعد ائیر فورس میں بہ طور سپلائی اسسٹنٹ بھرتی ہوئے اور بہ طور چیف ٹیکنیشن جولائی 1976ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ ریٹائرڈمنٹ کے بعد بے لوث عوامی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔ U.B.L بینک اروپ میں تین سال تک لوگوں کے یوٹیلٹی بلز

وصول کرتے رہے۔ بعد ازاں بہ ذریعہ پوسٹ آفس اپنی ان خدمات کو جاری رکھا۔ گورنمنٹ مڈل اسکول اروپ اور گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ میں تدریسی فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ مسجد کمہاراں، محمدی مسجد اور جنازگاہ کی تعمیر میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔

مرزا عنایت بیگ:

آپ مرزا سردار بیگ کے ہاں کماں بروٹی تحصیل برنالہ ضلع بھمبر آزاد کشمیر میں 1936ء میں پیدا ہوئے۔ تقسیم پاکستان کے وقت اپنے خاندان کے ساتھ موضع اروپ تشریف لے آئے، اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال تھی۔ آپ کی شخصیت بہت ہی شریف اور نرم مزاج تھی۔ آپ اروپ میں ایک سرپنچ کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ اکثر اوقات بہت الجھے ہوئے معاملات کو بہت احسن طریقے سے سلجھا دیتے، لوگ آپ کے فیصلے سے متفق ہوتے۔ چہرہ نورانی اور بارونق تھا، اور لباس بارعب اور شاہانہ تھا۔ ہمیشہ سلام لینے میں پہل کرتے اور صوم وصلوٰۃ ونماز کے پابند تھے۔ 8 اگست 2005ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ نے نہایت سادہ زندگی گزاری۔

بے جی رحمت بی بی:

بے جی رحمت بی بی (والدہ ماجدہ ماسٹر عطا اللہ) آپ کی پیدائش تقریباً 1918ء میں ہوئی۔ اس وقت (2018ء) آپ کی عمر تقریباً 100 سال ہے۔ آپ نے آج سے 60 سال پہلے قرآنی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ محلے کی بچیوں اور بڑی عورتوں کو قرآن پاک پڑھانے کی تعلیم دیتی۔ یہ قرآن پڑھانے کا سلسلہ آپ نے 50 سال تک جاری رکھا اور اس کے بعد آپ کی پوتیوں نے یہ سلسلہ ابھی تک جاری رکھا ہوا ہے۔ آپ کو اسلامی علم پر بہت زیادہ عبور حاصل ہے۔ محلے کے اکثر گھروں میں آپ محفلِ پاک پر بیان بہت اچھا فرماتی ہیں جس سے محفل میں جان آ جاتی ہے۔ عمر کے اس حصے میں بھی آپ کو دینی علوم پر دسترس حاصل ہے۔ آپ کی نسبت سے آپ کا گھرانہ بہت تعلیم یافتہ اور دینی تعلیم میں بھی بہت آگے ہے۔

پھوپھو فاطمہ:

آپ میاں عبدالعزیز کے ہاں اروپ میں ہوئی۔ میٹرک کے بعد محکمہ صحت میں نوکری

Scanned with CamScanner

اختیار کر لی۔ 1999ء کا اور 2009ء کا کچھ عرصہ آپ نے سیالکوٹ میں بھی گزارا مگر باقی کی تمام سروس آپ نے گوجرانوالا میں ہی ڈیوٹی سرانجام دی۔ آپ سماجی خدمات کے حوالے سے بھی پہچانی جاتی ہیں۔ غریب اور ضرورت مند لوگوں کے علاوہ، اپنے عزیز و اقارب کے بچوں کو بھی نوکریوں پر لگوایا۔ گفت گو کا لہجہ بہت دھیمہ اور نرم ہے اور بہت ہی اچھے اخلاق کی مالک، پانچ وقت کی نمازی ہیں۔

حافظ سلیم اللہ چشتی سیالوی:

آپ کی پیدائش میاں معراج دین کے ہاں ہوئی۔ 1972ء میں جامعہ رضویہ بھکی شریف پھالیہ سے قرآنِ پاک حفظ کیا۔ اروپ کے پہلے حافظ ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔ 1972ء میں حضرت حافظ محمد قمرالدین چشتی سیالویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے جن کی وجہ سے آپ چشتی سیالوی کہلاتے ہیں۔ آپ اور قاری علی حسین چشتی سیالوی ایک ہی وقت میں حضرت حافظ محمد قمرالدین چشتی سیالویؒ سے بیعت ہوئے اور دونوں ایک ہی مدرسہ (جامعہ رضویہ بھکی شریف پھالیہ) کے فارغ التحصیل ہیں۔

آج سے 45 سال پہلے قرآنی تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کو دینی تعلیم کی طرف لے کر جانے والے جناب حضرت پیر سید خضر حسین چشتی ہیں، جنہوں نے آپ کے والد صاحب سے اجازت لے کر آپ کو جامعہ رضویہ بھکی شریف پھالیہ میں داخل کروایا۔ جہاں حضرت پیر سید خضر حسین چشتی صاحب کی زیرِ نگرانی قرآن پاک حفظ کیا۔ آپ ۱۲ ربیع الاوّل کو میلاد شریف کے سلسلے میں بچوں کا جلوس نکالتے ہیں، جس میں علاقہ بھر کے بچے شرکت کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ بہت عرصے سے جاری و ساری ہے۔ پیشے کے اعتبار سے آپ کارپینٹر ہیں۔

چوہدری لیاقت علی بھنڈر:

کچھ لوگ بہ طور زمین دار یا سیاست یا کاروبار کے لحاظ سے بڑے نہیں ہوتے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ کام، خدمت انسانیت کر کے ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتے ہیں۔ ایسی ہی ایک شخصیت چوہدری لیاقت علی بھنڈر کا نام آتا ہے۔ آپ ارشاد احمد بھنڈر چوپال والے کے والد محترم

Scanned with CamScanner

ہیں۔ وہ ایک چھوٹے زمین دار تھے لیکن ان کے ڈیرہ پر آنے والا ہر مہمان اور مسافر ان کے جذبہ خدمت سے فیض یاب ہوتا۔ ان کے رہنے کا انتظام اور کھانے کا خیال رکھا جاتا۔ گاؤں کے متعدد لوگوں کو دور دراز کے علاقوں میں محض اس وجہ سے پذیرائی ملی کہ لوگ چوہدری لیاقت علی بھنڈر کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہتے تھے۔ انھوں نے فروری 1989ء میں وفات پائی، اپنے پیچھے خدمت خلق کی لازوال اور قابلِ فخر مثال چھوڑ گئے، جو کہ پورے اروپ میں مشہور ہے۔

اروپ کے شمال میں بہت دور تقریباً دس میل عین شمال میں ایک چھوٹا سا گاؤں موضع چندر کے واقع ہے۔ دسمبر 1976ء کے ایام کا ذکر ہے ان دنوں موٹر سائیکل / ٹرالی، ٹریکٹر عام نہ تھے، چناں چہ گائے بھینس کی خرید و فروخت کے لیے پیدل ہی سفر کرنا پڑتا۔ اروپ نہر کنارے مویشیوں کے ایک ڈیرہ پر موضع چندر کے سے گاؤں کا سربراہ بھینس خریدنے آیا۔ سادہ ماحول اور تکلفات سے مبرّا طرز زندگی کا چلن عام تھا۔ چناں چہ گاؤں کے سربراہ چوہدری وغیرہ کو بھی بھینس کے ہم راہ پیدل چلتے ہوئے گھر پہنچنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتا تھا۔ دسمبر سردیوں کے چھوٹے دن، عصر کے بعد دھند اور جلدی شام ہو گئی تھی۔ بھینس فروخت کرنے والوں نے بھی جگہ کی کمی کا عذر کرتے ہوئے، رقم وصول کرنے کے بعد، رات ٹھہرنے سے انکار کرتے ہوئے اسے بھینس دے کر ٹرخاتے ہوئے رخصت کر دیا!

وہ پردیسی اس کے بعد محلہ بھنڈراں میں آیا، یہاں پر باہر کنوؤں پر ایک آدھ ڈیرہ پر اسے وہی مذکورہ بالا جواب ملا۔ اسی دوران کسی قدیم مزاج شناس رہائشی نے پردیسی (سربراہ موضع چندر کے) کو مشورہ دیا۔ بھائی! رات بڑھتی جا رہی ہے، تم ایسا کرو کہ لیاقت علی بھنڈر (چوپال والے) کے ڈیرہ پر چلے جاؤ، نہ صرف بھینس کے رات کو ٹھکانہ کے انتظام کے علاوہ تمھیں بھی رات کو کھانا اور لحاف بستر وغیرہ مل جائے گا۔

وہ بیچارہ پریشان حال لیاقت علی بھنڈر کے ڈیرہ پر پہنچا۔ مرحوم لیاقت علی بھنڈر نے اسی وقت بچوں کو گھر بھیج کر رات کے کھانے کا انتظام کیا اور ڈیرہ پر بستر کے ساتھ ساتھ حقہ نوشی کا بھی اہتمام کیا۔ صبح ہوتے ہی اسے باقاعدہ پراٹھوں وغیرہ کے ناشتہ کے بعد دن چڑھے رخصت کیا۔ یہ نیکی رائیگاں نہیں گئی بل کہ پورے اروپ کے لیے نیک نامی کا باعث بنی۔ وقت گزرتا گیا، جنوری

1977ء میں عام انتخابات کا اعلان کر دیا گیا۔ سیاسی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ شہروں کی نسبت دیہات میں انتخابی مہم قدرے مشکل تھی۔ ہر گاؤں میں جا کر جلسے کرنے کا تصور بہت کم تھا، بل کہ گاؤں کے سربراہ کی مشاورت سے ہر بڑے ڈیرہ پر جلسہ ہوتا۔ چناں چہ ایک دن امیدواروں کے سپورٹر مختلف دیہاتوں میں پھرتے پھراتے ووٹ مانگنے کے لیے موضع چندر کے گئے تو شومئ قسمت سے دسمبر کی اسی سردرات اور بھینس والے سربراہ کے ڈیرہ پر پہنچ گئے۔ مذکورہ بالا سربراہ نے ان سیاسی امیدوار کے سرکردہ سپوٹروں کو صاف جواب دیا کہ مَیں آپ کو یا آپ کے امیدوار کو نہیں جانتا۔ ہاں البتہ اگر آپ محترم لیاقت علی بھنڈر چوپال والے کو یہاں لانے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر مَیں ہی نہیں بل کہ میرا سارا گاؤں موضع چندر کے جہاں بھی لیاقت علی بھنڈر کہیں گے ووٹ دے گا۔ چناں چہ اگلے ہی دن وہ سپورٹر لیاقت علی بھنڈر کو اپنے ہم راہ لے گئے تو اس نے تمام آنے والوں کے لیے پُرتکلف ضیافت کا اہتمام کرنے کے علاوہ انتخابی مہم میں اہم کردار ادا کرتے ہوئے اردگرد کے دیہاتوں سے بھی ووٹ لے کر دیے۔ سچ ہے کہ نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

ملک الطاف حسین:

16 جولائی 1966ء کو نواب دین کے ہاں موضع اروپ میں پیدا ہوئے۔ اروپ کے ایک محنتی اور سماجی کارکن ہیں۔ محکمہ تعلیم میں 30 سال سے منسلک ہیں۔ اروپ میں فری ڈسپنسری کے آغاز کا سہرا بھی انھی کے سر ہے۔ جامعۃ الاسلامیہ اروپ میں بہ طور خادم فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

خدا یار اعوان:

خدا یار کی پیدائش 22 اکتوبر 1977ء کو موضع اروپ میں عبدالحمید اعوان کے ہاں ہوئی۔ 2005ء میں موضع اروپ کے سابقہ جنرل کونسلر بھی رہے۔ رفاعی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ قبرستان کی صفائی، مساجد کی دیکھ بھال اور عوام الناس کی خدمت اس میں شامل ہے۔ سلسلہ صابریہ سے وابستگی بہت اعلیٰ درجہ کی ہے، اس نسبت کی بہ دولت آپ کے تینوں صاحب زادے محمد عبدالرحمن، محمد یوسف اور محمد وہاب بھی صابری ہیں۔

Scanned with CamScanner

اللہ بادشاہ گروپ:

عثمان اختر چیمہ اللہ بادشاہ گروپ کے سرپرستِ اعلیٰ ہیں۔آپ پیشے کے اعتبار سے وکیل ہیں۔اللہ بادشاہ گروپ کے صدر محمد ریاض ہیں اور دیگر ممبر باؤ ادریس، محمود مہر، مرید حسین اور اسد بیگ ہیں۔اللہ بادشاہ گروپ ۱۲ ربیع الاوّل کو اپنے چوک کو بہت ہی خوب صورتی کے ساتھ سجاتے ہیں۔یہ گروپ ۱۲ ربیع الاوّل اور ۱۰ محرم الحرام کو لنگر کا انتظام بھی کرتے ہیں اور اس کے علاوہ خدمتِ انسانیت بھی ان کے ذمہ ہے۔

دیگر کمیٹیاں درج ذیل ہیں:

خواجہ غریب نواز گروپ:

میلاد کمیٹی:

انجمن خادمانِ مصطفیٰ:

الرحمن ویلفیئر سوسائٹی:

☆☆

موضع اروپ کی مساجد

جامع مسجد نورِ مبین (محلہ بھنڈراں، اروپ):

اروپ کی سب سے قدیم دوسری جامع مسجد نورِ مبین ہے۔اس مسجد میں بھی بہت بڑے عالم و فاضل لوگ بہ حیثیت خطیب و مبلغ رہے ہیں جن میں حکیم فیروز دین (وفات 1960ء)، حکیم عنایت اللہ مرحوم (وفات 1986ء) اور علامہ چشتی شامل تھے۔

Scanned with CamScanner

مسجد غوثیہ (معروف بہ چھوٹی مسجد):

مسجد غوثیہ چھوٹی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا نام تبدیل کر کے غوثیہ مسجد رکھا گیا۔ یہ مسجد بھی بہت قدیم ہے (گجو پتی دایرے والی مسجد) اس مسجد کو مولوی سردار علی نے آباد کیا۔ مولوی صاحب کا ایک اہم کردار جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مسجد غیر آباد ہو چکی تھی۔ اس کی وجہ وہ جنات کا قبضہ تھا، جس وجہ سے لوگ خوف کے مارے مسجد میں نہ جاتے۔ اس مسجد کی خدمت بہ حیثیت خطیب و مبلغ مولوی سردار علی کے بیٹے ماسٹر غلام غوث پچھلے تقریباً 40 سال سے کر رہے ہیں۔

جامع مسجد گلزار مدینہ:

اروپ کی قدیم مساجد میں شمار ہوتا ہے۔ جو پرانے عہد کی بتائی جاتی ہے۔ مختلف ادوار میں اس کی تزئین و آرایش ہوتی رہی ہے جس میں باؤ اللہ دتہ گورائیہ، بابا مالک ملنگ نے اس کے رقبے کو وسیع کیا۔ اس مسجد میں بھی بہت بڑے علم و فاضل لوگ بہ حیثیت خطیب و مبلغ رہے ہیں۔ عمر رسیدہ اور پرانے لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ قیام پاکستان سے بہت عرصہ قبل اسی قدیم ترین مسجد میں وادی کشمیر کے شہر پونچھ کے بہت بڑے عالم دین مولانا نور محمدؒ پونچھ والے، اس مسجد میں اروپ کے نوجوانوں کو ترجمہ کے ساتھ قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ ان کے بعد جن علماء نے اپنے فرایض سرانجام دیئے ان میں میاں سردار احمد، قاری علامہ محمد یوسف، مولوی منوّر اقبال شامل ہیں اور اب پچھلے 32 سال سے علامہ قاری علی حسین چشتی سیالوی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

جامع مسجد تاج دین:

اروپ کی جامع مسجد تاج دین محلہ بھنڈراں، ویگن اڈہ پر واقع ہے۔ یہ مسجد تاج دین صاحب کے بیٹوں نے اپنے والد کے نام پر بنوائی۔

جامع مسجد بادشاہی (مسجد دربار والی):

اروپ کی جامع مسجد بادشاہی 1965ء میں بادشاہ سلامت حضرت دیدار علی چشتی صابری نے تعمیر کروائی۔ یہ مسجد پہلے ایک کمرے پر مشتمل تھی پھر آہستہ آہستہ بڑے ہال اور بڑے صحن پر قایم کر دی گئی۔

Scanned with CamScanner

مسجد لکھ داتا:

اروپ کی مسجد لکھ داتا/لکھاں داتا دربار کے احاطے میں واقع ہے اور اسی نسبت سے اس مسجد کو مسجد لکھ داتا کا نام دیا گیا۔

جامع مسجد لال دین:

اروپ کی جامع مسجد لال دین اروپ موڑ پر واقع ہے۔

جامع مسجد تاجدارِ مدینہ:

اروپ کی جامع مسجد تاجدارِ مدینہ محلہ بھنڈراں میں واقع ہے۔

جامع مسجد مسلم (واقع مسلم چوک، اروپ):

اروپ کی جامع مسجد مسلم اہلِ حدیث محلہ بھنڈراں کی طرف واقع ہے۔

☆☆

موضع اروپ کے چرچ

سینٹ میری کیتھولک چرچ:

اروپ میں محلہ بھنڈراں میں واقع چرچ کی بنیاد ریوونڈ فادر پال سیگرز نے مارچ 1977ء میں رکھی۔ علاقہ انچارج پاسٹر صابر سیموئیل ہیں۔ ہر اتوار صبح 9 تا 10 بجے تک عبادت کی جاتی ہے۔ اروپ کی مسیحی برادری کی اکثریت کا تعلق رومن کیتھولک مذہب سے ہے۔ اروپ موڑ پر واقع چرچ کا تعلق بھی رومن کیتھولک سے ہے۔ اس کا انتظام بھی پاسٹر صابر سیموئیل کے زیر نگرانی ہے۔

پریسٹرین چرچ آف پاکستان:

اروپ محلہ چیمیاں نزد حق میڈیکل سٹور واقع چرچ پروٹسٹنٹ فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی بنیاد مارچ 1991ء میں رکھی گئی۔ پاسٹر آصف شہزاد اس کے انچارج ہیں۔ عبادت کا وقت صبح 9:30 تا 10:00 بجے تک کا ہے۔

Scanned with CamScanner

موضع اروپ یونین کونسل میں واقع سکول/مدرسے

1947ء کے بعد سے موضع اروپ میں اسکولوں کے حوالہ سے جو صورت حال رہی۔ اس کو گراف کی مدد سے درج کر دیا گیا ہے۔

سال	گورنمنٹ اسکول (بوائز)	گورنمنٹ اسکول (گرلز)	پرائیویٹ نرسری اسکول	لڑکوں کے اسکول جانے کی شرح	لڑکیوں کے اسکول جانے کی شرح
1947	پرائمری	-	-	3%	-
1950	مڈل	-	-	25%	-
1960	مڈل	-	-	30%	-
1970	ہائی	پرائمری	--	35%	25%
1980	ہائی	مڈل	-	40%	30%
1990	ہائی	ہائی	پرائمری	50%	40%
2000	ہائی	ہائی سکینڈری	مڈل	80%	60%
2010	ہائی سکینڈری	ہائی سکینڈری	ہائی سکینڈری	80%	80%
2018	ہائی سکینڈری	ہائی سکینڈری	ہائی سکینڈری	80%	80%

گورنمنٹ ہائی اسکول۔اروپ:

گورنمنٹ ہائی اسکول اروپ کی بنیاد یکم اپریل 1875ء کو رکھی گئی۔ 17 اپریل 1949ء تک اسکول کا انتظام ڈسٹرکٹ بورڈ گوجراں والا کے زیر نگرانی رہا۔ 1968ء تک یہ انتظام ڈسٹرکٹ کونسل گوجراں والا کے زیر نگرانی آ گیا۔ 1981ء سے گورنمنٹ پنجاب نے اس کا انتظام اپنے زیر نگرانی لے لیا ہے۔ اس تعلیمی درس گاہ نے بہترین عظیم شخصیات کو تعلیم کے زیور سے روش

ناس کرایا اور قابلِ قدر لوگ معاشرے کو دیے۔ جن میں اساتذہ، ڈاکٹرز، انجینئرز، وکلاء، سیاستدان، صحافی، محقق، ادیب، کالم نگار، شعراء، علماء اکرام، حافظ قرآن اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔ جن کے اسمِ گرامی درج ذیل ہیں: چوہدری محمد انور بھنڈر، مظفر حسین بھنڈر، فرید اقبال اعوان، خدا یار بھنڈر، پروفیسر میاں محمد اشرف، پروفیسر محمد اسلم اعوان، پروفیسر غلام دستگیر چیمہ، پروفیسر عاشق نوید چیمہ، پروفیسر سلامت علی چیمہ، ڈاکٹر شفیق احمد اعوان، ڈپٹی ہیڈ ماسٹر میاں محمد اسلم، ہیڈ ماسٹر غلام غوث، ڈاکٹر سعید احمد شاذلی، ڈاکٹر مہر علی، ڈاکٹر ابو بکر رؤف، آصف فاروق اعوان، احسان الٰہی چیمہ، قاری علی حسین چشتی سیالوی، قاری اعجاز احمد، چوہدری الطاف ربانی بھنڈر ایڈووکیٹ، بشیر اللہ چیمہ ایڈووکیٹ، طاہر محمود ایڈووکیٹ، منظور قادر بھنڈر ایڈووکیٹ، فیاض احمد اُپل ایڈووکیٹ، شہباز اکمل صابری، محمد نوید اکرم شاذلی، رانا محمد ریاض، محمد سعید اعوان اور نوازش علی بھنڈر شامل ہیں۔

فہرست سکول ہیڈ ماسٹر حضرات

نمبر شمار	نام	تعلیمی قابلیت	ملازمت کا عرصہ	جتنے سال ملازمت کی
1	محمد حسن صدیقی	بی۔اے	1 جولائی 1961ء تا 18 مئی 1962ء	10 ماہ 18 دن
2	ایم۔عبدالرحمن صفوی	بی۔اے	19 مئی 1962ء تا 14 ستمبر 1964ء	2 سال 3 ماہ 26 دن
3	چوہدری اللہ داد بھنڈر	ایم۔اے، بی ٹی	15 ستمبر 1964ء تا 13 نومبر 1972ء	8 سال 1 ماہ 29 دن

Scanned with CamScanner

4	قاضی فضل حق	بی۔اے،بی ٹی	26دسمبر1972ء تا 7مارچ1973ء	2ماہ 12دن
5	محمد عبدالرسول صدیقی	بی۔اے،بی ٹی	8مارچ1973ء تا 29ستمبر1975ء	2سال6ماہ 21دن
6	چوہدری اللہ داد بھنڈر	ایم۔اے،بی ٹی	30ستمبر1975ء تا 31مئی1987ء	11سال8ماہ 1دن
7	میاں مشتاق احمد	ایم۔اے،بی۔ایڈ	31مئی1987ء تا 26جون1990ء	3سال 26دن
8	چوہدری حفیظ اللہ گورائیہ	بی۔ایس سی،ایم ایڈ	26جون1990ء تا 31مئی1992ء	1سال11ماہ 5دن
9	چوہدری محمد اقبال بھنڈر	بی۔ایس سی،بی ایڈ	1جون1992ء تا 31جنوری1994ء	1سال8ماہ
10	محمد انور چیمہ	ایم۔اے،بی۔ایڈ	31جنوری1994ء تا 15نومبر1996ء	2سال10ماہ 16دن

Scanned with CamScanner

11	مقصود احمد خان	ایم۔اے، بی۔ایڈ	2 دسمبر 1996ء تا 8 جولائی 1997ء	7 ماہ 8 دن
12	چوہدری محمد اقبال بھنڈر	بی۔ایس سی، بی ایڈ	8 جولائی 1997ء تا 22 جنوری 2001ء	3 سال 6 ماہ 15 دن
13	حاجی محمد رزاق	بی۔ایس سی، ایم ایڈ	23 جنوری 2001ء تا 5 جون 2002ء	1 سال 4 ماہ 13 دن
14	سید افتخار حسین شاہ	بی۔اے، بی ایڈ	6 جون 2002ء تا 31 دسمبر 2002ء	6 ماہ 25 دن
15	محمد صدیق اختر ناگرہ	بی۔ایس سی، ایم ایڈ	1 جنوری 2003ء تا 22 دسمبر 2009ء	6 سال 11 ماہ 22 دن
16	مختار احمد	بی۔ایس سی، ایم۔اے بی ایڈ	23 دسمبر 2009ء تا 13 اکتوبر 2010ء	9 ماہ 20 دن
17	اشفاق احمد	ایم۔اے، ایم ایڈ	14 اکتوبر 2010ء تا 2 مئی 2012ء	1 سال 6 ماہ 19 دن
18	مختار احمد	بی۔ایس سی، ایم۔اے، بی ایڈ	3 مئی 2012ء	

Scanned with CamScanner

فیصل میموریل گرلز ہائی اسکول، اروپ:

یہ ہائی اسکول بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن گوجراں والا سے الحاق شدہ ہے۔ بوائز برانچ کے پرنسپل میاں عمرالدین انجم ہیں اور گرلز برانچ کی پرنسپل کے فرایض، کرامت علی بھنڈر کی اہلیہ فرحت ناہید صاحبہ سرانجام دے رہی ہیں۔

1979ء میں اللہ داد بھنڈر نے اس کی بنیاد رکھی۔ چھ سٹوڈنٹس سے شروع ہونے والا یہ ادارہ اب پوری آب وتاب کے ساتھ 1200 سٹوڈنٹس کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر رہا ہے۔ تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں، اور ڈاکٹر، انجینئر، وکلاء کے علاوہ دیگر عہدا ران پیدا کیے۔ اب ان کے صاحب زادے کرامت علی بھنڈر اسکول کے تمام معاملات کی نگرانی کرتے ہیں۔ کرامت علی 1993ء میں پنجاب محکمہ تعلیم سے منسلک ہوئے۔ گورنمنٹ مڈل اسکول ایسٹ اروپ کے ہیڈ ماسٹر بھی ہیں۔

سینٹ میری انگلش ہائی اسکول:

اس پرائیویٹ اسکول کی بنیاد 2001ء میں رکھی گئی۔ طاہر محمود ایڈووکیٹ اس ادارے کے سربراہ ہیں۔

پاک اتحاد انگلش ہائی اسکول، اروپ روڈ معافی والہ:

7اگست 1997ء کو ایم اے راشد نے اس ادارہ کی بنیاد بہ طور مڈل اسکول رکھی اور مارچ 2000ء میں ہائی اسکول کا درجہ دے دیا گیا۔ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن سے الحاق کی وجہ سے یہ ادارہ معافی والہ کے گرد ونواح میں تعلیمی ضروریات کو پورا کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اروپ کے دیگر اسکولوں کی فہرست:

گورنمنٹ گرلز ہائر سیکنڈری اسکول، اروپ:

گورنمنٹ مڈل اسکول، اروپ:

گورنمنٹ گرلز اسکول، اروپ بہ طرف محلہ چیمہ:

گورنمنٹ مڈل اسکول، اروپ موڑ:

گورنمنٹ پرائمری اسکول، اروپ:

گورنمنٹ ماڈل پرائمری اسکول، کوٹلی اڑ بنگ:

گورنمنٹ ماڈل پرائمری اسکول، نواں پنڈ اروپ:

گورنمنٹ ماڈل پرائمری اسکول، نگری احمد شاہ:

الفجر لائیسیم انگلش ہائی اسکول اروپ:

مسلم انگلش ہائی اسکول اروپ:

جناح اسکول، اروپ:

سٹی مڈل اسکول، اروپ اڈا:

سائنس ویژن اسکول، معافی والہ:

ورک پبلک اسکول، شاہد ٹاؤن:

حمزہ ماڈل اسکول، نگری احمد شاہ:

برائٹ فیوچر اسکول، نگری احمد شاہ:

گلوبل اسکول، نگری احمد شاہ:

گوجراں والا ماڈل اسکول، نگری احمد شاہ:

اقراء ماڈل اسکول، الحافظ ٹاؤن:

رومی پاک اسکول، الحافظ ٹاؤن:

الھدیٰ اسکول، قیصر کالونی:

Scanned with CamScanner

نئی ماڈل انگلش ہائی اسکول:

مشعل گرائمر انگلش ہائی اسکول:

مدرسہ سبیل القرآن:

گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج:

گورنمنٹ بوائز ڈگری کالج:

☆☆

موضع اروپ میں کھیلوں کی سرگرمیاں

فٹ بال ٹیم:

ماضی میں موضع اروپ کی فٹ بال کی ایک مضبوط ٹیم ہوا کرتی تھی۔ جو اپنے وقت میں کافی شہرت کی حامل ہوئی۔ 60-1959ء کے سالوں میں پاکستان کے ہر شہر اور گاؤں میں فٹ بال کے کھیل کا چرچا تھا۔ بل کہ اروپ کی تاریخ میں ایک قابلِ فخر کارنامہ یہ کہ پاکستان الیون فٹ بال ٹیم بہ مقابلہ اروپ الیون منعقد ہوا۔ پاکستانی ٹیم مقابلہ کے لیے اروپ آئی۔ جہاں اروپ الیون کے ہاتھوں بُری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس تاریخی کامیابی میں جن کھلاڑیوں نے شرکت کی، ان میں چند کے نام درج ذیل ہیں۔

الطاف ربانی بھنڈر ایڈووکیٹ، جان پٹواری، عبدالنبی اعوان، اسحاق علی چیمہ، امین اعوان ولد کرم دین اعوان وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ [بہ قول، پروفیسر محمد اسلم اعوان]

چوہدری الطاف ربانی بھنڈر: [دیکھیں وابستگان اروپ کے وکلاء، ص، 170]

کبڈی:

کبڈی میں محمد شریف ترکھان کا نام قابل ذکر ہے، جو بے مثل کھلاڑی تھے۔ ایک مرتبہ

Scanned with CamScanner

آزاد جموں کشمیر کے راجہ نے کبڈی کا میچ منعقد کیا۔ فیصل آباد کا ایک معروف کھلاڑی گوہر مقابلے میں شرکت کے لیے آیا۔ شریف پہلوان کو پکڑنے میں نام کام رہا۔ مقابلہ جیت کر شریف پہلوان نے نعرہ لگایا،

"کبڈی بنی ہی شریف ترکھان لئی اے"

کرکٹ:

خالد فاروق اعوان:

خالد فاروق اعوان 10 اپریل 1970ء کو حاجی نذیر احمد اعوان کے ہاں پیدا ہوئے۔ سیاسیات میں ایم اے کیا۔ انجمن طلباء اسلام کے ناظم بھی رہے۔ خالد فاروق پاکستان کرکٹ بورڈ کے کوالی فائیڈ کوچ ہیں۔ 2000ء سے تا حال بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سکینڈری ایجوکیشن گوجراں والا کی کرکٹ کے کوچ کے فرائض دے رہے ہیں۔ اروپ جم خانہ کرکٹ کلب کے صدر بھی ہیں۔

چوہدری خورشید انور بھنڈر: [دیکھیں وابستگان اروپ کے وکلاء، ص، 170]

آصف فاروق اعوان: [دیکھیں وابستگان اروپ کے ڈاکٹر، ص، 168]

پنجہ آزمائی:

اروپ کا ایک اور فخرِ سپوت یوسف ترکھان ہے۔ پنجہ آزمائی کے مقابلہ میں کبھی کوئی اسے زیر نہ کر سکا۔ بے شمار مقابلوں میں فاتح رہا۔ اس کی دھوم اپنے وقت میں دور دور تک تھی۔

گُلی ڈنڈہ:

گُلی ڈنڈہ اروپ کا مقبول کھیل رہا ہے۔ بڑوں اور بچوں میں یکساں مقبول تھا۔

کوکلا چھپاکی:

کوکلا چھپاکی بچوں میں بہت مقبول کھیل تھا یہ کھیل اسکولوں میں بھی ہر جمعرات کو طالب علموں کو کھیلایا جاتا تھا۔ کیوں کہ جمعرات کو اسکولوں میں آدھے دن کے بعد چھٹی ہوجاتی تھی تو چھٹی سے پہلے یہ کھیل کھیلا جاتا تھا۔

Scanned with CamScanner

لُو کن میٹی:

لُو کن میٹی بچوں کا بہت پسندیدہ کھیل تھا۔ اکثر بچے شام ہونے سے کچھ دیر پہلے اور کچھ دیر بعد تک یہ کھیل کھیلتے تھے۔

پٹھو گرم:

پٹھو گرم بڑوں اور بچوں کا یکساں پسندیدہ کھیل تھا۔ اروپ میں یہ کھیل بہت زیادہ کھیلا جاتا تھا۔

ککلی کلیر دی:

یہ کھیل چھوٹی اور بڑی بچیوں میں بہت مقبول کھیل تھا۔ جس میں بچیاں ایک گانا بھی گنگناتی تھیں۔ جس کے بول کچھ یوں ہیں:

ککلی کلیر دی ۔۔ تے پگ میرے ویر دی
ڈوپٹہ میری بھابھو دا ۔۔ ککلی کلیر دی

ٹاٹا پو:

یہ کھیل چھوٹی اور بڑی بچیوں میں یکساں مقبول کھیل تھا۔ اروپ میں یہ کھیل ہر گھر میں کھیلا جاتا تھا۔

رسہ ٹپائی:

رسہ ٹپائی بھی چھوٹی اور بڑی بچیوں میں بہت مقبول کھیل رہا ہے۔ اروپ میں یہ کھیل ہر گھر میں کھیلا جاتا تھا۔

والی بال:

والی بال اروپ کے بڑے لڑکوں کا بہت مقبول ترین کھیل ہے۔ جواب بھی بڑے شوق سے کھیلا جاتا ہے۔ اروپ میں والی بال کا ہر سال ٹورنامنٹ بھی ہوتا ہے جس میں ساتھ والے گاؤں کی ٹیمیں شامل ہوتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

کبوتر مقابلہ:

یہ کھیل اروپ کے کئی نوجوانوں کا پسندیدہ کھیل ہے۔ سارا سال کبوتروں کی دیکھ بھال اور اڑان کے لیے تیار کرتے ہیں۔ کبوتروں کو بہت سے میوہ جات کھلائے جاتے ہیں اور پھر ان کی اڑان کا مقابلہ ہوتا ہے۔ جس میں جو کبوتر زیادہ دیر تک اپنی اڑان رکھتا ہے وہ مقابلہ جیت جاتا ہے۔ اروپ میں ہر سال اس کھیل کا ٹورنامنٹ ہوتا ہے۔

☆☆☆

موضع اروپ کی صنعت وحرفت

گوجراں والا ایک صنعتی اور زرعی شہر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے ملک کو کثیر زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے۔ یہاں سرامک انڈسٹری، کٹلری، باسمتی چاول، رائس پروسیسنگ پلانٹ، سرجیکل آلات، ایلومینیم کے برتن، ٹیکسٹائل، لائٹ انجینئرنگ، موٹر پمپ، لومز مشینری، پلاسٹک فرنیچر، ہوم اپلائنسز اور سینٹری سامان کی بھاری مقدار اندرون اور بیرون ملک بھجوائی جاتی ہیں۔

ان سب کی تیاری میں گوجراں والا کے گردونواح میں واقع قصبے اور دیہات بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ جہاں سمال ؛ سرس گھروں میں لگی ہوئی ہیں۔ اروپ بھی اپنی خدمات سرانجام دیتا نظر آتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے اکثر جگہوں پر پاورلومز نصب ہوئی دکھائی دیتی تھیں، مگر اب یہاں سے منتقل کر دی گئیں۔ اروپ میں اب بھی قالین سازی کا کام، ٹرنک سازی، فٹبال سازی، فرنیچر سازی، لوہا سازی وغیرہ کا کام چھوٹے پیمانے پر ہوتا ہے۔

قالین سازی (پارچہ بافی):

''دھاگے میں پھندے لگا کر منظر قید کرتے ہیں''

اروپ میں بھی گھروں کے اندر ایرانی قالین اور پاکستانی قالین تیار ہوتے تھے۔ دنیا

میں قالین سازی کی صنعت بہت ہی قدیم ہے۔ پاکستانی قالینوں میں زیادہ رنگین دھاگے استعمال ہوتے ہیں۔ اروپ میں پارچہ بافی کی صنعت کوفروغ حاصل تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اپنے رہن سہن کواردگرد ماحول کے مطابق ڈھال لینے کی وجہ سے اپنے یونٹ زیادہ تر شہروں میں منتقل کر لیے ہیں۔

کوزہ گری (مٹی کے برتن بنانا):

اس فن کی صنعت دنیا کی قدیم صنعتوں میں سے ایک ہے۔ گوکہ 24 ہزار قبل از مسیح مٹی سے انسانوں اور جانوروں کی مورتیاں بنائی گئیں، 14 ہزار قبل از مسیح انڈیا اور میسوپوٹیمیا میں مقیم لوگوں نے مٹی کی ٹائل یعنی اینٹ بھی بنائی، لیکن مٹی کے برتنوں کا باقاعدہ استعمال ایک ہزار قبل از مسیح اس وقت ہوا جب انسان نے اپنے لئے پانی اور خوراک کو محفوظ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ مگر آج وقت گزرنے کے ساتھ مٹی کے برتن بنانے کا فن ختم ہوتا جا رہا ہے، جس کی جگہ دھات، پلاسٹک اور چائنہ مٹی نے لے لی۔ ایسے ہی کوزہ گر اروپ میں کوزہ گری کے پیشہ سے وابستہ رہے ہیں۔ مگر اب خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

دھات کی صنعت:

اروپ میں لوہے کی صنعت کا کام بھی ہوتا رہا ہے۔ جس میں پلاس کافی اہمیت کا حامل ہے۔

فرنیچر سازی اور لکڑی کا کام:

فرنیچر سازی اور لکڑی کا کام اروپ کی سب سے بڑی صنعت تھی جو اب بہت کم ہوگئی ہے۔ ایک دور میں بہت دور دراز علاقوں سے لوگ اروپ میں آ کر لکڑی خریدتے تھے۔ اروپ محلہ چیمیاں چوک میں بہت بڑا آرا تھا جس پر دن رات لکڑی کا کام ہوتا تھا۔ اس آرے کی وجہ سے ہی اس چوک کا نام آرے والا چوک رکھا گیا۔

ٹرنک سازی

ٹرنک سازی اروپ کی ایک اچھی صنعت ہے۔ اس کا کام اروپ میں کافی اچھی کوالٹی کا کیا جاتا ہے۔

موضع اروپ پر لکھی گئی کتب

مشعلِ راہ:

اس کتاب کے مولف صاحب زادہ ملک دیدار علیؒ ہیں۔ 1962ء میں پہلی اشاعت ہوئی۔ یہ حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کے حالات وواقعات پر مبنی ہے۔ جون 2000ء میں اشاعتِ دوم ہوئی۔ صفحات بھی 273 کر دیئے گئے۔ دیگر بزرگ ہستیوں کے احوال بھی شامل ہیں۔ جن میں میاں فیض علی صاحبؒ، صاحب زادہ ملک دیدار علیؒ (مولف کتاب)، صاحب زادہ پیر ریاض فریدؒ، صاحب زادہ ملک خورشید علیؒ اور صاحب زادہ ملک غلام فرید کے احوال قابل ذکر ہیں۔

بہاراولیاء:

یہ کتاب جناب خواجہ علی محمد چشتی صابریؒ کی تحریر کردہ ہے۔ 220 صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی مرتبہ 1956ء میں منظر عام پر آئی۔ بعد میں 1970ء، 1996ء اور پھر 2009ء میں پرنٹ ہوئی۔ اس میں سرکار دوجہاں تاجدار مدینہؐ کے احوال کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ جن کا ذکر جمیل ملتا ہے وہ درج ذیل ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت داتا علی ہجویری گنج بخشؒ، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت علی احمد صابرؒ، حضرت باواشاہ پنن ولیؒ، حضرت شیخ سعد وقادریؒ، حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ، حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ، حضرت علی محمد چشتی صابریؒ اور صاحب زادہ فرزند علیؒ۔

Scanned with CamScanner

تذکرہ سرکار صابری:

اس کتاب کے مصنف صاحب زادہ غلام چشتی ہیں۔ پہلی مرتبہ اشاعت 2004ء میں اور دوسری 2013ء میں ہوئی۔ 160 صفحات پر مشتمل یہ کتاب سرکار خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے حالاتِ زندگی اور آپؒ کے کلام پر مشتمل ہے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت علی احمد صابرؒ، حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ، حضرت پیر سردار علی چشتی صابری کے مختصراً احوال بھی اس میں شامل ہیں۔

مخزن پنجاب:

یہ ایک تاریخی کتاب ہے۔ جناب مفتی غلام سرور لاہوری نے پنجاب کی تاریخ پر کام کیا ہے۔ جس میں بھارت اور پاکستان دونوں علاقے شامل ہیں۔ اتنی تفصیل اکٹھا کرنا معنی خیز ہے۔ 1870ء میں پہلا ایڈیشن چھپ کر منظر عام پہ آیا۔ پہلی دفعہ اروپ کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب میں کیا۔

مہک (گوجراں والا نمبر):

گورنمنٹ کالج گوجراں والا کے ایک ادبی مجلہ "مہک" نے پرنسپل جناب پروفیسر میاں محمد اکرم رضا کی زیر سرپرستی ادبی صفوں میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔ اہلِ علم وادب کے شوقین افراد نے پہلے [اقبال نمبر]، [قائداعظم نمبر] اور [سیرت نمبر] ادبی حلقوں میں متعارف کرا کر دادِ تحسین اکٹھا کیا۔ اسی ذوق وشوق کو قایم رکھتے ہوئے 1982-1984ء میں بہ سلسلہ جشنِ سیمیں، گورنمنٹ کالج گوجراں والا کے موقع پر [گوجراں والا نمبر] منظر عام پر لے کر آئے۔ یہ مجلہ 1123 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس ضخیم مجلہ میں گوجراں والا کی ابتدائی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کے تاریخی علاقوں، صحافت، شعروادب، فن پہلوانی، صوفیائے عظام، مشاہیر، اساتذہ، مدبرین اور مشہور شخصیات کے علاوہ گوجراں والا کے سرکاری اداروں کے متعلق بھی حتی الامکان معلومات فراہم کی گئی ہے۔ اہلِ قلم اس ذخیرہ سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

Scanned with CamScanner

تاریخ گوجرانوالا:

تاریخ گوجرانوالا منشی گوپال داس نے 1874ء میں لکھی۔ آپ ضلع گوجرانوالا میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست کے عہدہ پر فائز تھے۔ تاریخی اعتبار سے بہت ہی اہمیت کی حامل یہ کتاب 492 صفحات اور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ لوگوں کے رہن سہن، رسم ورواج، آبادی، آبپاشی کا نظام، مختلف گوتوں کے شجرے، نقشہ جات وغیرہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ موضع اروپ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (اس کتاب تک رسائی میاں علی رضا صاحب کی بدولت ہوئی)

گوجرانوالا ڈسٹرکٹ گزٹیئر:

مسٹر ایڈورڈ ایچ لنکن نے 1935ء میں اسے ترتیب دیا۔ انگریز کا یہ خاصہ رہا ہے، جس جگہ بھی اس کی حکومت رہی ہے۔ وہاں کی رسم ورواج، مسلک، ذاتیں، تاریخی آثار اور اعداد و شمار کو یک جا کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ اس کا مقصد وہاں کے لوگوں کے خصائل کو سمجھنا ہوتا۔ تا کہ ان پر حکومت کرنے میں آسانی ہو۔ یہ ذمہ داری وہاں کا ڈپٹی کمشنر سرانجام دیتا اور اسے سالانہ رپورٹ کی شکل میں اپ ٹو ڈیٹ بھی رکھا جاتا۔ گوجرانوالا ڈسٹرکٹ پر لکھے گئے گزٹیئر جو نظر سے گزرے ان میں پہلا 84-1883ء، دوسرا 94-1893ء اور تیسرا 1935ء شامل ہیں۔

روشنیوں کا سفر:

خالدہ انور اس کی مصنف ہیں۔ یہ کتاب دسمبر 2007ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔ 338 صفحات پر مشتمل یہ کتاب بزرگانِ دین کے حالات پر مبنی ہے۔ جس میں داتا علی ہجویریؒ، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، علاؤالدین علی احمد صابرؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے علاوہ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ، خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ، صاحب زادہ ملک دیدار علیؒ، صاحب زادہ خورشید علیؒ، صاحب زادہ ملک غلام فرید اور خواجہ علی محمدؒ کے حالات زندگی شامل ہیں۔ کتاب کا آخری حصہ نکئی خاندان کے حالات پر مشتمل ہے۔

Participatory Rural Appraisal For Farmer Particpatory Research In Punjab, Pakistan.

This report presents the intial outcome of a field-based training workshop in Particiapatory Rural Appraisal (PRA), organised by the Pak-Swiss Potato Development Project (PSPDP). The first section is an overview of the training workshop and its main objectives. It describes several methodological innovations that occurred and highlights key lessons from the fieldwork. Section 1 ends with a preliminary evaluation and suggestions for follow-up actvities. this is folowed by three profiles of Aroop, written by the participants as a compilation of diagrams from the fieldwork with descriptions of the process for each diagra. each profile discusses the main problems and possible solutions as identified by using the full range of PRA methods.

Changes in Rice Farming in Selected Areas of Asia:

This theses contains on Rice Farming in Asia. The following major area sellected from Asia,West Godavari (Andra Pradesh), North Arcot(Tamil Nadu), Nainital and Varanasi (Uttar Pradesh), Shimoga (Mysore), Cuttack (Orissa), Klaten (Central Java), Sidoarjo(East Java & West Java), Kelantan (West Malaysia), Aroop & Muraliwala (Gujranwala-Pakistan),Don Chedi (Suphan Buri), Gapan (Nueva Ecija), Bybay (Leyte), Hagonoy(Davao del Sur), Pigcawayan(Cotabato).

Scanned with CamScanner

باب چہارم:

موضع اروپ کے مشائخ کرام

حضرت باواشاہ پنن ولی قادریؒ

آپ کے آباءاجداد موضع تلونڈی کھجوروالی ضلع گوجراں والا کے رہائشی تھے اوران کا پیشہ سبزی ترکاری کی کاشت تھا۔قومیت کے لحاظ سے آپ ارائیں ہیں۔آپ پیدائشی ولی اللہ تھے۔جس کا ثبوت اس واقعہ سے عیاں ہے۔زمانہ بچپن میں ایک روز والدہ ماجدہ آپ کے سرپر سبزی کاٹوکرارکھ کر ملحقہ دیہات میں جارہی تھیں۔راستے میں والدہ نے اچانک مُڑکر دیکھاتوسبزی کے بھرے ہوئے ٹوکرے کوآپ کے سرمبارک سے دوفٹ اُونچاہوامیں معلق دیکھا،جس کوآپؒ کے ساتھ ساتھ چلتے پایا۔

موضع اروپ میں قیام: تقریباً 1600ء میں آپ اپنے والدین سے جدا ہوکر موضع ابدال متصل موضع اروپ تشریف لے گئے۔جہاں ایک مسجد تعمیر کروائی اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔لیکن اہلِ دیہہ کے اخلاق وحالات نے موافقت نہ کی،پھر موضع اروپ تشریف لے آئے اور مستقل طور پر اس جگہ قیام فرمایا۔جہاں آپؒ کا مزار اقدس موجود ہے۔تادمِ زیست یہیں اقامت پذیر ہوئے اورلوگ آپ سے مستفیض ہوتے رہے۔آپ کوحضرت ابوالحسن مخدوم علی ہجویریؒ معروف بہ داتا گنج بخش سے کمال درجہ عقیدت تھی۔بسا اوقات اروپ سے پاپیادہ اپنے خادم مسمّی گونا قوال،قوم میراثی کوہمراہ لے کرحضور داتاعلی ہجویری گنج بخشؒ کے مزارانور پر سلام ونیاز کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

خواجہ برکت علیؒ نے 41۔1940ء میں ذکر فرمایا تھا کہ حضرت شاہ پنن ولیؒ کا اسم گرامی حضرت داتاعلی ہجویری گنج بخشؒ کے دربار عالیہ میں روحانی مریدوں کی فہرست میں درج ہے نیز آپ کے بارے میں مندرجہ ذیل ارشادات بھی فرمائے۔

ا۔ حضرت باواشاہ پنن ولیؒ کی طبع مبارک جمالی،صلح کل اور باشریعت تھی۔

آپؒ کا رنگ گندمی، چہرہ مبارک فراخ اور لباس سادہ تھا۔

۲۔ اگرچہ آپؒ خاندان قادریہ کے مرید وخلیفہ تھے مگر طبیعت میں چشتی رنگ بھی موجود تھا۔

۴۔ آپ کے معتقدین کی قبروں سے (جو ملحقہ قبرستان میں دفن ہیں) آپ کے بتائے ہوئے وظایف کے نور کی جھلک اہلِ دل کو دکھائی دیتی ہے۔

۵۔ آپؒ کے فیض روحانی کی فراوانی کا یہ عالم ہے اگر آپ کی تعمیر کردہ مسجد میں کوئی شخص ایک بار نماز عید میں بہ صدق دل شریک ہوگا تو وہ نماز اس کے لئے باعث بخشش اور نجات ہے۔

۶۔ اگر کسی میت کو آپؒ کے دربار عالیہ میں بعد نماز جنازہ دو گھنٹے رکھا جائے تو آپؒ متوفی کی روح کو سکون اور راحت عطاء فرماتے ہیں۔

سجادہ نشین: آپ کے سجادہ نشین میاں عمرالدین تھے جو مرید ومجاز بیعت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کے تھے۔انھوں نے مزارِ پاک کی خدمت بہ طرق احسن سرانجام دی۔اب مزارِ اقدس کے سجادہ نشین ان کے پوتے میاں فیض فرید ہیں۔میاں فیض فرید اور ان کے چھوٹے بھائی میاں سعید دربار شریف کی خدمت کر رہے ہیں۔

کرامات: آپ کی لاتعداد کشف وکرامات زبان زدِ خاص وعام ہیں۔جن میں چند درج ذیل ہیں۔

آپ دورانِ تعمیر درگاہ مذکور چونا خریدنے کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔آپ کے ہم راہ آپ کا خادم گونا میراثی قوال بھی تھا۔راستے میں اس نے شدید پیاس کا اظہار کیا۔دریں اثناء ہرنیوں کا ایک غول گزرا۔آپ نے انہیں اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا تو وہ آگئیں۔آپ نے گونا قوال کو دودھ پینے کے لئے کہا۔جس نے خوب سیر ہوکر دودھ پی لیا۔پھر گونا قوال کو فرمایا چلو واپس چلیں کیوں کہ ہماری اینٹیں چرالی گئی ہیں۔گونا قوال کو تنبیہ کی، وہ اس واقعہ کا مطلق ذکر نہ کرے۔واپسی پر گونا قوال نے آپ کی کرامت کا ذکر کر دیا اور وہ کوڑھا ہوگیا۔پتہ چلنے پر آپ نے اسے بلوا کر متصل کنوئیں سے نہانے کے لئے کہا اور وہ صحت یاب ہوگیا۔آج تک اس کنوئیں

کی مٹی اور پانی سے معتقدین کو شفا حاصل ہوتی ہے۔

دوران تعمیر درگاہ آپ شام کو روزانہ مزدوروں کی مزدوری ادا کرنے کے لیے اپنے مصلے کے نیچے ہاتھ ڈال کر روپے نکالتے اور انھیں دیتے۔ ایک دن ایک مزدور نے آپ کو یہ چناں چہ اس رات کو آپ کا مصلے اٹھا کر زمین کھودی تو اس کے نیچے کچھ نہ تھا۔ دوسرے روز جب آپ مزدوروں کو مزدوری دینے لگے تو مذکورہ مزدور کو آپ نے دوگنی مزدوری دی۔ دوسرے مزدوروں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ مزدور رات کو بھی کام پر لگا ہوا تھا۔ گویا آپ کی ذات گرامی کشف و تصرف اور فیاضی سے معمور تھی۔ [بہار اولیاء، خواجہ عمر، ص 125]

عرس: تاریخ وصال کسی کو معلوم نہیں۔ بہت عرصہ آپ کا عرس مبارک دیسی مہینے کی 11 ہاڑ کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا رہا۔ مگر اب اس تاریخ کو تبدیل کر کے اکتوبر کا پہلا جمعہ رکھ دیا گیا ہے۔

عجب درگاہ ہے شاہ چنن ولی دی — یہ ہے اک یاد یا غوثِ جلی دی
شاہ بغداد کے ہیں یہ خلیفے — جہاندے نام دے ہندے وظیفے
تساڈا عام ہے فیض روحانی — جناب غوث دے ہو جان جانی
تساڈی شان دا کیا بیان کرساں — تساڈی ذات تے میں مان کرساں
ترا دربار ہے دربار میراںؒ — ترے ہی نام دیاں مینوں نے دھیراں
جو آوندے ہیں ترے در پر سوالی — کدے جاندے نہیں مڑ کے اوہ خالی
طفیل غوث علی نوں شاد کر دو — مراداں نال مری جھولی نوں بھر دو

[خواجہ علی محمد چشتی صابری، بہار اولیاء، ص 128]

☆☆☆

یہ سرکار چنن ولیؒ کا نشاں ہے — یہ مختار غوثِ جلی کا نشاں ہے
مرے محسن و رہنما کا نشاں ہے — مرے والی و قبلہ گاہ کا نشاں ہے
مرے وارث و خواجہ دوسرا کا — یہ سرکار عالم پناہ کا نشاں ہے
عطا پر عطا میرے آقا کا شیوہ — یہ چنن ولیؒ عالی جاہ کا نشاں ہے

نرالا کرم ہے نرالی سخاوت
نرالا مرے پیشوا کا نشاں ہے
مری لاج رکھیں گے دونوں جہاں میں
یہ خادمؔ کے حاجت روا کا نشاں ہے
خادمؔ کو بھی عطا جام وحدت
ترا آستاں بے نشاں کا نشاں ہے

[چوہدری محمد شریف خادمؔ، بہار اولیا، ص،129]

☆

تیرا وسدا رہوے دربار
شاہ پننؒ ولی میری سرکار

قادری تیرا شان نرالا
دنیا دے وچ تیرا اُجالا
لج پال ہے تیرا دربار
شاہ پننؒ ولی میری سرکار

کسے نہ جھلیا در تیرے آیا
ریاضؔ نے رو رو کے حال سنایا
مینوں آوے نہ کرماں دی ہار
شاہ پننؒ ولی میری سرکار

[صاحب زادہ ریاض فرید" معروف بہ رانجھن پیر، ص،132]

☆☆☆

Scanned with CamScanner

حضرت بابا گودر شاہ ولیؒ

معروف بہ بابا گھوڑیاں والہ

آپؒ سیّد گھرانے میں پیدا ہوئے، سنِ ولادت کا کسی کو علم نہیں۔ پیدایشی ولی اور معصوم تھے۔ آپ تین بھائی تھے جن میں آپ سب سے بڑے اور دو بھائی چھوٹے اور جڑواں تھے۔

آپ کے بچپن کا واقعہ کچھ اس طرح ہے، ایک مرتبہ کچھ چڑیاں آپ کے پاس بیٹھی دانہ چگ رہی تھیں۔ آپ بھی قریب ہی کھیل رہے تھے۔ اسی دوران غصّے سے مخاطب ہو کے فرمایا ''نی مرووی''۔ تمام چڑیاں وہیں مر گئیں۔ یہ تمام ماجرا آپ کی والدہ محترمہ دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے قریب آ کر آپ کو پیار کیا اور فرمایا، یہ تو معصوم ہیں انھیں ایسا نہیں کہتے۔ آپ نے فرمایا اُڑ جاؤ۔ وہ سب کی سب زندہ ہو کر اُڑ گئیں۔ آپ کی والدہ سمجھ گئیں کہ آپ ولی اللہ ہیں۔

آپ اکثر بچپن میں دیوار پر بیٹھ جایا کرتے اور اسے گھوڑے کی طرح چلاتے پھرتے یہ آپ کے بچپن کی کرامات تھیں۔ جنھیں دیکھ کر لوگ آپ کا احترام کرتے۔ ابھی آپ کم عمری میں تھے کہ ایک دن آپ کے جڑواں بھائی رو رہے تھے۔ والدہ نے آواز دی کہ بھائیوں کو تھپکی دے کر سلا دو۔ والدہ کی آواز پر مخاطب ہوئے کہ کیا واقعی بھائیوں کو سلا دوں۔ انھوں نے فرمایا کہ ہاں سلا دو۔ اس پر دوبارہ آپ نے فرمایا اگر مَیں نے انھیں سلا دیا تو آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں گی۔ والدہ نے کہا نہیں مَیں ناراض نہیں ہوں گی تم سلا دو۔ آپ نے دونوں بھائیوں کو تھپکی دی اور دونوں ابدی نیند سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد والدہ نے دیکھا تو دونوں بچے مر چکے تھے۔ انھوں نے کہا یہ کیا کیا تم نے۔ اس پر آپ سہم گئے اور اس ڈر سے کہ والدہ پکڑ کر ماریں گی اسی وقت زمین میں سما گئے۔ اسی جگہ آپ کا مزار موجود ہے۔

مزار کے اوپر چھت نہیں اس کی وجہ لوگ بتاتے ہیں کہ جب بھی کبھی چھت ڈالنے کی کوشش کی گئی وہ اوپر سے خود ہی اڑ جاتی ہے۔ کافی مرتبہ کوشش کے باوجود اس کا خیال دل سے نکال دیا گیا۔ گاؤں کے بزرگ بتاتے ہیں، آپ کے مزار کے اوپر سوا نیزے تک رات کے وقت ایک نورانی لاٹ دکھائی دیتی تھی۔ کیوں کہ آپ کا مزار اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔ یہ لاٹ صرف اسی

Scanned with CamScanner

شخص کو دکھائی دیتی جو گاؤں کی حدود سے باہر ہوتا، گاؤں میں داخل ہوتے ہی یہ لاٹ دکھائی دینا بند ہو جاتی۔ مگر اب یہ دکھائی نہیں دیتی۔

ایک عجیب و غریب بات جو کہ لوگوں نے مشاہدہ کی۔ پرندوں کا غول اب بھی مزار کے اوپر سے گزرے تو دائیں بائیں چھٹ جاتا ہے۔ مزار کی حدود گزرنے کے بعد دوبارہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ ابھی بھی لوگ اپنی منتوں مرادوں کے واسطے یہاں حاضری دیتے ہیں اور مٹی کے بنے ہوئے گھوڑوں کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ صبح کو کسی گھوڑے کی ٹانگ، گردن یا منہ ٹوٹا ہوا پڑا دکھائی دیتا ہے۔ اس کی وجہ لوگ بتاتے ہیں کہ آپ رات کو اس سے کھیلتے ہیں۔ آنے والوں کی ہر مراد بھر آتی ہے۔ مزار اقدس گاؤں کے اونچے ٹبے پر واقع ہے۔ ہر سال عرس بھی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆

بابا دولت علی سرکارؒ

آپ کا مزار اقدس قبرستان محلہ چیمیاں میں جنازہ گاہ کے صحن میں واقع ہے۔ یہ سارا حصہ کھیتوں پر مشتمل تھا۔ جہاں کری (جنگلی پودا) کے پودے لگے ہوئے تھے۔ یہ کھیت چوہدری خوشی محمد چیمہ کے تھے۔ ایک دفعہ خوشی محمد نے یہاں زمین میں ہل چلایا تو بزرگوں کی ڈھیری بھی مسمار ہوگئی۔ جس کی وجہ سے بزرگ رات کو خواب میں تشریف لائے۔ صبح ہوتے ہی اس نے آپ کی قبر کو دوبارہ مرمت کر دیا۔ اب یہاں کری کے پودے تو نہیں البتہ آپ کی قبر کے پہلو میں ایک پیپل کا درخت موجود ہے۔ آپ کی قبر بھی اب پختہ کر دی گئی ہے۔ چوہدری خوشی محمد ہر سال ان کا عرس کروایا کرتا تھا۔ لیکن اس کی وفات کے بعد ان کا عرس تو نہیں منایا جاتا بلکہ گھر والے مختصر سا ختم شریف ضرور دلاتے ہیں۔

☆☆☆

حضرت بابا غلام محمد معروف بہ جھال بیری والےؒ

آپ کا مزار اقدس قصبہ کی نہر کے ساتھ جھال پر واقع ہے۔ اسم گرامی بابا غلام محمد ہے۔ مگر جھال پر واقع ہونے کی نسبت سے لوگوں میں بابا جھال بیری والے بابا جی کے نام سے مشہور

Scanned with CamScanner

ہوئے۔ جہاں پر بیری کے بہت سے درخت موجود ہیں۔آپ کے حالاتِ زندگی کے متعلق کسی کو بھی علم نہیں کہ کون تھے اور کہاں سے تشریف لائے۔آپ کا دور بھی کافی پرانا معلوم ہوتا ہے۔مزار کے قریب درخت اور اس کی لکڑیاں موجود ہیں۔لیکن کسی شخص کی مجال نہیں جو انھیں اپنے گھر لے جا کر ذاتی استعمال میں لا سکے۔

☆☆☆

حضرت مسافر پیرؒ

آپ کا مزار بابا جھال بیریؒ کی سیدھ میں تر گڑی روڈ پر نہر کے پار واقع ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے اور سیّد گھرانے سے تعلق ہے۔مزار کا حصہ ایک کنواں کے پاس واقع ہے۔پہلے یہ جگہ ایک کھتری کی ملکیت تھی، بعد میں رانا بشیر مرحوم کی ملکیت بنی۔گاؤں کے لوگوں کی زبانی پتہ چلا جمعرات اور اتوار کے روز ایک عجیب مخلوق مشعلیں ہاتھ میں پکڑے بابا جھال بیریؒ کے مزار کی طرف جاتی اور یہ آنا جانا لگا رہتا، کافی عرصہ ہوا یہ منظر دیکھنے میں نہیں آیا۔

☆☆☆

حضرت لکھ داتاؒ

قصبہ کے اونچے ٹیلے پر ایک اور خانقاہ اب بھی موجود ہے۔جو حضرت خواجہ برکت علی چشتیؒ کے مزار اقدس کے بالکل سامنے ٹیلے پر واقع ہے۔بزرگوں کے مطابق یہ فقط ایک ڈھیری ہے۔جہاں آپ کا جبہ اور دستار دفن کیے گئے ہیں۔لوگ اس ڈھیری کو لکھ داتاؒ کے نام سے پکارتے ہیں۔یہاں انھوںؒ نے دو پہر کے وقت آ کر کچھ دیر قیام فرمایا تھا۔اسی طرح کے اور بھی مقامات ہیں جو انہی بزرگ سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ان جگہوں پر بھی آپ کے تبرکات ہی دفن ہیں یا ان کی نشست گاہ ہیں۔

آپ نے جب یہاں قیام کیا تو دو چھڑیاں دبا گئے تھے۔جو بعد میں برنے (ایک پودا) کے درخت کی شکل اختیار کر گئیں۔اب وہاں اس درخت کا وجود نہیں۔بعد میں وقت گزرنے کے

Scanned with CamScanner

ساتھ ساتھ کاٹ دیا گیا۔ بہت عرصہ پہلے قریبی قصبہ جنگو شاہ سے بابا بھوری والے کے ہم راہ لوگ ایک قافلے کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ جو گھوڑیوں پر بیٹھے ہوتے اور جنھوں نے بھورا (پہاڑی بکرے کے بالوں سے بنا ہوا جبہ) پہنا ہوتا۔ ان کے گروہ میں آگے آگے ڈھول، چمٹہ بجانے والے چلتے اور کچھ احباب دھمال بھی ڈالتے دکھائی دیتے۔ کچھ بول ان کی زبان پر جاری ہوتے،

ے بابا صاحب تیرا بھیت کسے نہ پایا

ایک دوسری تحقیق (جو کہ زیادہ مستند ہے) سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سخی سرور سہروردیؒ خلیفہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ (مزار اقدس ڈی۔ جی خان میں سخی سرور روڈ پر واقع ٹیلہ پر مرجع خلایق ہے) نے یہاں پر آکر کچھ دیر قیام فرمایا۔ آپ کو کئی القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً سخی سرور، لکھ داتا، لکھی خان، لالانوالہ، ردھیانوالہ، پیر خانو، پیر کانو یا کانون، شیخ راونکون۔ لیکن زیادہ تر آپ سخی سرور یا لکھ داتا کے لقب سے مشہور ہیں۔ [تذکرہ سخی سرور، ص،98]

دھونکل کا میلہ کافی مشہور مانا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت سخی سرورؒ یہاں سے گزرتے ہوئے دھونکل تشریف لے جاتے ہوں۔ جب آپ کی تشریف آوری اس علاقے میں ہوئی تو آپ سوہدرہ میں بھی قیام پذیر ہوئے۔

آپ کی ڈھیری پر میلہ ہر سال دیسی مہینے کی 7 اہاڑ میں شروع ہوتا ہے اور تین دن جاری رہتا ہے۔ میلہ بابا بھوری شاہ کے آنے پر لگتا تھا اور کافی رونق کا سماں بن جاتا۔ اب بھی عرس مبارک اسی تاریخ کو منعقد ہوتا ہے جس میں مقامی گاؤں کے لوگ ہی شرکت کرتے ہیں۔ آپ کے مزار کے ساتھ ایک اور قبر موجود ہے۔ جو کہ یہاں کے گدی نشین سائیں مکان شاہ کی ہے۔

☆☆☆

Scanned with CamScanner

ریاضت: بچپن ہی سے فطرتاً اور کچھ اپنے مرشد پاک کے ارشادان کے روزانہ معمول میں بات شامل تھی کہ صبح جلدی بیدار ہوتے اور تہجد ادا کرتے، پانچ وقت باجماعت ادا کرتے تہجد گذار ہونے کے علاوہ اکثر شب بیداری کرتے اور سورج کے طلوع ہونے تک اپنے درود و وظائف میں مشغول رہتے۔اس کے بعد فارغ ہو کر دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتے۔تھکاوٹ نام کی چیز ان میں قطعاً نہ تھی۔

عادات و خصایل: آپ میں عاجزی اور انکساری بہت زیادہ تھی۔اپنے برادرانِ طریقت سے ملتے تو ایسے انداز سے ملتے گویا انہیں پیر خانے کا تحفہ مل گیا ہے۔ہر بات وزن دار ہوتی۔عزیز و اقارب، اڑوس پڑوس یا گاؤں وغیرہ میں کوئی بھی ایسا ذی روح نہ تھا جو ان کی تعریف وصفت نہ کرتا ہو۔ان کے اپنے معاصرین ان کی محفل میں آ کر قلبی سکون کا اظہار کرتے تھے۔

بابا جی کی یہ عادت تھی کہ تانگے پر بیٹھنے سے پرہیز کرتے تھے۔اس کے علاوہ گھوڑے پر سواری کو بھی اچھا خیال نہیں کرتے تھے۔ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ برخوردار (عطاء الٰہی ساگر) کی شادی تھی۔بھرپور گرمیوں کے دن تھے۔گرمی اپنے پورے جوبن پر تھی۔اپنے بیٹے (ساگر وارثی) سے فرمانے لگے کہ چلو شادی کے لئے شہر گوجراں والا سے سودا سلف خرید کر لانا ہے اور تم میرے ساتھ چلو، بازار میں جگہ جگہ چل پھر کر سودا سلف خریدا اور واپسی کا پروگرام بنایا۔اس وقت سورج نصف النہار پر تھا۔بیٹے نے کہا کہ تانگہ لے لیں ہمارے پاس وزن بھی ہے آرام سے چلیں گے، فرمانے لگے کہ گھوڑے کو بھی تو گرمی لگتی ہے۔اس میں بھی جان ہے اور وہ بے زبان ہے، ہم تو شکوہ کر لیں گے، مگر وہ کس سے فریاد کرے گا۔لہذا پیدل ہی گھر پہنچے۔اکثر فرماتے کہ درویش منش ہونا بہت اچھی بات ہے، نہ کسی کی آدھی اور نہ کسی کی ساری سے غرض۔

زمین کے مقدمے کے سلسلے میں پیشی پر حاضر ہونے کے لیے ضلع ہوشیار پور سے آخر شب اٹھ کر سفر پر روانہ ہوتے اور عدالت میں پیشی بھگتنے کے بعد نماز تک واپس آجاتے تھے جو بیس کوس پر واقعہ تھی۔ہمت اپنی جگہ پر ہے۔درویشوں کی خدمت بابرکت میں رہ کر حوصلہ بھی اتنا ہی بلند تھا۔یہ بھی فرماتے تھے آدمی کوئی بھی کام کرے حوصلہ سے کرے۔دنیا میں کوئی چیز بھی

Scanned with CamScanner

بابا رحمت علی چشتی صابریؒ

(میرے دادا حضور)

بابا رحمت علی چشتی صابریؒ کی پیدایش 1902ء میں بہ مقام ہردو تھلہ شریف تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب بھارت) میں ہوئی۔ آپؒ قوم کے راجپوت، گوت کروڑا منہاس [دیکھیں، ص 266] تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام نامی بابا میاں نتھا تھا (پیدایش 1860ء اور وفات 1943ء) آپ کے آباؤ اجداد جموں کشمیر کے رہنے والے تھے۔ جو کہ اہلِ ہنود میں سے تھے۔ حالات ناسازگار ہونے کی بنا پر ہجرت کر کے موضع کروڑا، وڈالہ دامن کوہ شوالک میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔

بیعت: آپ حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ (ہوشیار پور۔ بھارت) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ بابا جی فرماتے ہیں کہ جب مَیں بیعت ہوا تو اس وقت میرے داڑھی نہیں تھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد داڑھی کے بال اگنا شروع ہوئے ایک دن خواجہ صاحبؒ نے اتفاقاً بہ وقت سلام نیاز میرے چہرے کو بہ غور دیکھا اور مسکرا کر فرمایا، اب داڑھی کو استرا نہ لگانا۔ مَیں نے آپ کے اس ارشاد کی بھرپور تعمیل کی۔

ذریعہ معاش: میاں نتھا کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ جن میں ایک لڑکے کا نام رحمت علی تھا۔ جب آپ کی ولادت ہوئی، گھر میں سوائے اللہ کے نام کے کوئی دوسری چیز موجود نہ تھی۔ ذرا ہوش سنبھالا تو آپ کے والد کی بینائی جاتی رہی۔ لہٰذا کھیتی باڑی مسلسل قحط سالی کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ ایک بھائی اور تین جوان بہنوں کا بوجھ ان کے کندھوں پر آن پڑا۔ آخر کار محنت مزدوری کرنا شروع کر دی۔ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کی نظرِ کرم کی بہ دولت دوبارہ کاشت کاری شروع کر دی اور اراضی ٹھیکہ پر لیتے تھے۔ جس میں خود بڑی سخت محنت کی اور روزی کماتے رہے۔ گزر اوقات اچھے طریقے سے ہونے لگی، بچپن ہی سے جان فشانی سے کام کرنے کی عادت ہو چکی تھی۔ جب کاشت کاری سے تھوڑا وقت ملتا تو ایک اور کاروبار کپڑے کا بھی شروع کر دیا۔

Scanned with CamScanner

مشکل نہیں ہے۔ یہ بھی فرمایا میرے پیر و مرشد نے جب پہلی مرتبہ نماز کی پابندی کے لیے فرمایا، میں نے پھر کبھی اس کی ادائیگی میں غفلت نہیں برتی۔ یہ آپ کی عادت میں شامل تھا کہ کبھی کسی سے ناراضگی کا اظہار نہ کرتے۔

توکل: آپ کے بیٹے (ساگر وارثی) آپ کا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان کے بٹوارے کے بعد بھارت سے آنے والے عزیز و اقارب کوئی کسی ضلع کسی قصبے میں جا کر آباد ہو گیا۔ ان عزیزوں میں ایک خاندان اکال گڑھ (موجودہ علی پور چٹھہ) جا کر سکونت پذیر ہو گیا۔ ان کو ملنے کے لئے میں باباجیؒ اور میری والدہ نے موضع کوٹ وارث (گکھڑ منڈی سے 8 کلومیٹر پر واقع گاؤں) سے نزدیکی اسٹیشن منصور والی سے سوار ہو کر اکال گڑھ (موجودہ نام علی پور چٹھہ) جانا تھا۔ وہ پسنجر ٹرین وزیرآباد سے آتی تھی۔ اتفاق سے ٹرین میں بھیڑ بھاڑ کے باوجود کسی نہ کسی طرح ہم ٹرین پر سوار ہو گئے، لیکن باباجیؒ سوار ہونے سے رہ گئے، جب ٹرین اکال گڑھ پہنچی تو پتہ چلا۔ آپ ٹرین نہیں پکڑ سکے، خیر ہم ماں بیٹا رشتہ داروں کے ہاں پہنچے۔ لیکن مرا دل اس قدر پریشان ہوا کہ گھر میں رکنے کی بجائے الٹے پاؤں اسٹیشن کی طرف چل پڑا، پریشانی کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح آئیں گے۔ اسی سوچ بچار میں چلا جارہا تھا سامنے نظر اٹھی تو دیکھا کہ باباجیؒ چلے آرہے ہیں۔ دیکھتے ہی خوشی ہوئی، میں نے راستے کا حال پوچھا کہ کتنی پریشانی اٹھانا پڑی، مجھے فرمانے لگے تکلیف کیسی دیکھو آپ لوگ ٹرین سے آئے ہیں اور میں بے غیر ٹرین کے تمہارے پہنچنے سے پہلے آ گیا ہوں۔ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کا بڑا کرم ہے، فکر کیسی؟

رشتہ داروں میں بھی کوئی فرد ایسا نہ تھا جو باباجیؒ کے درویش منش ہونے پر فخر نہ کرتا ہو۔ خاندان میں جو بھی رسم و رواج منعقد ہوتے۔ ان سب میں آپ کی شمولیت کو ضروری سمجھا جاتا تھا۔ کچھ ویسے بھی ہر ذی روح میں آپ کی قدر و منزلت تھی۔ درویشی کا یہ حال تھا کہ باوجود اپنی زمین کے مہاجر ہونے پر پاکستان میں زرعی اراضی کا دعویٰ (کلیم) داخل نہیں کروایا، کہنے لگے کہ اب کون دوبارہ اس جھنجھٹ میں پڑے، ہٹاؤ اسے۔ اپنے بزرگوں کے علاوہ دوسرے بزرگوں کا بھی بہت زیادہ ادب بجالاتے۔

Scanned with CamScanner

بابا جیؒ اپنے مقام میں چھپے رستم تھے۔ جس کسی شخص کو جسمانی تکلیف ہوتی آپ کے پاس آ کر جھاڑ پھونک دم کرالیتا، اس کو شفا ہو جاتی۔ اس کے علاوہ اگر کسی کا دودھ دینے والا جانور کسی وجہ سے دودھ کم دیتا تو آپ اس کے لئے آٹے کا پیڑا دم کر کے دیتے۔ جو کھانے سے جانور دودھ دینے میں کمی نہ کرتا۔ آپ کے وصال کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ گھر والے آپ کی قبر سے مٹی اٹھا کر مریضوں کو دے دیتے۔ جس کی بہ دولت وہ شفا پا جاتے۔

ایک مرتبہ آپ سے حسب روایت بر موقع عرس حضرت مست علی بخشؒ سکرالہ شریف تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور (بھارت) خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ نے فرمایا سکرالہ جاؤ اور روشنی والے گیس دربار پر دے آؤ۔ صبح کے وقت بابا جی بہ غیر ناشتہ کیے اپنے ساتھ رات کی بچی کچھی روٹی باندھ لائے۔ تا کہ راستہ میں وقت طلب کھالی جائے۔ اتفاق سے جب خواجہ صاحب بابا جی کے سر پر گیس رکھنے لگے اسی دوران بغل سے روٹی والا رومال نیچے گر گیا۔ آپ نے فرمایا، بابا رحمت علی یہ کیا گرا۔ عرض کی سرکار راستہ کے لیے روٹی رکھ لی تھی۔ آپ یہ سن کر جلال میں آ گئے اور بابا جی کے منہ پر زور سے تھپڑ رسید کیا، فرمایا تم صابریوں کو بدنام کرو گے۔ صبر نہیں کر سکتے۔ جس گاؤں سے گزرو گے کیا وہاں رزق تمہارا انتظار نہ کر رہا ہوگا۔ آپ نے روٹیاں اٹھائیں اور مویشیوں کے آگے ڈال دیں۔ بابا جی کہتے تھے کہ اس کے بعد میں نے کبھی بھی روٹی کی فکر نہ کی۔ سرکار کے صدقے کبھی بھی بھوکے ننگے نہ رہے۔ [آثار الوارثین، قلمی، ص، 40-41]

مقدمہ سے رہائی: بابا جیؒ دورانِ خشک سالی میں کوئٹہ میں بہ طور محنت مزدوری کے لئے چلے گئے۔ اپنے روانگی کے پروگرام کو پردہ اخفا میں رکھا اور بہ غیر اجازت اپنے مرشد کے کوئٹہ روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر دونوں بھائی (جس کا نام برکت علی تھا)، ایک ٹھیکے دار کے ساتھ منسلک ہو کر کام کرنے لگے۔ اتفاق ایسا ہوا کوئٹہ کی آب و ہوا راس نہ آئی اور آپ بیمار ہو گئے۔ اسی بیماری کے دوران گھر سے ایسے خطوط موصول ہوئے کہ طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ لیکن اس کی اصل وجوہات یہ تھیں کہ کوئٹہ جانے کے بعد کچھ شرپسند عزیز و اقارب نے ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث کر دیا۔ چوں کہ انگریز کا دور تھا آپ کی زوجہ محترمہ کو خبر ہوئی تو بہت زیادہ پریشان ہوئیں۔ وہ گھبرا کر خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئیں اور مقدمہ کی تمام رُوداد

Scanned with CamScanner

سنائی۔سرکارؒ نے فرمایا" بابا رحمت علی کہاں ہے""۔انھوں نے کہا وہ تو محنت مزدوری کے لئے کوئٹہ چلے گئے ہیں۔اچھا خیر! اللہ فضل کرے گا۔مائی صاحبہ دربار سے جب واپس آئیں تو سر راہ پتہ چلا کہ عدالت کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہوا ہے۔لیکن جب گاؤں میں وارنٹ لے کر سپاہی آیا تو اس میں رحمت علی کی بجائے کوئی اور نام درج تھا۔جن کو گاؤں کے نمبر دار نے غلط قرار دے کر واپس کر دیا۔اس واقعہ کے بعد باباجیؒ کوئٹہ سے واپس پہنچے اور مرشد کی قدم بوسی کے لئے گئے۔

سرکارؒ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ

"تم پھاوڑے (بیلچہ) سے دولت اکٹھی کرنے کے لئے کوئٹہ گئے تھے۔جاؤ! خدا پر بھروسہ کر کے کام کرو، امیری غریبی دستِ قدرت میں ہے۔اللہ فضل کرے گا۔"

ذوق سماع: باباجیؒ کی محفل سماع میں عجیب کیفیت ہوتی، یہاں تک کہ ہوش نہ رہتی۔ایک دفعہ ایک سارنگی والا آٹے کی چنگی کی خاطر قریہ قریہ گھوم پھر کر کچھ گا رہا تھا۔اتفاق سے باباجیؒ مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد مسجد سے واپس آرہے تھے کہ سرِ راہ سارنگی والے سے ملاقات ہوگئی۔اس کا کلام سننے کے لئے کھڑے ہوئے۔آپ کی عادت تھی جب مسجد سے نماز کے بعد گھر آتے تو اپنے ساتھ ایک لوٹا رکھتے تھے۔وہ پانی سے بھر کر ساتھ لے آتے۔سارنگی نواز سے کلام سماعت کرتے ہوئے کیفیت وارد ہوگئی۔آپ نے دوران کیفیت حق حق کرتے ہوئے وہ پانی سے بھرا ہوا لوٹا زور سے اوپر کو اچھالتے، لوٹا نیچے گرنے سے پہلے دبوچ لیتے اور پانی بالکل نہ گرتا، اس کے بعد چند ایک آدمیوں نے آپ کو پکڑ لیا تاکہ کسی کو چوٹ نہ لگ جائے۔

آپؒ نے سماع کو روحانی غذا سمجھ کر سماعت کیا۔اگر قوال کے کہے ہوئے کسی شعر سے زیادہ اثر انداز ہوئے تو تمام دن شعر مذکور کو گنگناتے رہتے اور لطف اندوز ہوتے۔سماع کے بعد رقت طاری ہو جاتی، اس انداز سے سسکیاں بھرتے کہ پاس بیٹھے ہوئے شخص کو بھی نہ پتہ چل سکے۔آپ زیادہ تر دین محمد قوال جالندھری کی قوالی سنتے تھے۔اس کے بعد فتح علی مولوی مبارک جالندھری قوال کے گائے ہوئے کلام پر سر دھنتے تھے۔فتح علی، مولوی مبارک علی سے باباجیؒ کو

خاص پیار تھا اور ان کی والدہ مائی جیونی کو باباجیؒ سے ایک روحانی انس تھا۔ باباجیؒ ان کو ملنے کے لیے فیصل آباد بھی جایا کرتے تھے۔

اولاد و امجاد: آپ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ جن میں سے تین لڑکوں اور دونوں لڑکیوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ سرکار خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے حکم کے مطابق سب کو تعلیم دلوائی اور جس کی بہ دولت ملازمت کے اچھے عہدوں پر فائز رہے۔ صاحب زادوں کے نام بالترتیب درج ہیں۔

پہلے نمبر پر فیض محمد (وصال 1932ء)۔

دوسرے نمبر پر محمد طفیل چشتی صابری سرکار خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے دست حق پر بیعت سے مشرف تھے۔ جو خیاطی کے شعبہ سے وابستہ رہے اور وصال 2001ء میں ہوا۔

تیسرے نمبر پر میاں عطاء اللہ ساگر وارثی (وصال 2000ء) [دیکھیں ص،265]

چوتھے نمبر پر عطاء الٰہی ساگر ہیں۔

1938ء میں ہوشیار پور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ 1960ء میں ملازمت کا آغاز لاہور سے کیا۔ ریلوے میں آفیسر تھے۔ سلسلہ قادریہ اویسیہ میں ریاض احمد گوہر شاہی صاحب کے حلقہ سے وابستگی کی نسبت سے امیر گوجراں والا کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ 2003ء میں ریٹائرڈمنٹ کے بعد اروپ میں مستقل قیام پذیر ہوئے اور اپنے مشن کو ہر خاص و عام میں پھیلانے میں کوشاں ہیں۔

پانچویں نمبر پر گلزار احمد ہیں۔ آپ کی پیدائش 1941ء میں ہوشیار پور انڈیا میں ہوئی۔ ریلوے میں سلیپر فیکٹری میں آفیسر سپریڈنٹ کے عہدہ پر فائز رہے۔ سکھر میں ملازمت کا مکمل عرصہ گزرا۔ ریٹائرڈمنٹ کے بعد تحصیل کامونکی، ضلع گوجراں والا میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے۔ آپ کا وصال 15 اکتوبر 2018ء میں ہوا اور تحصیل کامونکی، ضلع گوجراں والا میں سپرد خاک ہوئے۔

باباجی کا وصال: آپ کی زوجہ بی بی غلام فاطمہؒ فرماتی تھیں کہ شب وصال کی رات کو

مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے تمہارے باباجیؒ کو پیاس کی تمنا ہے۔ میں پانی لے کر آئی اور چہرے پر سے چادر ہٹائی اور مجھے آپ کا چہرہ زیادہ چمکتا ہوا نظر آیا، میں نے اس وقت گھر والوں کو جگانے کی کوشش کی مگر آپ نے اسی وقت چہرہ ڈھانپ لیا اور مجھے سختی سے منع فرمایا۔ آپ کا وصال شریف ۲۳ ذیقعد ۱۳۹۴ھ بہ مطابق 1974ء بہ روز اتوار بہ وقت عصر موضع اروپ شریف تحصیل و ضلع گوجراں والا میں ہوا اور وہیں مزار اقدس تعمیر ہوا۔ [مشائخ ہوشیار پور، عطاء اللہ ساگر، ص، 208 تا 212]، [آثار الوارثین، قلمی، ص، 29 تا 70]

قبلہ آصف صابریؒ صاحب نے قطعہ تاریخ یوں رقم کی۔

جو بھی ہے اس جہاں میں فانی ہے   ساری دنیا یہ آنی جانی ہے
میاں رحمت علیؒ کہو آصفؔ   شد بہشت بریں مکانی ہے

--------۱۳۹۴ھ--------

☆

قطعہ تاریخ

وہ چراغِ انجمن طہارت

---------۱۹۷۴ء---------

رحمت علیؒ خدا انہیں جنت میں دے جگہ
ہیں سوگوار ان کی جدائی سے اہلِ چشت
حاصل تھا فیض والئی اجمیرؒ سے انہیں
بے شک وہ تھے خجستہ نصیب و ہدا سرشت
مظہر تھے شانِ معرفت و آن فقر کے
خوش قسمتی ، سعادت و نیکی تھی سر نوشت
پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے بعد ، وہ
فرمان کبریا سے ہوئے عازمِ بہشت

Scanned with CamScanner

سالِ وصالِ بندہ حق کیش کی تھی فکر
ہاتف نے دی صدا مجھے ''رحمت مآب چشت''

۱۳۹۴ھ

ازقلم طارق سلطانپوری (حسن ابدال)

☆☆☆

حضرت صوفی فتح محمد خاں روہیلہ چشتی نظامیؒ

آپ 1861ء میں روہیل کھنڈ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا اسم گرامی حضرت کریم بخش تھا۔روہیل کھنڈ، بھارت میں مغلیہ دور میں خاں برادری آ کر آباد ہوئی جو کہ کابل (افغانستان) سے مغل بادشاہ بہادر نوجوانوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا اور شاہی فوج میں شامل کیا۔روہیلہ بڑی جنگ جو قوم تھی۔اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر اچھے اچھے عہدے حاصل کیے۔صوفی صاحب 1947ء میں پاکستان بننے کے بعد منٹگمری (ساہیوال) کے ایک گاؤں چک 92/62 میں تشریف لائے۔بعدازاں شہر ساہیوال میں مستقل سکونت اختیار کی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں میٹرک تک حاصل کی اور دینی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ انگلش، اردو، پنجابی، فارسی، ہندی اور سنسکرت زبانوں پر عبور حاصل تھا۔روہیل کھنڈ میں آپ نے حکمت کی سند لی اور چوٹی کے حکماء میں شمار ہوئے۔

بیعت وخلافت: مرشد کی تلاش میں آپ نے بہت سفر کیے اور ہندوستان میں درویشوں کے مزارات پر حاضری دی۔عرصہ تین سال حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے دربار پر جھاڑو کشی کی اور چلہ بھی کاٹا۔اسی دوران صاحبِ نظر درویش سے ملاقات ہوئی۔ان کی صحبت میں رہنے لگے۔ایک مرتبہ صوفی صاحب نے بیعت کی استدعا کی۔تو انہوں نے فرمایا حکیم صاحب فقیری میں آپ کا حصہ آپ کے شہر جالندھر (بھارت) میں ہے۔ان کا نام حافظ عبداللہؒ ہے۔لہذا ایک رقعہ حافظ صاحب کے نام لکھ کر دیا۔آپ جالندھر کے لیے روانہ ہوئے۔خدمت اقدس میں پہنچنے پر حافظ

عبداللہ نے بے ساختہ فرمایا، میری امانت حکیم صاحب مجھے دے دو۔ آپ نے بڑے مودبانہ انداز میں حضور کو رقعہ پیش کیا۔ صوفی صاحب روزانہ ان کی خدمت میں رات کے وقت حاضر ہوتے۔ تمام رات ساتھ میں رہتے صبح تہجد کے وقت وہاں نماز پڑھ کر گھر تشریف لاتے، یہ سلسلہ 10 سال تک جاری رہا۔ جب آپ دہلی سے جالندھر آئے تو حافظ عبداللہؒ سرکار نے آپ کو بیعت کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد خرقہ خلافت سے نوازا۔

آپ نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں بے شمار لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا۔ کچھ افراد کو خلافت سے بھی نوازا، جن میں سے چند کے اسم گرامی درج ذیل ہیں۔ سائیں مہرالدین چشتی نظامی (خلیفہ اوّل)، سیّد فضل شاہ (رینالہ خورد)، صوفی فضل محمد (اوکاڑہ)، مولوی فضل محمد (ملتان)، سائیں نورالدین نور (فیصل آباد)۔

آپ کی اولاد میں دو صاحب زادے گلزار احمد اور فضل احمد، بیٹیوں میں رحمت بی بی اور فضل بی بی شامل ہیں۔

آپ کا وصال 105 سال کی عمر میں بہ روز ہفتہ 4 جون 1966ء بہ مطابق 14 صفر المظفر 1385ھ میں ہوا۔ مزار اقدس چاہ معافی والہ موضع اروپ شریف ضلع گوجراں والا میں مرجع خلایق ہے۔ ہر سال آپ کا عرس مبارک 29 مارچ کو منایا جاتا ہے۔ اس جگہ کی نشان دہی آپ نے 1960ء میں فرمادی تھی۔ [اولیائے گوجراں والا، میاں علی رضا، ص 300، قلمی تحریر، غلام چشتی مجاہد، معافی والا اروپ]

شاعری: آپ کو شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ شاعری کی کتب میں [رازِ دروں]، [اردو صوفی شاعری] اور [پنجابی سی حرفی] شامل ہیں۔ پنجابی کلام کی کتاب شایع بھی ہوئی، جو پنجابی کافیوں پر مشتمل ہے۔

نمونہ کلام: اللہ صفتاں دا معدن صفتاں نفی کریندا ہُو
شور مچاندا ہر ہر جائیں مینوں پیا سنیدا ہُو
ہر اک پہن لباس اے آیا آپے آپ وسیندا ہُو
فتح علی بن ساقی وحدت دم دم جام پلیندا ہُو

☆

حق بیان کرنے سے مَیں کس لیے خاموش رہوں
محو غفلت نہ رہوں غم سے فراموش رہوں
بادہ عشق سے مَیں رند و بلا نوش رہوں
مے کشی کرتا رہوں ساقیا مدہوش رہوں
راز حق سننے کو مَیں ہر طرح باہوش رہوں
فکر فردا سے جو دایم ہی سبکدوش رہوں
رمز ہو حق کے لیے صاحب آغوش رہوں
دہر کی ہستی سے اے ساقیا بے ہوش رہوں
درد دل دیکھا فتح بادہ بے ہوشی میں!
کھلے کیا راز دروں اس میری خاموشی میں!

☆

ساقیا دل میں تری بوئے وفا شامل ہے
اس لیے تیری قسم عین و سوا باطل ہے
ناوک ہو سے خودی دل سے میرے گھائل ہے
جو نہ تھا پیش نظر میری طرف مائل ہے
ہر رگ تن میں میرے راز دروں حائل ہے
فعل مفعول یہی اور یہی فاعل ہے
اے فتح آیا نظر یہ تجھے میخانے میں
ہے یہی جلوہ نما ساغر و پیمانے میں

[انوارالوارثین قلمی، ص230]

Scanned with CamScanner

حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ

آپ کی ولادت باسعادت دسمبر 1891ء میں موضع اروپ ضلع گوجراں والا میں ہوئی۔ آپ میاں فیض علیؒ کے صاحب زادے تھے۔ جو کہ درویش منش انسان تھے۔

آپ نے موضع اروپ سے پرائمری پاس کی، گورنمنٹ ہائی اسکول گوجراں والا سے 1908ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور وظیفہ حاصل کیا۔ آپ بچپن سے ہی کافی ذہین تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے فسٹ ایئر کا امتحان پاس کرنے کے بعد 1909ء میں یہ کالج چھوڑ کر زراعتی کالج لائل پور (فیصل آباد) میں داخلہ لے لیا۔ جہاں سے آپ نے 1912ء میں ایل اے جی (LAG) کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ جس کے فوراً بعد ہی آپ کا تقرر زراعتی کالج لائل پور (فیصل آباد) میں بہ طور ریسرچ اسسٹنٹ ہوگیا اور آپ کو امپیریل ایگری کلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پوسا میں ایگری کلچرل بیکٹیریالوجی میں پوسٹ گریجوایٹ ٹریننگ کے واسطے بھیج دیا گیا۔ 1914ء میں پوسا کی ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد لائل پور (فیصل آباد) واپس آ گئے۔

1913ء میں پوسا انسٹی ٹیوٹ میں حضرت شاہ مبارک حسینؒ جو قادری مجددی سلسلہ کے بزرگ تھے دربھنگہ سے تشریف لائے۔ آپ بھی ان کے سلام کے واسطے تشریف لے گئے۔ آپ فرماتے تھے "حضرت صاحبؒ نے دیکھتے ہی فرمایا مرید ہو جائیں۔ چناں چہ مَیں مرید ہو گیا"۔ ملازمت کے دوران جب تعطیلات ہوتیں تو آپ دربھنگہ شریف جہاں حضرت صاحبؒ کا مسکن تھا۔ حاضر ہوتے رہتے۔ جناب شیخ کو آپ سے بہت محبت ہوگئی۔ جب شیخؒ کے خیال کے مطابق آپ منتہی ہو چکے تھے۔ چناں چہ خلافت عطاء فرمائی۔ مگر آپ نے کسی کو مرید نہ کیا۔ پیرو مرشد نے 1923ء میں سفر آخرت اختیار فرمایا اور مزار اقدس خانقاہ فریدی دربھنگہ شریف (ہوشیار پور۔ بھارت) میں بنا۔

1922ء میں جب آپ روضہ حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ پر چلہ کش تھے تو مخدوم پاکؒ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ شیخ کامل کی ضرورت ہے اور باطنی طور پر سرکار خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کا مشاہدہ کرادیا۔ یہ اشارہ پاتے ہی آپ نے ایک خط اپنے حضرت شاہ مبارک حسین قادریؒ کو

Scanned with CamScanner

در ہجنگہ شریف (بھارت) لکھا، ابھی تک خدا کا کچھ پتہ نہیں چلا اور ساتھ ہی مخدوم پاکؒ کے ارشاد کی تفصیل بتائی۔ حضرت صاحبؒ نے فوراً خط کا جواب دیا (تمہارا مرشد بہت بزرگ اور صاحب اختیار ہے) کوئی فکر نہ کرو۔"

آپ دھوگڑی اسٹیشن پہنچے اور کچھ دن قیام کرنے کے بعد بھائی فضل الدینؒ سے فرمایا چلو تمہیں بھی ساتھ لے چلوں۔ دونوں حضرت ہردو تھلہ شریف (ہوشیار پور۔ بھارت) پہنچے وہاں پتہ چلا کہ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ میر پور (بھارت) میں لالہ رام بخش کی دکان پر تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا فضل الدین وہ سرکار تشریف فرما ہیں۔ مگر چوں کہ ہمیں اسی دکان سے بتاشے بھی خریدنا ہیں۔ اس لئے قبل از وقت اس کا اظہار مناسب نہ ہوگا کہ ہم نے سرکار کو پہچان لیا ہے۔ دکان پر جا کر بتاشے خریدے اور دوکان دار سے آپ نے استفسار کیا، سنا ہے کہ سرکار محمد دیوان چشتی صابریؒ یہاں آئے ہوئے ہیں۔ دوکان دار نے سرکارؒ کی جانب آنکھ سے اشارہ کیا۔ سرکارؒ کے حضور بتاشے پیش کئے تو انھوں نے پوچھا کہ پیاس ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا، جس پر سرکارؒ نے دوکان دار کو ارشاد فرمایا کہ مصری کا شربت بنا کر پلاؤ اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کوئی گفت گو نہ ہوئی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جاؤ مسجد میں نمازِ ظہر پڑھ آؤ۔ جب واپس آئے تو آپؒ نے ارشاد فرمایا،

"نماز میں جس چیز کا دھیان ہو وہ نماز اسی چیز کی ہے نہ کہ خدا کی۔"

خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے حضور میں: آپ کی طبع مبارک عزلت پسند تھی ریاضت اور مجاہدہ کا شوق تھا چناں چہ آپ 1927ء سے 1938ء تک خواجہ صاحبؒ کی خدمت اقدس میں رہے۔ اور فیوض و برکات حاصل کیے۔

موضع اروپ میں قیام: 1938ء میں سرکار خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ نے حکم فرمایا کہ "باؤ جی اب آپ موضع اروپ میں ہی رہا کریں اپنے بال بچوں کی نگرانی کریں اور حضور داتا علی ہجویریؒ کے دربار پر آتے جاتے رہا کریں۔ آپ کے موضع اروپ میں قیام فرمانے سے پہلے وہاں کے لوگوں کے اخلاق وعقائد بہت ہی پست تھے۔ جرائم پیشہ لوگوں کا بازار گرم تھا۔ مگر آمد کے بعد، بدی کو زوال اور نیکی کو دائمی کمال حاصل ہو گیا۔

آپ کا قد مبارک تقریباً لمبا، سینہ مبارک فراخ، ریش مبارک گھنی، رنگ گندمی اور چشم مبارک مدبھری تھی۔

آپ کی طبع مبارک جلالی مگر جودوکرم سے لبریز تھی۔ طبیعت مبارک سراپا مستی تھی۔ مشکل کشائی آپ کا شیوہ تھا۔ لوگوں میں آپ ''سرکار غریب نواز'' یا ''سرکاراں'' کے لقب سے مشہور ہیں۔

فروری 1925ء میں خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ آپ منصور پور کے (تحصیل پھلور ضلع جالندھر۔ بھارت) ختم شریف میں پہنچ جائیں۔ مگر چھٹی نہ ملی اور بہ غیر رخصت ہی منصور پور روانہ ہو گئے۔ جب ڈاکٹر لینڈر کو پتہ چلا کہ بہ غیر رخصت چلے گئے ہیں تو اس نے ڈائریکٹر زراعت کو لکھا کہ ان کو ملازمت سے برطرف کر دیا جائے۔ مگر ڈائریکٹر نے حمایت کرتے ہوئے آپ کو دماغی سکون کے لئے ڈیڑھ سال کی رخصت پر بھجوا دیا۔ جولائی 1927ء میں آپ واپس ملازمت پر آ گئے اور ملازمت پر حاضر ہوتے ہی استعفیٰ دے دیا۔ کل پندرہ (15) سال ملازمت کی جس میں سے پانچ سال رخصت پر رہے۔

آپ کی طبیعت ہر قسم کے تفکرات سے آزاد تھی۔ طبع مبارک نہایت رحم دل اور غریب نواز تھی۔ اسی لئے آپ کا لقب ''سرکار غریب نواز'' ہو گیا۔ اگر کوئی چیز ایسی تناول فرماتے جس کے چھلکے وغیرہ خاکروب کو اٹھانے پڑتے تو وہ چیز اس کے واسطے بھی ضرور رکھتے۔ طبیعت میں غضب کا ضبط تھا۔ انتہائی جسمانی تکلیف میں بھی ہائے کا لفظ زبان پر نہ لاتے۔ جانوروں پر آپ بہت شفقت فرماتے۔ اروپ شریف دربار میں بہت بلیاں جمع ہو گئی تھیں (عمدہ یا خوبصورت نسل کی نہیں)۔ جس وقت آپ کھانا تناول فرماتے تمام کی تمام جمع ہو جاتیں اور آپ انھیں باری باری لقمے عطا فرماتے۔

آپ کا وصال ۵ ذیعقدہ ۱۳۷۰ھ بہ مطابق 9 اگست 1951ء بہ روز جمعرات بہ وقت پونے نو بجے رات ہوا۔ مزار اقدس موضع اروپ میں مرجع خلایق ہے اور ہر آنے والا آپ کے فیوض و برکات سے شب و روز مستفیض ہوتا ہے۔

خلفاء:

۱۔ صاحب زادہ ملک دیدار علی آپؒ کے بڑے صاحب زادے اور درگاہ

عالیہ کے سجادہ نشین تھے۔

اللہ دتہ" کا مزار موضع قلعہ خزانہ تحصیل و ضلع گوجراں والا میں واقع ہے۔

۲۔ صوفی دین محمدؒ کا دربار شریف متصل وڈالہ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

۳۔ علی محمدؒ کا مزار اقدس چاہ تیلی والہ (ڈیرہ شریف) موضع اروپ میں واقع ہے۔

۴۔

اولاد: آپ کے دو صاحب زادے ملک دیدار علیؒ اور ملک خورشید علیؒ ہیں۔

شاعری و نمونہ کلام: ایک دفعہ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ شعر لکھا کریں۔ آپ نے بہت نے سی نظمیں بھی لکھیں۔ ان میں سے ایک خواجہ محمد دیوانؒ کی مدح بھی تھی۔ جس میں خواجہ دیوان صاحبؒ کو "اصول الدین" کے نام سے مخاطب کیا گیا۔ جب یہ سرکار کو مدح سنائی گئی۔ انھوں نے مدح سن کر دریافت فرمایا۔ یہ بزرگ کہاں ہوئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا، یہیں کہیں ہوئے ہیں۔ اس سوال و جواب میں ایک عجیب لطف و کیف تھا۔ وہ سرکار پاکؒ کا بھولے پن سے سوال کرنا اور ادھر آپ کا اسی راز و نیاز کے پیرایہ میں جواب دینا۔
[مشعل راہ، ملک دیدار علی، اولیائے گوجراں والا، میاں علی رضا، ص80]

کشتۂ خنجر رضا اصول الدینؒ
ہالک رشتہ وفا اصول الدینؒ

میکش بادۂ فنا اصول الدینؒ
حامل رقعہ بقا اصول الدینؒ

بحر نوشید و باہمیں تشنہ
مظہرِ قدرت خدا اصول الدینؒ

با ایں ہمہ کہ شیرِ یزداں است
عجز ہر وقت شیوہ را اصول الدینؒ

رُست از قید ہستی ناچیز
طائرِ لامکاں رسا اصول الدینؒ

چوں زمیں صد ہزار بار گراں
برد بے چوں چراں اصول الدینؒ

از خودی کرد دیگراں آزاد
ہست چوں خود رہا اصول الدینؒ

آں جمالِ جمیل لم یزلی
آمد آں را روا اصول الدینؒ

صحو را ناز کہ مشرف گشت
از قدم بوسی ہما اصول الدینؒ

خاتم و حجت ہمہ مشتاق
شمع و پروانہ را ھدیٰ اصول الدینؒ

فارغ از قید قبض و ہم بسط
صاحب منزل علی اصول الدینؒ

ایں سگِ ادنیٰ غلام تو
منتظر یک نظرِ شاہا اصول الدینؒ

[مشعل راہ، ملک دیدار علی، ص، 57]

ملفوظات:

۱۔ فرمایا اگر مرشد پاک کسی کی روح کو مرید کر لے تو پھر مرید کو کوئی سعی کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ فرمایا سب سے بہترین خیرات اور نیکی کھانا کھلانا ہے۔

۳۔ فرمایا بہ غیر رہ نما اگر ہزار سال بے ریاضت کرتا رہے تو شاید پہلی منزل تک پہنچ جائے لیکن واصل حق نہیں ہو سکتا تا دقیکہ اسے پیر کامل کی رہ نمائی اور پشت پناہی حاصل نہ ہو۔

۴۔ فرمایا جب انسان اپنے پروردگار کا فرماں بردار ہو جاتا ہے تو کوئی چیز اس کی نافرمانی نہیں کرتی۔

۵۔ فرمایا نفس انسان کا سخت دشمن ہے جو ہر وقت اس کو خدا کے راستہ سے روکتا رہتا ہے

Scanned with CamScanner

اور ساتھ ساتھ اس کے اعمال بھی خراب کرتا جاتا ہے۔

۶۔ فرمایا جو آدمی آپ سے وہ اپنے کام آپ کر رہا ہے۔ جو آپ نہیں ہے اس کے کام خدا کر رہا ہے۔

۷۔ فرمایا فقیر کے واسطے جائیداد پیدا کرنا باعث طعن ہے۔

۸۔ فرمایا درویش کو جسمانی لطف کبھی نہیں آتا، اس کا تمام جسم ماسوائے اس کے روحانی قلب کے ہر وقت تکلیف میں رہتا ہے۔

۹۔ فرمایا خدا تک پہنچنے کے اتنے راستے ہیں جتنے کہ انسان کے سر کے بال۔

۱۰۔ فرمایا کہ بیماری اور تکلیف سے روح کی صفائی ہوتی ہے اور کردہ گناہوں سے نجات ملتی ہے۔

۱۱۔ فرمایا فقیری کا بنیادی اصول ہی یہ ہے کہ اگر اللہ ہے تو آپ نہیں اور اگر آپ ہے تو اللہ نہیں۔

۱۲۔ فرمایا درویشی خودی کے ختم ہونے کا نام ہے۔

۱۳۔ فرمایا اپنے شیخ کے خلاف کبھی گفت گو نہیں سنی چاہیے۔ ہو سکے تو سختی سے روکنا چاہیے اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو نرمی سے روکنا چاہیے اور اگر یہ بھی قدرت نہ ہو تو اٹھ کر چلے جانا چاہیے۔

۱۴۔ فرمایا خاندان چشتیہ میں سماع بہ منزلہ عبادت ہے یہ روح کی غذا ہے اور قلب اس سے یک سوئی پا کر اللہ، اللہ کے رسول اور بزرگانِ دین کے فیض سے سیراب ہوتا ہے۔

۱۵۔ فرمایا انسان اپنی زندگی ہی جس جس جگہ جاتا ہے۔ مرنے کے بعد اس کی روح انہی مقامات پر جا سکے گی۔ اس لیے حج اور زیارتِ روضہ رسول کا شرف حاصل کرنا چاہیے اور بزرگانِ دین کے عرسوں اور درگاہوں پر حاضر ہو کر ان کے روحانی فیض سے مستفید ہوا جائے کہ تا کہ موت کے بعد روح بھی ان مقاماتِ مقدسہ پر حاضر ہوتی رہے۔

۱۶۔ فرمایا مرید کو میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اپنے شیخ پاک کی شکل میں ہوگا۔

۱۷۔ فرمایا نماز، روزہ اور شریعت نبوی کی صدقِ دل سے پابندی کرنے والوں کی قبروں سے عطر و گلاب کی خوش بُو آتی ہے اور ان کے لطیف اجسام کے چہرے حسنِ شریعت سے روشن ہوتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

۱۸۔ فرمایا جب کوئی شخص زیارتِ درویش کے لیے روانہ ہوتا ہے تو اس کے گھر کے چلنے سے واپس گھر پہنچنے تک درویش کی نظر اس پر رہتی ہے۔

۱۹۔ فرمایا درویش کے لیے یہ جہان ایسا ہے جیسے ہتھیلی پر گندم کا دانہ کیوں کہ اس کی نظر بنظر ہے۔

۲۰۔ فرمایا جو لوگ فقیری کے راستے پر چلتے ہیں اس کا دل دنیا میں نہیں لگتا، اداس رہتے ہیں۔
[مشعل راہ، ملک دیدار علی، ص، 169]

منقبت در شان

مرشد و رہنما خواجہ برکت علیؒ ، خیر منگناں سدا تیرے دربار دی
جام نظراں دا مینوں عطا وی کرو ، جان آئی لباں تے میخوار دی
چرچا ولیاں دے وچ ہے تیری شان دا، دیویں صدقہ شہا خواجہ دیوانؒ دا
بن تیرے بانہہ پھڑے کون میرے پیا، تیری گلیاں دی سائل میں دکھیار دی
بہر صابرؒ پیا مشکل آسان کر، سون دیندا نئیں راتاں نوں درد ہجر
میرے گھر وچ وی برکت ہو برکت علیؒ ، ہووے چارہ گری ایس لا چار دی
رہن قایم حشر تیک سرداریاں ، دور ہو سن کدوں میری دشواریاں
دے بجھا سوزِ فرقت دی چنگاریاں آس بیٹھا ہاں لا تیرے دیدار دی
سُن لے میرے حبیبا اے میری عرض ، لا دواء ہے طبیبا اے میرا مرض
آنویں خضرؔ جہاں ، خضر دے سامنے ، نبض ڈبدی پئی تیرے بیمار دی
[سیّد خضر حسین خضرؔ چشتی]

[بہار اولیاء، خواجہ علی محمد، ص، 179]

☆

منقبت

دیکھئے کس شان سے نکلا نشانِ صابری تا حشر قایم رہے گا یہ نشانِ صابری

Scanned with CamScanner

انگلیاں اٹھنے لگیں اللہ اللہ دور سے
آرہا کس شان سے ہے کاروانِ صابری

سب گنہگاروں کا پردہ حشر میں رہ جائے گا
آج جو آجائیں گے زیرِ نشانِ صابری

خواجہ برکت علی شاہؒ لاج تمہارے ہاتھ ہے
قبلہ و کعبہ و مہر خاندانِ صابری

کیوں نہ روئیں چوم کر تیرے حریم ناز کو
تیری وفائیں یاد ہیں صاحب نشانِ صابری

اس نشانِ صابری کی شان کا صدقہ اے دادؔ
اِک نگاہ لطف ہو اے خواجگانِ صابری

[چوہدری دادؔ علی]

[بہاراولیاء،خواجہ علی محمد،ص،181]

☆☆☆

حضرت خواجہ علی محمد چشتی صابریؒ

آپ کی ولادت 1912ء میں موضع اروپ ضلع گوجراں والا کے ایک متمول زمین دار گھرانے میں ہوئی۔والد محترم چوہدری فتح محمد کا شمار گاؤں کے معززین میں ہوتا تھا۔

ابتدائی تعلیم گاؤں کے پرائمری اسکول میں حاصل کی ،مزید تعلیم کے لئے ننھیال گکھڑ منڈی ضلع گوجراں والا تشریف لے گئے۔بعدازاں درس وتدریس کی پیشہ وارانہ تعلیم ڈسکہ سے حاصل کی اور پرائمری اسکول موضع اروپ میں بہ طور ورنیکلر ٹیچر تعینات ہوئے۔

بیعت: دورانِ ملازمت آپ ایک دفعہ آشوبِ چشم کے شدید عارضے میں مبتلا ہو گئے اور باوجود ہر قسم کے علاج کے افاقہ نہ ہوا۔ایسے میں والدہ محترمہ آپ کو لے کر حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ (موضع اروپ) کے پاس حاضر ہوئیں اور صحت کے لئے التجا کی۔آپ کی نہ صرف ظاہری بینائی بہ حال ہوئی بل کہ باطنی آنکھ بھی کھل گئی۔خواجہ برکت علیؒ کے ایماء پر آپ نے حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی درخواست کی۔آپ نے ارشادفرمایا کہ مَیں گنہ گار انسان ہوں۔اگر بعد میں مجھے چھوڑ جانا ہے تو اب مرید نہ بنو۔میاں علی محمدؒ نے عرض کی سرکار دعا فرمئیں کہ حضور کا دامن میرے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔پھر آپ نے بیعت فرمایا اور حکم دیا کہ بابوجیؒ کی خدمت کرتے رہنا۔آپ نے حکم کی تعمیل کی اور مراد کو پہنچے۔

خلافت: مارچ 1951ء میں خواجہ برکت علیؒ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اپنے کنویں پہ جا کر رہیں اور خلق خدا کی رہنمائی فرمائیں۔ یہ مقام موضع اروپ سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب کی سمت میں واقع ہے۔ جہاں کچے کمرے تعمیر کروا کر رہائش اختیار کی۔ آپ کی نسبت سے اس جگہ کو "ڈیرہ شریف" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

اگست 1951ء میں خواجہ برکت علیؒ کے وصال پر ملال سے آپ کی طبیعت میں بے حد افسردگی اور اضطراب پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد طبیعت معمول پر آئی اور خلق خدا کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا شروع فرمایا۔ یوں ارادت مندوں کا سلسلہ پھیلنا شروع ہوا۔ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے علاوہ آپ سلسلہ قادریہ سے بھی فیض یاب ہوئے۔ موضع اروپ میں واقع سلسلہ قادریہ کے کامل بزرگ باوا شاہ پنن ولی قادریؒ کی درگاہ پہ اکثر حاضری دیتے اور دیر تک قیام فرماتے۔

عادات وخصائل: آپ کی طبع مبارک جمال اور مزاج پاک انتہائی کرم گسترانہ تھا۔ کسی کی ذرا سی تکلیف بھی دیکھی نہ جاتی۔ آپ کے ملنے والوں میں سے جب کوئی شخص پریشانی یا مصیبت کی حالت میں آپ کے حضور پیش ہوتا تو فوراً روحانی طور پر اس کی دل جوئی فرماتے

ہر سال اپنے بزرگوں کا عرس باقاعدگی سے مناتے۔ ان مواقع پر قوالی ہوتی اور اوّل ا[illegible]کر عرس پاک کے موقع پر چادر شریف بھی چڑھائی جاتی۔ اس کے علاوہ حضور غوث الاعظمؒ کی گیارہویں شریف، خواجگانِ چشت کے ختم شریف دلوائے جاتے۔ اور ان بزرگوں کی پسند کے مخصوص کھانے تیار کرواتے۔

کرامات: آپ کی بے شمار کرامات ہیں،

ایک بار آپ نے گیندے کے پھولوں کا ایک ہار اپنی اہلیہ کو دیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی اولاد نرینہ کے واسطے عرض کرے تو اسے ایک پھول دے دیں، انھوں نے وہ ہار رکھ لیا۔ موضع اروپ کے ماسٹر فضل دین کے ہاں اس وقت تک کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ دونوں میاں بیوی بڑھاپے کو پہنچ چکے تھے۔ ماسٹر صاحب کی بیوی نے ڈیرہ شریف حاضر ہو کر اولاد نرینہ کے واسطے عرض کی۔ جس پر انہیں گیندے کا ایک پھول دیا۔ اللہ تعالی نے انہیں بیٹے سے نوازا۔ اسی طرح مولوی فیروز دین کی دوسری بیوی کے ہاں بھی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ مولوی صاحب بھی کافی عمر

Scanned with CamScanner

رسیدہ تھے۔ ان کی بیوی کو بھی بلا کر ہار میں سے ایک پھول دیا گیا اور ان کے ہاں بھی لڑکا پیدا ہوا۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے وہ ہار واپس لے کر ایک کنویں میں پھنکوا دیا۔

ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں آپ نے ''ویرہ شریف'' سے باہر جنوبی دیوار کے ساتھ ساتھ اپنی نشست کی جگہ پر مٹی کی بھرتی ڈلوا کر ایک تھڑا بنوانے کا ارادہ کیا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو یہ کام سرانجام دے گا اسے اللہ پاک ایک بیٹا عنایت فرمائیں گے۔ آپ کے بھائی چوہدری احمد خان نے سب سے پہلے اس کام کا بیڑا اٹھایا، چناں چہ حسبِ ارشاد اللہ تعالیٰ کی ذات نے انہیں فرزند عطا فرمایا۔

ایک دفعہ عرس پاک کے موقع پر قوالی ہو رہی تھی، اچانک کسی نے آ کر خبر سنائی کہ آپ کے بھائیوں کی بھینسیں چور کھول کر لے گئے ہیں وہ جلدی سے محفل سے اٹھ کر جانے لگے تا کہ چوروں کی خبر لیں۔ محفل میں بے چینی اور ہلچل کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ مگر آپ نے انھیں بٹھا دیا اور فرمایا چپ چاپ بیٹھ کر قوالی سنو، بھینس کہیں نہیں جاتیں۔ وہ حسبِ ارشاد بیٹھ گئے۔ قوالی ختم ہوئی تو فرمایا، جاؤ اب اپنی بھینسیں باندھ لو۔ انھوں نے کنوؤں پہ جا کر دیکھا تو بھینسیں چوروں سے سنگل چھڑا کر واپس آ چکی تھیں اور کھیتوں میں چر رہی تھیں۔

اولاد: آپ کے چار صاحب زادے فرزند علی، نذیر احمد، محمد ابراہیم اور جمال حسن شامل ہیں۔ آپ کے وصال کے وقت سب سے بڑے صاحب زادے ابھی ایام طفولیت میں تھے جب کہ سب سے چھوٹے صاحب زادے کی عمر تقریباً دو ماہ تھی۔ ایک بار آپ نے اپنے پیشوا کے صاحب زادہ خورشید علی سے گفت گو کے دوران فرمایا۔ جناب مَیں چاہتا ہوں کہ میری اولاد میری ہڈیاں نہ بیچے بل کہ پڑھ لکھ کر کام کاج کریں۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا، آپ کے چاروں صاحب زادگان تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار ہیں اور درگاہ عالیہ کی خدمت کسی دنیاوی غرض و غایت کے بہ غیر کر رہے ہیں۔

وصال: عمر کے آخری حصے میں جسم مبارک مختلف عوارض کی لپیٹ میں آ گیا۔ جن میں جگر کا عارضہ سرِ فہرست تھا۔ بیماری کے دوران آپ بہ غرض علاج لاہور تشریف لائے سردار عبدالحمید نکئی صاحب کی کوٹھی میں قیام فرما ہوئے۔ آخری ایام میں پنجابی کا ایک مصرع اکثر پڑھا کرتے،

Scanned with CamScanner

ے بھریا اس دا جانیئے جس دا توڑ چڑھے

وصال سے ایک روز پہلے اپنے شیخ خواجہ برکت علیؒ کے مزار اقدس پہ حاضری کا خیال ظاہر فرمایا۔ نقاہت کی بناء پر چل نہیں سکتے تھے۔ اس لئے آپ کی چارپائی اٹھا کر دربار شریف لے جائی گئی۔ وہاں سلام و نیاز کے بعد واپس ''ڈیرہ شریف'' تشریف لے آئے۔ اگلے روز آپ پہ حالت سکر طاری ہوگئی۔ اور وصال 19 ستمبر 1958ء بہ وقت نو بجے رات ہوا۔ عرس مبارک ہر سال مگھر کے مہینے کی پہلی جمعرات اور جمعہ کے دن آپ کے مزار اقدس پر منعقد ہوتا ہے۔

شاعری: آپ کو شعر کہنے کا بھی شوق تھا، اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں شعر لکھے۔ کچھ نمونہ کلام پیش ہے۔ [اولیائے گوجراں والا، میاں علی رضا، ص249]

چادر شریف

آئی ہے آج قادری دربار میں چادر — جیلان کے دلدار کی سرکار میں چادر
شاہ چنن ولیؒ سرکار کی ذرا شان دیکھئے — جن کو شاہ بغداد سے آئی ہے یہ چادر
گاتی یہ آرہی ہیں حوران خلد بھی — سبحان ہے یہ غوث کے مختار کی چادر
فیض و کرم سے ان کے سب دل کھلے ہیں آج — خوشیوں کی بار عرس پہ لائی ہے یہ چادر
کیوں کر نہ آج ہو خوشی سجادہ نشین کو — آئی ہے جن کے قادری سردار کی چادر
یہ شان برتری ہے میرے غوث کی — فرشتے اٹھا کے لائے ہیں دربار میں چادر
اور لاکھ ناز ہے علی ان کے کرم پہ آج — منظور جو فرمائی ہے نادار کی چادر

[بہار اولیاء، خواجہ علی محمد، ص،128]

☆

درِ فراق

روحے اک وار میرے خواجہ دے جائیں — مرے دکھیا دے جا دکھڑے سنائیں
ادب دے نال سر نوں جا جھکائیں — موہوں سو سو سلام میرا سنائیں
جلن اٹھدی ہے وچہ میرے بھی سینے — تساڈی دید نوں گذرے مہینے

میں تیرے کول جا جا کے سال بیندی   تے رج رج کے تیری صورت ساں ویندی
تیں نوں کون دیوے گا دلاسے   سنے گا کون درداں دے خلاصے
میرے دل نوں بھلیکھے یار پیندے   اکھاں دے سامنے سرکار رہندے
وچھڑ جاون دا نہیں سی خیال مینوں   گذارن زندگی اے محال مینوں
نزع دے وقت آ امداد کرنا   قبر وچہ آ کے مینوں شاد کرنا
حشر دے روز دا ہے ہول علی نوں   لئیں سد اوس ویلے دور کھلی نوں۔

[بہاراولیاء، خواجہ علی محمد، ص،170]

☆☆☆

ملک دیدار علیؒ

معروف بہ بڑے بادشاہ سلامت

آپ کی ولادت باسعادت 1917ء موضع اروپ ضلع گوجراں والا میں ہوئی۔آپ خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کے بڑے صاحب زادے تھے۔

آپ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے دستِ حق پر بیعت ہوئے۔اور والد بزرگ وار نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو گدی نشین مقرر کر دیا تھا۔

بادشاہ لقب: ایک دفعہ خواجہ برکت علیؒ اپنے دونوں صاحب زادوں کے ہم راہ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے آستانہ پر سلام کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔دربار شریف میں آموں کا باغ تھا۔دونوں صاحب زادوں نے آم توڑنا شروع کر دیے۔کسی ملنگ نے خواجہ صاحبؒ کے پاس بچوں کی شکایت کی۔باؤ برکت علیؒ نے بچوں کو منع کیا تو خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کی باؤ جی کوئی بات نہیں (اے بادشاہ نے) باغ ہی انہی کا ہے۔بادشاہ کا لقب آپ کی طرف سے عطا ہوا۔

آپ کی شادی مڈھیالہ ضلع شیخوپورہ میں آپ کے پیر بھائی چوہدری محمد صادق کی صاحب زادی سے 1938ء میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا۔جن کے نام بالترتیب ہیں۔غلام فرید، ریاض فرید، جمال فرید، کمال فرید اور اعجاز فرید۔

Scanned with CamScanner

طبیعت بے حد درویشانہ اور جلالی تھی۔ ہمیشہ اللہ پر ہی توکل کیا، خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ نے آپ کو اس قدر نوازا کہ زندگی دنیاوی الائشوں سے بالکل پاک تھی۔ غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کا خاص خیال رکھتے۔ یتیم بچیوں کی شادی کے اخراجات خود برداشت کرتے اور اس کا اظہار کبھی نہ کیا۔

صدر ایوب خان کے دور میں آپ مسلسل یونین کونسل کے چیئرمین رہے اور بے شمار رفائے عامہ کے کام شروع کروائے۔ 1965ء کی جنگ کے دوران ضروری ذاتی سامان رکھ کر باقی ہر چیز متاثرین جنگ کو دے دی۔ آپ فرماتے ''ہتھ دا دتا ای کم اوناں اے۔''

1969ء میں درگاہ شریف کے جنوب مشرقی کونے کے قریب ایک علیحدہ کمرہ تعمیر کروایا۔ جس میں آپ کی ضروریاتِ زندگی کی چند اشیاء تھیں۔ چار پائی کے سرہانے ایک میز اور ایک کتابوں کی الماری ہوتی۔ جس پر دینی کُتب کے علاوہ مختلف بزرگانِ دین کی کُتب موجود ہوتیں۔ رات کے آخری پہر اٹھ جاتے اور بلند آواز میں بزرگوں کا کلام پڑھتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ نماز فجر سے پہلے درگاہ شریف کا دروازہ کھولتے اور وہیں نمازِ فجر ادا کر کے گھنٹوں یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ اپنے والد بزرگ وار خواجہ برکت علیؒ کے مزار شریف کے ادب اور احترام کا یہ عالم تھا کہ کبھی پشت درگاہ شریف کی طرف نہ کی۔ 1970ء میں آپ کی دونوں آنکھوں میں سفید موتیا آ گیا اور بینائی بند ہو گئی۔ پھر بھی صاحب زادگان کے ساتھ حاضری با قاعدگی سے دیتے۔ آپ اپنے بزرگوں کا عرس بہت بڑھ چڑھ کر مناتے۔

آپ کا وصال مبارک 23 اگست 1993ء کو ہوا اور مزار اپنے والد بزرگ وار کے پہلو میں بنا۔ عرس ہر سال یکم تا تین اکتوبر کو بڑے احترام سے منایا جاتا ہے۔ [مشعل راہ، ملک دیدار علی، ص258]

☆☆☆

حضرت بابا اللہ بخش جنیدی قادریؒ

آپ ایمن آباد کے قریب واقع پیرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ مسجد میں امامت کے

نوافل پر معمور رہے۔ پاکستان بننے کے بعد موضع اروپ میں اپنی ہمشیرہ کے پاس تشریف لے آئے۔ جہاں تمام عمر بسر کر دی۔ آپ کی نرینہ اولاد بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھی، صرف ایک ہی صاحب زادی رسولاں بی بی حیات رہیں، جن کی شادی عبدالغنی کے ساتھ طے پائی۔ بابا جی ہمشیرہ کے وصال کے بعد اپنی بیٹی کے پاس آ گئے۔ بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم سے بھی روشناس کرواتے۔ آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حکمت سے بھی شغف تھا۔

درمیانہ قد کے مالک تھے۔ داڑھی درمیانہ ہوتی۔ عالم پیری میں کمر جھک گئی تھی۔ آپ کھلا کرتہ زیب تن فرماتے، ساتھ میں تہبند ہوتا۔ سر پر مختلف رنگوں کی ٹوپی پہنتے۔

آپ سلسلہ جنیدیہ قادریہ میں خواجہ دیوان محمد مست عمرؒ جنیدی قادری کے دستِ حق پر بیعت سے مشرف تھے۔ جن کا مزار اقدس کوٹلی گنڈ یانوالی نزد فیروز والا پُل کے قریب واقع ہے۔ پیرو مرشد کی محبت اپنی مرید سے کچھ اس طرح کی تھی کہ ایک مرتبہ بابا جی محفل میں تشریف لے گئے جس کی سرپرستی آپ کے پیشوا خواجہ محمد مست عمرؒ فرما رہے تھے۔ بابا جی کے محفل میں آنے پر پیشوا نے انھیں اپنے سے اونچی جگہ بٹھا دیا۔ اس بات کو مریدین نے بے ادبی کا پہلو جانا اور اعتراض کیا۔ آپ کے پیشوا نے اس اعتراض کو محسوس کرتے ہوئے فوراً جواب دیا، بابا اللہ بخش اس وقت ولایت میں اعلیٰ منصب پر فائز ہیں۔

ترجمہ قرآن پاک: مختلف ادوار میں قرآن پاک کے تراجم ہوتے رہے۔ ہر ایک نے قرآن کو سمجھنے اور آسان سے آسان تر بنانے میں بھرپور کوشش کی۔ فنِ ترجمہ کے بنیادی اصول ملحوظِ خاطر رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

انیسویں صدی کا دور مجموعی طور پر قرآنی تراجم کے عروج کا دور تھا۔ اسی دور کی ایک اور شخصیت بابا اللہ بخش جنیدی قادریؒ کا نام نامی بھی آتا ہے۔ جنہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ عربی کے رموز کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کیا۔ یہ اپنے دور میں چھپ تو نہ سکا مگر ان کے اہلِ خانہ کے پاس محفوظ ہے۔ اس کی نقل کے کچھ اوراق راقم الحروف کے پاس بھی موجود ہے۔

وصال کے روز آپ کی طبیعت قدرے خراب تھی۔ آپ کی صاحب زادی نے بیٹے کو بلوایا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ ڈاکٹر سے دوا لائی گئی تا کہ آپ کھالیں۔ مگر روزہ کی وجہ سے آپ

Scanned with CamScanner

نے دوا حلق سے نیچے نہ اتاری۔ 17 رمضان المبارک 1389 ہجری بہ مطابق 27 نومبر 1969ء، بہ روز جمعرات کی رات آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ 18 رمضان بہ روز جمعتہ المبارک آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ مزار اقدس آپ کی رہائش گاہ واقع محلہ چیمیاں میں مرجع خلایق ہے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً 100 سال کے قریب تھی۔ کئی ایک مریدین بھی ہیں جو ہر سال 26 اکتوبر بہ مطابق 10 کا تک کو عرس مناتے ہیں۔ موجودہ گدی نشین جناب محمد ارشد (نواسہ) ہیں۔ جن کی بہ دولت ہمیں بابا اللہ بخش ؒ کے تبرکا ک کی زیارت بھی ممکن ہو سکی۔

☆☆☆

حضرت خواجہ میاں عمر الدین قادری چشتی صابری ؒ

والدین نے آپ کا نام عمر الدین رکھا۔ ازاں بعد حصولِ درجات روحانیت کی وجہ سے عوام الناس آپ کو حضرت میاں عمر دین یا مختصراً حضرت صاحب پکارنے لگے۔ یہ فضیلت خواجہ برکت علی ؒ کی رہ نمائی اور قربت کی وجہ سے عطا ہوئی۔ آپ کے والدِ گرامی کا نامِ نامی محمد ابراہیم ہے۔ آپ حضرت باوا شاہ پنن ولی ؒ کے مجاورین میں ممتاز اور سرکردہ تھے۔ بریں وجہ حکومت نے آپ کو اپنی زمین پر مالیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر رکھا تھا۔ یہ رعایت تقریباً 1962ء تک اگلی نسل یعنی حضرت میاں عمر دین صاحب تک جاری رہی۔ آپ کا دنیاوی پیشہ کھیتی باڑی تھا۔ قبر حضرت شاہ پنن ولی ؒ کی درگاہ کے احاطہ میں مرجع خلایق ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام عظیم بی بی تھا اور ان کی قبر حضرت شاہ پنن ولی ؒ کی درگاہ سے بہ جانب مغرب متصل قبرستان میں کچھ فاصلہ پر ہے۔

آپ کی پیدائش کا سن مستند طور پر معلوم نہیں مگر قیاس ہے کہ آپ 1903ء یا 1904ء میں موضع اروپ ضلع گوجراں والا میں پیدا ہوئے۔

آپ نے گاؤں ہی کے اسکول سے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ بہت ذہین اور لائق طالب علم تھے۔ آپ کی قوتِ حافظہ بہت اعلیٰ ہونے کی بہ دولت نوجوانی میں اپنے کام کے ساتھ ساتھ اپنی گاؤں کی مسجد (بہ طرف بھنڈراں) کے امام مولوی فیروز دین سے جو امام مسجد ہونے کے ساتھ ساتھ حکمت کا علم بھی رکھتے تھے اور بسا اوقات حکیم صاحب کے ساتھ قریبی دہات میں

مریضوں کا علاج معالجہ بھی کرتے۔ علاج معالجہ میں آپ کا طریقہ غیر روایتی تھا۔ عموماً دوا تجویز کرنے کی بہ جائے خفیہ یا ظاہراً مریض سے اس کی کچھ کھانے پینے کی خواہش پوچھ کر ہدایت فرماتے کہ اس کو فلاں چیز کھانے یا پینے کے لیے دیں۔ چاہے وہ حکیم صاحب کے خیال میں مریض کے لئے نہایت مضر ہی کیوں نہ ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مریض کو شفا اور آفاقہ ہو جاتا۔

مولوی صاحب سے دوستی کے سبب آپ نے دینی تعلیم بھی حاصل کر لی اور کچھ عرصہ بعد خواجہ برکت علیؒ کے حکم پر گاؤں کی اندرونی (مسجد بہ طرف) محلہ چیمیاں میں خطبہ جمعہ دیتے رہے۔ مگر امامتِ نماز مسجد کے امام صاحب ہی کرواتے تھے۔

جوانی میں گوجراں والا پٹوارا سکول کھلا تو نے اس میں داخلہ لے لیا۔ پٹوارا سکول کی طالب علمی کے زمانہ میں گاؤں سے گوجراں والا پیدل جاتے۔ راستہ میں موضع فتو منڈ میں سکھوں کے ایک کنواں (ڈیرہ) پر حضرت سائیں عبدالستار قادریؒ (حضور غوث پاکؒ کے روحانی محرر) کا قیام تھا اکثر نیاز حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس بیٹھ جاتے اور کئی دفعہ تو ان کی صحبت کیمیا اثر سے مستفید ہو کر پٹوارا سکول گئے بہ غیر ہی واپس اپنے گاؤں آجاتے۔

پٹوار کا امتحان پاس کر لینے کے بعد بہ طور پٹواری محکمہ مال تحصیل گوجراں والا میں ملازمت اختیار کر لی۔ بہ حیثیت پٹواری کی تقرری تحصیل گوجراں والا اور سب تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجراں والا کے کئی ایک حلقہ ہائے پٹوار میں ہوئی۔ آپ نہایت ذمہ دار، پیشہ ور اور لائق پٹواری مانے جاتے تھے اور حکام بالا پیچیدہ معاملاتِ مال کے مسائل کے حل کے لیے آپ کے مشورہ کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

آپ بے خوف، دلیر اور نڈر تھے۔ بڑے سے بڑے سکھ زمین داروں وغیرہ سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ حکامِ بالا کے ساتھ آپ صاف گوئی سے کام لیتے اور خوشامد وغیرہ سے اجتناب کرتے۔ باہمی عزت کے اصول پر کاربند رہتے اور اپنی ہر جائز بات پر ڈٹ جاتے۔ گھوڑ سواری کے مشتاق تھے۔ دورانِ ملازمت اور بعد ازاں بھی ضرورت پڑنے پر ذریعہ سفر چھوٹے فاصلوں کے لئے گھوڑ سواری ہی کرتے البتہ دور دراز کا سفر ریل یا بس و کار وغیرہ سے کرتے۔

Scanned with CamScanner

حضرت فیض علی صاحبؒ سے استفادہ: حضرت میاں فیض علی والد گرامی خواجہ برکت علی موضع اروپ میں بہ حیثیت پٹواری تعینات تھے۔ بعد ازاں ملازمت ترک کر کے فقیری طریقہ اختیار کر لیا اور آپ عموماً باوا شاہ پتن ولیؒ کے دربار سے متصل کھیتوں میں گھومتے پھرتے رہتے۔ دوپہر کے وقت دربار شریف سے متصل کھوئی (کنواں) پر آ جاتے۔ جب حضرت عمر دین کی والدہ ماجدہ دوپہر کا کھانا لے کر آتیں تو آپ بھی ایک روٹی لے کر کھا لیتے اور کچھ دیر دوپہر کو کھوئی کے درختوں کے سائے میں آرام فرماتے۔ اس طرح حضرت میاں عمر دین آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ایک دن حضرت فیض علی مستی کے عالم میں گاؤں کے چھپڑ سے اپنے جسم پر گارا مل کر آ رہے تھے کہ میاں عمر دین آپ کو دیکھ کر ڈر گئے اور بھاگنے لگے۔ فیض علیؒ نے پیچھے بھاگ کر پکڑ لیا اور ڈانٹ کر فرمایا کہ ''اب کبھی ڈرو گے۔'' آپ نے نفی میں جواب دیا اور سر ہلا دیا۔ اس واقعہ کے بعد سے ہر قسم کا ڈر خوف ختم ہو گیا۔

خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ سے وابستگی: خواجہ برکت علیؒ جب کبھی موضع اروپ آتے تو میاں عمر دین آپ کی خدمت میں سلام و نیاز کے لیے حاضر ہوتے اور آپ کی اروپ سے غیر حاضری کے دوران بھی ان کے خاندان اور بچوں کی حتی المقدور خدمت کرتے۔ جب خواجہ برکت علی مستقل اروپ تشریف لے آئے، تو جناب میاں عمر دین آپ کی ذاتِ بابرکت سے وابستہ ہو گئے۔ آپ کے ایما پر ہی ملازمت ترک کر دی اور فقیری طریقہ اختیار کر لیا۔ جناب میاں عمر دین کو خواجہ برکت علیؒ سے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی۔ ایک موقع پر خواجہ برکت علیؒ نے ارشاد فرمایا ''عمر دین تو ہمیں دین و ایمان سمجھتا ہے۔'' خواجہ برکت علیؒ نے آپ کو حضرت باوا شاہ پتن ولیؒ کا سجادہ نشین مقرر فرمایا اور راہِ سلوک میں آپ کی منازل بہت جلد طے فرما کر روحانی فضیلت کے اعلیٰ درجات تک رہنمائی فرمائی۔

کشف و کرامات: جناب میاں عمر دینؒ کو غربا و مساکین سے بہت ہمدردی تھی۔ لہذا آپ خلقِ خدا کی حاجت رروائی میں عوام الناس کی بڑی پذیرائی فرماتے۔ آپ سے کئی کرامات ظاہر ہوئیں، مگر یہاں اختصار کے طور پر تبرکاً بیان کی جا رہی ہیں۔

محمد شریف ریڑھی بان دردِ ریح سے کراہتا ہوا آپ کے پاس سے گذرتا ہوا کھیتوں کی

طرف جا رہا تھا کہ اس کے سلام کرنے پر آپ نے معاملہ پوچھا۔اس کے بتانے پر آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو علاج بہت ہی سستا ہے۔اس کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا پرالی (مونجی کے بھوسے) کے اس گڈے سے پرالی اتار دو درد جاتا رہے گا۔ چناں چہ اس نے گڈے سے پرالی اتارنی شروع کر دی۔جیسے جیسے گڈا خالی ہوتا گیا درد میں افاقہ ہوتا گیا اور مکمل شفا ہو گئی۔

محمد شریف کمہار ساکن فتو منڈ حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی کہ ایک ''جن'' گاہے بگاہے اسے تنگ کرتا ہے۔نظرِ کرم فرما کر چھٹکارا دلا دیں۔عرض قبول ہوئی۔آپ نے فرمایا اب اگر'' جن'' آئے تو اسے کہنا'' وہ (میاں عمردین صاحب) کہتا تھا کہ اگر پھر آئے تو بہت برا پیش آؤں گا۔'' جب محمد شریف واپس اپنے گاؤں گیا تو وہ ''جن'' بھی آ پہنچا۔تو اس نے بتایا کہ میں ڈر تو بہت رہا تھا کہ یہ بہت تنگ کرے گا کہ آپ کی خدمت میں کیوں گئے تھے۔مگر میں نے ہمت کر کے حسبِ ارشاد اس کو کہہ ہی دیا۔وہ جن اسی وقت دفع ہو گیا اور پھر کبھی نہ آیا۔اس آفت سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا مل گیا۔

وفات: آپ نے تقریباً تریسٹھ سال کی عمر میں مورخہ 11 جون، 1966ء میں وصال فرمایا۔اسی دن حضرت باداشاہ پنن ولیؒ کے دربار شریف کے احاطہ صحن کے ایک کمرہ میں تدفین ہوئی۔جہاں اب آپ کی درگاہ عالیہ مرجع عقیدت منداں اور چشمۂ فیض ہے۔عرس مبارک ہر سال ماہ جون کے پہلے ہفتہ،اتوار کو نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆

ملک خورشید علیؒ

معروف بہ چھوٹے بادشاہ سلامت

آپ کی ولادت 1920ء میں موضع اروپ ضلع گوجراں والا میں ہوئی۔آپ خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کے چھوٹے صاحب زادے تھے۔

آپ اپنے والد خواجہ برکت علیؒ کے ہم راہ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کی خدمت اقدس میں موجود تھے اور مرید ہونے کی عرض کی تو آپ نے ارشاد فرمایا'' باؤجی (خواجہ برکت علیؒ) میں

Scanned with CamScanner

تے کہندا آں گھر وچ ای کم کراو۔'' بالآخر خواجہ محمد دیوانؒ نے مرید فرمایا اور دعا دی '' جا خدا تمہیں دنیا و عقبیٰ میں سرخرو کرے۔''

آپ نے گورنمنٹ کالج لائل پور (فیصل آباد) سے گریجوایشن کی حصول تعلیم کے بعد ملازمت کرنا چاہی تو والد بزرگ وار نے فرمایا میاں صاحب زادے اب کچھ وقت آرام کرو پھر دیکھا جائے گا۔ اس کے بعد اپنے والد کے حکم پر کچھ عرصہ کھیتی باڑی بھی کی اور ان کی حیات میں ہی دیسی صابن بنانے کی فیکٹری بھی لگائی تھی۔ جسے 1970ء میں بند کر دیا۔

آپ کی شادی اکتوبر 1947ء میں ننھیال میں ہوئی۔ خدا نے ایک صاحب زادہ ملک شاہد خورشید اور دو صاحب زادیوں سے نوازا۔

آپ دنیاوی کاموں میں بہت کم دل چسپی لیتے۔ آپ کا دولت خانہ نہایت سادہ تھا۔ وسایل ہونے کے باوجود گھر کو سنوارنے کی کبھی کوشش نہ کی اور دنیا کو مسافر خانہ ہی سمجھا۔ زیادہ تر وقت تذکرہ شیخ اور رشد وہدایت میں ہی گزارتے۔ 1962ء میں جب اشتمال ہوا تو آپ نے پٹواری کو زمین میں ردوبدل سے منع کرتے ہوئے فرمایا ساری زمین جہاں ہے جیسی ہے، اسے وہیں رہنے دو اس میں نہ اضافہ کرنا اور نہ ہی تبدیل کرنا ہے۔ اسے سرکار کا تبرک سمجھ کر وہیں رکھ چھوڑا۔ ہمہ تن پیکرِ تسلیم ورضا تھے۔ سفر وحضر میں اپنے والد بزرگ وار کے ساتھ رہے۔

وصال 18 ستمبر 1974ء کو بہ مقام فیصل آباد ہوا۔ جہاں آپ علاج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اپنے والد خواجہ برکت علیؒ کے بائیں پہلو میں دفن کیے گئے۔ عرس مبارک ہر سال 28،29،30 اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔ [مشعل راہ، ملک دیدار علی، ص، 269]

☆☆☆

پیر ریاض فریدؒ

معروف بہ رانجھن پیر

آپ کی ولادت 1952ء میں موضع اروپ ضلع گوجرانوالا میں ہوئی۔ آپ ملک دیدار علیؒ کے دوسرے صاحب زادے تھے۔ پیدائشی درویش تھے اور بڑی مستانہ طبیعت پائی۔

Scanned with CamScanner

روحانیت کا عظیم پیکر ہونے کی وجہ سے سارا گاؤں آپ کے حسن سلوک کا معترف تھا۔

طبیعت بہت ہی جمالی اور چہرہ مبارک بہت پُرنور تھا۔ ساری عمر مجرد رہے۔ بچوں سے خاص محبت اور شفقت سے پیش آتے اور ان کو اپنی جیب سے کچھ نہ کچھ نکال کر دیتے رہتے۔ جب بھی کسی نے بلایا آپ بے تکلف چلے گئے۔ پاؤں میں ذیابیطیس (شوگر) کی وجہ سے زخم ہو گئے پھر بھی اکثر پیدل ہی لوگوں کے کام کرنے چل نکلتے۔ یونین کونسل کے ممبر ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کے کام آتے۔ آواز بلند اور پُرسوز تھی۔ آپ کے پاس بیٹھنے والوں کی باقاعدہ ایک جماعت بن گئی جن کی روحانی تربیت فرماتے اور اکثر رات گئے تک درگاہ شریف میں ان کے ساتھ تشریف رکھتے اور نعت شریف کی باقاعدہ طرز سمجھاتے، لوگوں کی دنیاوی اور دینی مشکلات حل فرمادیتے۔ بے شمار کرامات کا ذکر لوگوں کی زدِ زبان ہے۔ اروپ کی رونقیں آپ سے دوبالا تھیں۔

جون 1995ء میں علاج کی غرض سے اسلام آباد تشریف لے گئے جہاں جمعۃ المبارک 7 جولائی 1995ء کو اپنے بہت سے دوستوں سے ملاقات کی اور جلد اروپ آنے کا وعدہ کیا اور اسی روز بعد نماز جمعہ وفات پا گئے۔ مزار خواجہ برکت علیؒ کی درگاہ کے احاطہ میں ایک کمرہ میں مرجع خلایق ہے۔ [مشعل راہ، ملک دیدار علی، ص، 265]

شاعری: آپ شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے، کچھ نمونہ کلام پیش ہے۔

کھلا باوا دا میخانہ
سارا عالم ہے مستانہ

آج باوا نیں ساقی بنے
جام چلتا ہے شاہانہ

میری نسبت تیرے ساتھ ہے
لاج میری تیرے ہاتھ ہے

میرے باوا شاہ پٹن ولی
عرض ہے یہ غلامانہ

کھلا باوا دا میخانہ
سارا عالم ہے مستانہ

[بہار اولیاء، خواجہ علی محمد، ص، 131]

☆☆☆

پیر سردار علی چشتی صابریؒ

آپ کا تعلق ایک معزز گھرانے سے تھا۔ ولادت موضع اُونچی بسی ضلع ہوشیار پور، بھارت میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام محمد حسینؒ تھا جو بہت نیک صالح اور درویش صفت انسان تھے۔ بچپن میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ موضع اُونچی بسی تشریف لائے اور آپ کے والد گرامی محمد حسین سے فرمایا، آپ یہ بیٹا ہمیں عنایت کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک اور بیٹے سے نوازے گا۔ بہ صد عقیدت و احترام حکم کی تعمیل ہوئی۔ خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ نے پیر سردار علی کی دینی و دنیاوی تربیت خود فرمائی۔ شادی کا اہتمام بھی خود اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیا۔

پیر سردار علی صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اور دوسروں کو نماز پڑھنے کی تلقین فرماتے۔

دستار بندی: خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے وصال کے بعد خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ نے بہ طور سجادہ نشیں آپ کی دستار بندی کی۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان سے زائرین عرس مبارک کی تقریب میں شمولیت کے لیے ہردوتھلہ، ہوشیار پور گئے۔ اس موقع پر حافظ کرم بخشؒ کے بڑے صاحب زادہ فخر الدین صاحبؒ نے پیر سردار علی چشتی صابریؒ کی دستار بندی فرمائی۔

تقسیم پاکستان کے بعد آپ خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ کی دعوت پر موضع اروپ ضلع

گوجراں والا تشریف لائے اور یہیں مستقل قیام فرمایا۔ ہر سال خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کا عرس مبارک 23 رمضان المبارک کو بڑی شان وشوکت سے مناتے۔ بعد ازاں عرس کی تاریخ تبدیل کر کے 27 اکتوبر کر دی گئی۔ یہ مقررہ تاریخ بھی کچھ وجوہات کی بناء پر تبدیل کر دی گئی۔ چوں کہ ہر سال زایرین عرس حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے لیے ہر دوتھلہ ضلع ہوشیار پور بھارت جاتے ہیں۔ اس لیے ان کے صاحب زادے غلام چشتی نے عرس کی تاریخ بدل کر 17 نومبر کر دی ہے۔

وصال: آپ کا وصال اروپ میں ہوا۔ یہیں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

[تذکرہ سرکار صابری، غلام چشتی، ص،146]

☆☆☆

بابا حاجی شاہؒ

آپ بہت چھوٹی عمر تقریباً 16 سال میں موضع اروپ تشریف لائے۔ محلے کے افراد بچہ سمجھ کر احترام کرتے۔ گنے بہت شوق سے چوستے۔ ایک مرتبہ زمین دار کے کھیت میں جا کر گنا چوسنے لگے، زمین دار نے گنا آپ کے سر پر دے مارا۔ آپ اسی وقت پردہ اخفا میں چلے گئے۔ اس واقعہ کے بعد کہا جاتا ہے کہ علاقے میں قحط سیلاب کی شکل میں آیا اور زمین دار کی ساری زمین برباد ہوگئی۔

گاؤں کے کچھ لوگوں کو آپ کا دیدار بھی ہوا۔ کیوں کہ وقت وصال اور جائے وصال کا علم نہیں۔ لیکن نسبت کی وجہ سے آپ کا جائے نشان ایک مزار کی شکل میں بنا دیا گیا ہے۔ عرس ہر سال ساون کے پہلے ہفتے میں منعقد ہوتا ہے۔ پہلے دن میلاد شریف کی محفل ہوتی ہے اور دوسرے روز ختم شریف کے بعد چادریں پیش ہوتیں ہیں۔ یہاں کے متولی رحمانی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔

پیر ریاض فرید اکثر فرمایا کرتے، جب کبھی بارش نہ ہو رہی ہو۔ حاجی بابا کے مزار پر جائیں اور دعا مانگیں۔ بل کہ ایک مصرعے کی تکرار یوں کریں:

بابا حاجی شاہ مینہ برسا دے تیرا کھوا امُل لگدا

Scanned with CamScanner

اس کے بعد اکثر دیکھا گیا، بارش برس پڑتی۔ آپ کے حلیہ مبارک کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ سفید لباس میں ملبوس رہتے اور سر پر سفید پگ ہوتی۔

☆☆☆

سائیں مہر دین چشتی نظامیؒ

آپ شیخ محمد روہیلہ کے مرید تھے۔ اپنی تمام عمر اپنے پیشوا کی خدمت میں صرف کی۔ وصال 29 مارچ 1987ء کو معافی والہ، گوجرانوالہ میں ہوئی۔ مزار اقدس اپنے پیشوا کے پہلو میں بنا۔ ہر سال عرس بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ آستانہ پر آپ کے صاحب زادہ چشتی مجاہد تمام معاملات بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں اور ہر آنے والے کی دل جوئی فرماتے ہیں۔ سلسلہ کی ترقی کے لیے خدمات دے رہے ہیں۔ [اولیائے گوجراں والا، میاں علی رضا، ص 342]

☆☆☆

بابا گوہر الحسنؒ

آپ لدھیانہ بھارت میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں آکر فوج میں ملازم ہو گئے اور کچھ عرصے بعد ملازمت چھوڑ دی اور درویشی اختیار کر لی۔ خاموش طبع درویش تھے، آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ریٹائرڈ کرنل تھے۔ آپ حضرت شیخ پیر سید حمزہ علی شاہ (سہارن پور۔ بھارت) کے دست حق پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ کافی عرصہ گرجاکھ میں اپنے مرید کے ہاں رہے۔ اس کے بعد آپ کو معافی والہ میں، ایک مرید نے مستقل جگہ دے دی تو معافی والہ، نزد سیالکوٹ بائی پاس تشریف لے آئے۔ یہاں پر اپنا آستانہ بنا لیا اور یہیں رہنے لگے۔ 1967ء میں وصال ہوا۔ وصال کے بعد آپ کا مزار شریف بھی اسی جگہ بنایا گیا۔ [اولیائے گوجرانوالہ، علی رضا، ص، 323]

Scanned with CamScanner